۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵

(۱۵)

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا — کراچی
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

شمارہ: (۱۵)

۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء

بانی: سیّد محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

المختار پبلی کیشنز

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر کراچی ۷۴۴۰۰

فون: ۷۷۲۵۱۵۰ پوسٹ بکس ۴۸۹ ٹیلیگرام: "المختار" اسلامی جمہوریہ پاکستان

بیاد گار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

رسالہ .... معارف رضا

شمارہ .... (۱۵) ۱۴۱۶/۱۹۹۵

تعداد .... ایک ہزار

نگران طباعت .... اقبال احمد اختر القادری

ناشر .... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

ہدیہ .... ۷۰ روپے

☆ ☆

☆ ☆

☆ ☆

☆ ☆

☆ ☆

☆ ☆

ملنے کا پتہ

○

☆ المختار پبلی کیشنز ۲۵' جاپان مینشن' رضا چوک (ریگل) صدر' کراچی ۷۴۴۰۰' فون-۷۷۷۱۲۱۹' ۷۷۲۵۱۵۰

☆ المختار پبلی کیشنز' اسلام آباد شاخ' ڈی ۴/۴۴' اسٹریٹ ۳۸' سیکٹر ایف ۱/۶' اسلام آباد ۴۴۰۰۰' فون-۸۲۵۵۸۷

☆ مکتبہ رضویہ' آرام باغ' گاڑی کھاتہ' کراچی- ۷۴۰۰۰' فون-۲۱۶۴۶۴

☆ مکتبہ قادریہ' جامعہ نظامیہ رضویہ' اندرون لوہاری گیٹ' لاہور

☆ اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ' مصطفیٰ کالونی' ۵-بی-۲' گلشن احمد رضا' نارتھ کراچی-۷۵۸۵۰

☆ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور

مشمولات

حمد باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ
بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی
خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

حضرت رضا بریلوی

اُس خدائے یکتا کی حمد و ثنا
جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے
تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے !

نعت رسولِ مقبول ﷺ

امام احمد رضا محدث بریلوی

دیکھو قرآن میں شبِ قدر ہے تا مطلعِ فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمھارے گیسو!

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جُدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمھارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں
اَبروؤں پر وہ جُھکے جھوم کے بارے گیسو

کعبۂ جاں کو پہنایا ہے غلافِ مشکیں
اُڑ کر آئے ہیں جو اَبرو پہ تمھارے گیسو

تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کُھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جُھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شُکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضاؔ
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو
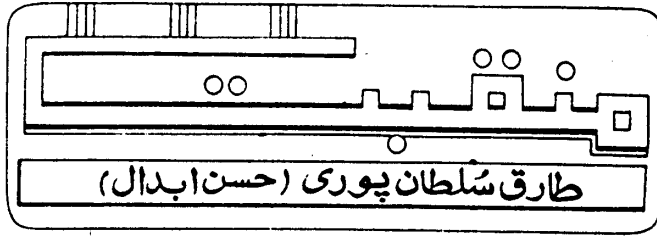
اس کا علمی مرتبہ اس کی کتابوں سے عیاں لب کشائی کیا کرے کوئی، عیاں راچہ بیاں

گنج بخش اس کا خدا اس پر محمد مہرباں اللہ اللہ ایک انساں اور اتنی خوبیاں

عندلیب گلستان خوبی خیرالورا نغمہ پیرائے کمال حسن محبوب خدا

وہ صحابہ کا مؤدب مخلص آل عبا ترجمان اولیائے پاک و ارباب صفا

سرگروہ عارفاں، دیدہ وروں کا مقتدا اس کے علم و فضل کا ڈنکا جہاں بھر میں بجا

بندۂ باری تعالیٰ اور عبد مصطفیٰ وہ مجدد اس صدی کا، عبقری اس دور کا

ولولہ انگیز و ذوق افزا ہے، اس کا ذکر خیر

بزم شوق افسردہ ہے اس کی حکایت کے بغیر

(نوٹ : یہ منقبت امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ ۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء بمقام ہوٹل ہالیڈے ان اسلام آباد میں پڑھی گئی تھی)

اداریہ
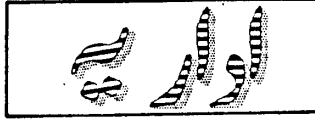
سید وجاہت رسول قادری

عاشق سرور کونین کی سیرت لکھوں،

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ و رضوان کی شخصیت، اپنی عبقریت علمی و فکری بصیرت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وجہ تخلیق کائنات، سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و اتباع کا پیکر مجسم ہونے کی بناء پر ہر دور اور ہر عہد میں، اور ہر ظلمت کدہ دھر میں، فانوس بن کر چمکتی رہے گی، جس کی روشنی ہر زمانے میں راہ مستقیم کی سمت راہ نمائی کرتی رہے گی۔ ان کے "نغمات محبت" کچھ اس قدر شیریں اور مترنم ہیں کہ آج ہر مومن کے دل کی دھڑکن بن چکے ہیں۔ ہر لب پر "عشق رسول" کا ترانہ مستانہ کا ہونا، یہ نغمات رضا کا ہی اعجاز ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت و انقاد ہے

انہوں نے مسلمانان عالم کو جو فکر دی ہے اس کا مرکز و محور، یہی جذبہ عشق صادق ہے، اسی جذبہ "عشق رسول" کو وہ جان ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

امام احمد رضا نے ہر پر آشوب دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ خواہ وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانان ہند کی بے کسی اور گھٹن کا دور ہو یا انیسوی صدی کے آغاز پر الحاد و کفر ساز عقیدوں اور اسلام کے نام پر بد مذہبیت، انکار عقیدۂ ختم نبوت کے طوفان و فتن کا دور، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آج کے دور ابتلاء و آزمائش میں میں تو سب سے زیادہ رہنمائی "فکر رضا" کی روشنی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اسی عرفان محبت کو عام کرنے کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (پاکستان) ہر سال اس صدی کے آغاز کے بابغۂ عصر، عظیم محدث و فقیہہ، عاشق رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ و رضوان کے فکر و مشن کے ابلاغ اور علم و حکمت کے گہر ہائے گرانمایہ کی تقسیم کے لئے ملک کے مختلف

شہروں میں ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد بھی کرتا ہے اور اس موقع پر "معارف رضا" کے نام سے ایک سالنامہ کا اجراء بھی کرتا ہے جس میں ملکی اور بین الاقوامی محققین اور ماہران فن کے مقالات' امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے علمی اور ملی کارناموں کے حوالے سے اردو' انگریزی اور عربی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ بعدہ' "معارف رضا" امام صاحب کی شخصیت سے تعلق رکھنے والے اور ان پر تحقیقی کام کرنے والے تمام ملکی اور غیر ملکی اسکالرز' لائبریریوں اور بین الاقوامی یونیورسٹیوں کو بھیجا جاتا ہے۔ اس موقع پر امام موصوف کی کچھ غیر مطبوعہ' نایاب کتب اور ان کی سیرت پر لکھی ہوئی کتب بھی شائع کی جاتی ہیں' جن کی ترسیل بھی بین الاقوامی سطح پر ہوتی ہے۔

قارئین کرام! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت اور متنوع شخصیت کے مالک ہیں' ان کی ذات ایک ہشت پہلو ہیرے کی حیثیت رکھتی ہے' جس پہلو سے دیکھو نیا رنگ نئی آب و تاب' نیا انداز نظر آئے گا۔ "معارف رضا" کے محدود صفحات میں ان تمام پہلوؤں کا سمونا ممکن نہیں لیکن ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ عنوانات و مقالات کا اس طرح انتخاب کیا جائے کہ قاری کی نگاہ میں امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کی تصویر ابھرکر سامنے آجائے اور وہ پکار اٹھے۔

زاہد و مرشد کامل نہیں ایسا دیکھا
ہم نے اس دور میں اک مرد کو جیسا دیکھا

لہٰذا اس شمارے میں بھی ہم نے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اہتمام کیا ہے کہ امام صاحب ستر سے زیادہ جن علوم جدیدہ و قدیمہ پر دسترس رکھتے تھے ان میں سے چیدہ چیدہ چند ایک علوم کے حوالے سے مقالات' زیر نظر معارف رضا میں شامل کئے جائیں تاکہ قارئین کرام خاص طور سے اسکالرز حضرات کو ان کی ہمہ صفت شخصیت کا عرفان حاصل ہوسکے اور وہ اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق ان سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ چنانچہ مقالات کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ شروع میں امام احمد رضا کا رسالہ "اسماء الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین" شامل ہے جس میں فاضل بریلوی نے پانچ آیتوں اور ۴۰ احادیث مبارکہ سے حضور علیہ السلام کی شفاعت کو ثابت فرمایا ہے۔ امام احمد رضا اردو زبان کے جتنے بلند پایہ شاعر ہیں' فارسی اور عربی میں بھی ان کا رتبہ اتنا ہی بلند ہے' فارسی نعتیہ شاعری کے حوالے سے سرزمین بلوچستان کی معروف ادبی شخصیت اور ملک کے معروف ریسرچ اسکالر اور نامور قلمکار جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب' ڈائریکٹر سیرت اکیڈمی کوئٹہ' کا مقالہ معارف رضا کی زینت ہے جسے انہوں نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء منعقدہ کراچی میں پڑھا تھا۔ فن تاریخ گوئی میں امام احمد رضا ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مشہور علمی اور روحانی خانوادے "نوشاہی" کے ایک فرد' سید خضر نوشاہی صاحب نے اس فن میں امام احمد رضا کے کمال کی ایک جھلک اپنے مقالے "اعلیٰ حضرت اور فن نعت گوئی" میں پیش کی ہے' خضر نوشاہی صاحب فارسی زبان و ادب سے خاص شغف رکھتے ہیں اور خاص طور سے فارسی مخطوطات کے ماہر ہیں۔ ہمدرد یونیورسٹی (مدینۃ الحکمت) کراچی کے شعبہ مخطوطات سے

وابستہ ہیں۔ تاریخ میلاد نگاری کا تعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے بیان سے ہے۔ یوں تو قسام ازل سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد نامہ رقم کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن سرور ہر دوسرا علیہ **التحیتہ و الثناء** کے دور ہمایوں سے لے کر آج تک ہر دور اور ہر زبان میں مسلمان علماء و فضلا نے آقاء و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت، اور شمائل و فضائل کو اپنے قلم کا مبارک عنوان بنایا ہے۔ فن میلاد نگاری میں اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، احمد رضا خاں کا کیا مقام ہے اور ان کی میلاد نگاری کی کیا خصوصیات ہیں؟

یہ آپ مشہور اسکالر جناب ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صاحب کی نگارشات میں ملاحظہ کریں، زیر نظر مضمون آپ کے مقالہ "پی۔ ایچ۔ ڈی" "اردو کے میلاد نامے" سے ماخوذ ہے۔ امام احمد رضا خان بلاشبہ اپنے دور کے فقیہ اعظم تسلیم کئے جاتے ہیں، اس پر ان کے فتاویٰ کا مجموعہ **العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ** جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ شاہد عادل ہے۔

فتاویٰ رضویہ نہ صرف امام صاحب کی فقہی بصیرت اور فقہ اسلامی پر ان کی کمال دسترس کا شاہکار ہے بلکہ مختلف علوم و فنون پر جو کمال حاصل تھا اس کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔ اسلامک ریسرچ انسٹیٹوٹ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائریکٹر اور معروف اسکالر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب نے اس کے ایک پہلو "فتاوی رضویہ کے فقہی مصادر" پر ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا ہے جو معارف رضا کی زینت ہے، اس سے قبل بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کے متعدد مقالے فتاوی رضویہ کے حوالے سے معارف رضا میں شائع ہوچکے ہیں۔

علوم جدیدہ و عقیلہ نقلیہ پر امام احمد رضا کو حیرت انگیز عبور حاصل تھا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مقالات سے معارف رضا کو مزین کیا گیا ہے۔

۱۔ امام احمد رضا اور عہد حاضر کے مسائل، محررہ معروف قلمکار مولانا قمرالحسن قمر صاحب، خطیب مسجد نور، ہوسٹن، امریکہ۔

۲۔ امام احمد رضا اور علوم عقیلہ، محررہ مفتی شبیر حسین رضوی صاحب، شیخ الحدیث جامعتہ الاسلامیہ، روناہی، ہندوستان

۳۔ دنیائے علم و فن اور امام احمد رضا، بریلی کالج کے فاضل نوجوان پروفیسر محمود حسین بریلوی کے ایم فل کے مقالہ امام احمد رضا کی عربی شاعری سے اقتباس ہے۔

اس کے علاوہ امام احمد رضا کی شخصیت و کردار کے حوالے سے لاہور کے معتبر قلمکار صاحبزادہ سید خورشید احمد شاہ گیلانی صاحب، ڈائریکٹر مسلم انسٹیٹوٹ لاہور، کا ایک مضمون "اعلیٰ حضرت بریلوی۔ ایک نابغہ عصر" پیش کیا جارہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی سیرت و کردار پر مفید اطلاعات مہیا کرنے کے علاوہ گیلانی صاحب نے اردو لغت و ادب اور زبان و بیان کی چاشنی کا سامان بھی بہم پہنچایا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت کے لئے ہم ماہنامہ کنزالایمان لاہور کے ممنون ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خود ایک بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ ان کی نگاہ میں دو نعت گو شاعر بہت مقبول اور معیاری تھے ایک مولانا کافی شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور دوسرے ان کے برادر اصغر استاذ زمن علامہ

مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی۔

استاذ زمن حسن بریلوی علیہ الرحمہ غزل گوئی میں داغ دہلوی کے اور نعت گوئی میں امام احمد رضا کے شاگرد تھے۔ مولانا حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری کی خصوصیات پر راقم کا مقالہ "معارف رضا ۱۹۹۵ء" میں شامل ہے۔

امام احمد رضا کی شخصیت برصغیر پاک و ہند اور عرب و عجم ہر جگہ علماء و مشائخ کی مرجع تھی۔ اس سلسلہ میں معارف رضا میں تین مضامین شامل کئے گئے ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا کے خاندان درسیہ سے مراسم، درسیہ خانوادے کے چشم و چراغ مولانا اصغر درس صاحب کی زبانی خود ان کے قلم سے۔

۲۔ امام احمد رضا اور علماء بہاولپور، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، جنرل سیکریٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔

۳۔ سرزمین سندھ میں امام احمد رضا کی مقبولیت، تحریر سرزمین سندھ (لاڑکانہ) کے معروف قلمکار صاحبزادہ زین العابدین راشدی صاحب

ادارہ ان تمام فاضل مقالہ نگار حضرات کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہے کہ انہوں نے زندگی کی گونا گوں مصروفیات سے اپنا وقت نکال کر اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور کارناموں پر قابل قدر مقالات تحریر کئے اور ہمیں اپنی رشحات قلم کے شہہ پاروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و عمل اور زور قلم میں زیادتی عطا فرمائے۔ (آمین)

ان کے علاوہ ہم اراکین ادارہ اپنے معزز محترم سرپرستان، ماہر رضویات محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، ادیب شہیر محترم علامہ شمس بریلوی صاحب، (ستارہ امتیاز) محترم علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بھی بے حد شکر گزار ہیں جن کی سرپرستی اور رہنمائی کے بغیر معارف رضا کا اجراء ممکن نہ تھا۔ ہم ان تمام حضرات محترم کے بھی احسان مند ہیں جنہوں نے مالی تعاون فرماکر یا مفید مشوروں سے نواز کر اس شمارہ کو خوب سے خوب تر انداز میں شائع کرنا ممکن بنایا، ناسپاسی ہوگی اگر ہم اپنے ان اراکین ادارہ کی ستائش اور تحسین نہ کریں جن کی دن رات کی انتھک محنت اور کراچی کے نامساعد حالات کے باوجود احساس ذمہ داری کے ساتھ اشاعت و طباعت کے ہر مرحلے کی نگہ داشت کی بدولت معارف رضا اور دیگر کتب و مجلّہ کی اشاعت پایہ تکمیل تک پہنچ سکی، خاص طور سے مرکزی آفس سیکریٹری اور نوجوان قلمکار جناب ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (منیجر، المختار پبلی کیشنز) اکاؤنٹنٹ جناب سید محمد خالد القادری صاحب، جناب محمد خان افسر خان القادری صاحب ناظم اسلام آباد آفس۔ وغیرھم، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی خدمت اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والے تمام احباب کو دونوں جہاں کی برکتوں سے نوازے۔ آمین۔ **بجاہ سیدالمرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم واصحابہ وازواجہ و اولیاء امتہ اجمعین و بارک وسلم۔**

إسماعُ الأربعين فى شفاعةِ سيّدِ المحبوبين

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْبَصِیْرِ السَّمِیْعِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْبَشِیْرِ الشَّفِیْعِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کُلَّ مَسَاءٍ وَسَطِیْعٍ

سبحان اللہ ایسے سوال سن کر کتنا تعجب آتا ہے کہ مسلمان و مدعیان سنیت۔ اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت — یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔؟ بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین، اُن کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں صحاح سنن مسانید معاجم جوامع مصنفات ان سے مالا مال۔ اہلسنت کا ہر متنفس، یہاں تک کہ زنان واطفال، بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ — خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک کی زبان پر جاری — صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ وَشَرَّفَ وَمَجَّدَ وَکَرَّمَ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ "سَمْعٌ وَّطَاعَۃٌ لِاَحَادِیْثِ الشَّفَاعَۃِ" میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی ہے یہاں بہ نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت، اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں: **آیت اولیٰ** قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا صحیح بخاری شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: مقام محمود کیا چیز ہے؟

فرمایا ھُوَ الشَّفَاعَۃُ وہ شفاعت ہے۔ **آیت ثانیہ**۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ یعنی جب اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ طبرانی اوسط اور بزار مسند میں اسی جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ اَرَضِیْتَ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ رَضِیْتُ ۔ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا اے رب میرے میں راضی ہوا۔ **آیت ثالثہ**: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ۔ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے؟۔ **آیت رابعہ** قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ اور وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہوں پھر خدا سے استغفار کریں اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے اگر گناہ ہو جائے تو اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخشدیں گے۔ **آیت خامسہ** قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ جب ان منافقوں سے کہا جائے آؤ رسول اللہ تمہاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اس آیت میں منافقوں کا حال بدمآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اور جو کل نہ پائیں گے وہ "کل" نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔ حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے منکر آج ان سے التجا نہ کرے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

الاحادیث۔ شفاعت کبریٰ کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصات محشر میں وہ طویل دن ہو گا کہ کاٹے نہ کٹے۔ اور سروں پر آفتاب، اور دوزخ نزدیک۔ اس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لا کر رکھیں گے۔ پیاس کی وہ شدت کہ خدا نہ دکھائے۔ گرمی وہ قیامت کی کہ اللہ بچائے بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا، یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچا ہو گا جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں۔ لوگ اس میں غوطے کھائیں گے۔ گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے۔ لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جابجا پھریں گے۔ آدم و نوح، خلیل و کلیم و مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہو کر جواب صاف سنیں گے سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ ہم اس لائق نہیں۔ ہم سے یہ کام نہ نکلے گا۔ نفسی نفسی۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ یہاں تک کہ سب کے بعد حضور پر نور خاتم النبیین سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَنَا لَہَا اَنَا لَہَا۔ فرمائیں گے۔ یعنی میں ہوں شفاعت کے لیے۔ پھر اپنے رب کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے۔ ان کا رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ، وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائے گی۔ اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا۔ اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ یہی مقام محمود ہوگا جہاں تمام اولین و آخرین میں حضور کی تعریف و حمد و ثنا کا غل پڑ جائے گا۔ اور موافق و مخالف سب پر کھل جائے گا بارگاہ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں۔ اور ملک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولیٰ کے لیے ہے کسی کے لیے نہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اسی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ پہلے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں اور وہاں سے محروم پھر کر ان کی خدمت میں حاضر آئیں تاکہ سب جان لیں کہ منصب شفاعت اسی سرکار کا خاصہ ہے دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کا دروازہ کھول سکے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہ حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم تمام کتابوں میں مذکور۔ اور اہل اسلام میں معروف و مشہور ہیں۔ ذکر کی حاجت نہیں کہ بہت طویل ہیں۔ شک کرنے والا اگر دو حرف بھی پڑھا ہو تو مشکوٰۃ شریف کا اردو میں ترجمہ منگا کر دیکھ لے۔ یا کسی مسلمان سے کہے کہ پڑھ کر سنا دے۔ اور انھیں حدیثوں کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ شفاعت کرنے کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخشش گناہگاران کے لیے بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ وہی کلمات فرمائے گا اور حضور ہر مرتبہ بے شمار بندگان خدا کو نجات بخشیں گے۔
میں ان مشہور حدیثوں کے سوا ایک "اربعین" یعنی چالیس حدیثیں اور لکھتا ہوں جو گوش عوام تک کم پہونچی ہوں، جن سے مسلمان کا ایمان ترقی پائے، منکر کا دل آتش غیظ میں جل جائے۔ بالخصوص جن سے اس ناپاک تحریف کا رد شریف ہو جو بعض بددینوں۔ خدا ناترسوں۔ ناحق کوشوں۔ باطل کیشوں نے معنیٔ شفاعت میں کیں اور انکار شفاعت کے چہرہ نجس چھپانے کو ایک چھوٹی صورت نام شفاعت کی دل سے گڑھی ان حدیثوں سے واضح ہوگا کہ ہمارے آقا شفاعت کیلئے متعین ہیں۔ انھیں کی سرکار بیکس پناہ ہے۔ انھیں کے در سے بے یاروں کا پناہ ہے جس طرح ایک بدمذہب کہتا ہے کہ "جس کو چاہے گا اپنے حکم سے شفیع بنا دے گا" یہ حدیثیں ظاہر کریں گی کہ ہمیں خدا اور رسول نے کان کھول کر شفیع کا پیارا نام بتا دیا۔ اور صاف فرمایا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ نہ یہ بات گول رکھی ہو جیسے ایک بدبخت کہتا ہے کہ اس کے اختیار پر چھوڑ دیجئے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے۔ یہ حدیثیں مژدۂ جانفزا دیں گی کہ حضور کی شفاعت نہ اس کے لیے ہے جس سے اتفاقاً گناہ ہوگیا ہو اور وہ اس پر ہر وقت نادم و پشیمان و ترساں و لرزاں ہے۔ جس طرح ایک دزد باطن کہتا ہے کہ "چور پر تو چوری ثابت ہوگئی، مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس کے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا سو اس پر شرمندہ ہے۔ اور رات دن ڈرتا ہے" نہیں نہیں ان کے رب کی قسم جس نے انھیں شفیع المذنبین کیا ان کی شفاعت ہم جیسے روسیاہوں، بدکاروں، سیہ کاروں، ستم گاروں کے لیے ہے۔ جن کا بال بال گناہ میں بندھا ہے جن کے نام سے گناہ بھی ننگ و عار رکھتا ہے۔ ع ترسم آلودہ شد دامن عصیاں از من وَحَسْبُنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ: وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَى الشَّفِيْعِ الْجَمِيْلِ: وَعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ بِالُوْفِ التَّبْجِیْلِ:
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حدیث ۱ و ۲ امام احمد بسند صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور ابن ماجہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
خُیِّرْتُ بَیْنَ الشَّفَاعَۃِ وَبَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ شَطْرُ اُمَّتِیْ الْجَنَّۃَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ لِاَنَّہَا اَعَمُّ وَاَکْفٰی تَرَوْنَہَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ لَا وَلٰکِنَّہَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے میں نے شفاعت لی کہ وہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنے والی ہے۔ کیا تم یہ سمجھ لیے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمان کے لیے ہے نہیں بلکہ ان گناہگاروں کے لیے ہے جو گناہوں میں آلودہ سر اور سخت کار ہیں۔ حدیث ۳ ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
شَفَاعَتِیْ لِلْہَالِکِیْنَ مِنْ اُمَّتِیْ میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لیے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔
حق ہے اے شفیع میرے۔ میں قربان تیرے۔ صلی اللہ علیک حدیث ۴ تا ۸ ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی با فائدہ تصحیح حضرت انس بن مالک ــ اور ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم حضرت جابر بن عبداللہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس ـ اور خطیب بغدادی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق و حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ شَفَاعَتِیْ لِاَہْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ میری شفاعت میری امت میں ان کے لیے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حدیث ۹۔ ابوبکر احمد بن علی بغدادی حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شَفَاعَتِیْ لِاَہْلِ الذُّنُوْبِ مِنْ اُمَّتِیْ میری شفاعت میرے گنہگار امتیوں کے لیے ہے۔ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:۔ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو۔ فرمایا۔
وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِی الدَّرْدَاءِ اگرچہ زانی ہو، اگرچہ چور ہو، برخلاف خواہش ابودرداء کے۔ حدیث ۱۰ و ۱۱۔ طبرانی و بیہقی حضرت بریدہ اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَاَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِاَکْثَرَ مِمَّا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ مِنْ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَّمَدَرٍ۔ یعنی روئے زمین پر جتنے پیڑ پتھر ڈھیلے ہیں میں قیامت میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت فرماؤں گا۔ حدیث ۱۲۔ بخاری مسلم حاکم بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں شَفَاعَتِیْ لِمَنْ شَہِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا یُّصَدِّقُ لِسَانُہٗ قَلْبَہٗ میری شفاعت ہر کلمہ گو کے لیے ہے۔ جو سچے دل سے کلمہ پڑھے کہ زبان کی تصدیق دل کرتا ہو ــ حدیث ۱۳۔ احمد طبرانی و بزار حضرت معاذ بن جبل و حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّهَا اَوْسَعُ لَهُمْ هِيَ لِمَنْ مَاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا شفاعت میں امت کے لیے زیادہ وسعت ہے کہ وہ ہر شخص کے واسطے ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ **حدیث ۱۴**۔ طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اٰتِي جَهَنَّمَ فَاضْرِبُ بَابَهَا فَيُفْتَحُ لِي فَادْخُلُهَا فَاَحْمَدُ اللّٰهَ مَحَامِدَ مَا حَمِدَهُ اَحَدٌ قَبْلِي مِثْلَهُ وَلَا يَحْمَدُهُ اَحَدٌ بَعْدِي مِثْلَهُ ثُمَّ اُخْرِجُ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لے جاؤں گا وہاں خدا کی تعریفیں کروں گا ایسی کہ نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں۔ نہ میرے بعد کوئی کرے۔ پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لوں گا جس نے خالص دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کہا۔ **حدیث ۱۵**۔ حاکم بافادہ تصحیح اور طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ يُوضَعُ لِلْاَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَيَبْقٰى مِنْبَرِي وَلَمْ اَجْلِسْ، لَا اَزَالُ اَتِيْمُ خَشْيَةً اَنْ اُدْخَلَ الْجَنَّةَ وَيَبْقٰى اُمَّتِي بَعْدِي فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا مُحَمَّدُ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ؟ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَمَا اَزَالُ حَتّٰى اُعْطٰى رَقًا قَدْ بُعِثَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَحَتّٰى اَنَّ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ يَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِي اُمَّتِكَ مِنْ بَقِيَّةٍ۔ انبیاء کے لیے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر باقی رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب کے حضور سرو قد کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے۔ پھر عرض کروں گا اے رب میرے میری امت میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں؟ عرض کروں گا اے رب میرے ان کا حساب جلد فرما دے۔ بس میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے رہائی کی چٹھیاں ملیں گی جنھیں دوزخ بھیج چکے تھے یہاں تک کہ مالک داروغہ دوزخ عرض کریگا۔ اے محمد آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ **حدیث ۱۶ تا ۲۱**۔ بخاری و مسلم و نسائی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد بسند حسن۔ اور بخاری تاریخ میں۔ اور بزار، طبرانی و بیہقی و ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس۔ اور احمد بسند حسن و بزار بسند جید و دارمی و ابن شیبہ و ابویعلیٰ و ابونعیم و بیہقی حضرت ابوذر۔ اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری۔ اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید اور احمد باسناد حسن۔ اور ابن شیبہ و طبرانی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی۔ واللفظ لجابر قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُعْطِيْتُ مَا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي اِلٰى قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ — ان چھوؤں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں شفیع مقرر کر دیا گیا اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔ **حدیث ۲۲ و ۲۳**۔ ابن عباس و ابوسعید و ابوموسیٰ سے انھیں حدیثوں میں وہ مضمون بھی ہے جو احمد و بخاری و مسلم نے انس اور شیخین نے ابو ہریرہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً قَدْ دَعَا بِهٖ

فِیْ اُمَّتِہٖ وَ اُسْتَجِیْبَ لَہٗ (وھذا اللفظ لانس وَلَفْظُ اَبِیْ سَعِیْدٍ) لَیْسَ مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِیَ دَعْوَۃً فَتَعَجَّلَھَا (ولفظ ابن عباس) لَمْ یَبْقَ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ لَہٗ (ورجعنا الی لفظ انس والفاظ الباقین بمثلہ معنی) قَالَ وَاِنِّیْ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (زاد ابوموسیٰ) جَعَلْتُھَا لِمَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ اگرچہ ہزاروں دعائیں قبول ہوتی ہیں مگر ایک دعا انھیں خاص جناب باری تبارک وتعالیٰ سے ملتی ہے کہ جو چاہو مانگ لو۔ بے شک دیا جائے گا تمام انبیاء آدم سے عیسیٰ تک علیہم الصلوٰۃ والسلام سب اپنی اپنی وہ دعا دنیا میں کر چکے۔ اور میں نے آخرت کے لیے اٹھا رکھی۔ وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لیے۔ قیامت کے دن میں نے اسے اپنی ساری امت کے لیے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اٹھی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِجَاھِہٖ عِنْدَکَ اٰمِیْن۔ اللہ اکبر۔ اے گنہگاران امت! کیا تم نے اپنے مالک ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کمال رافت ورحمت اپنے حال پر نہ دیکھی، کہ بارگاہ الٰہی عزّ جلالہ سے تین سوال حضور کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو۔ عطا ہوگا حضور نے کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لیے نہ رکھا۔ سب تمہارے ہی کام میں صرف فرما دیے دو سوال دنیا میں کئے وہ بھی تمہارے ہی واسطے ــــ تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولا رؤف ورحیم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہوگا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حق فرمایا۔ حضرت حق عزوجل نے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ واللہ العظیم قسم اس کی جس نے انھیں ہم پر مہربان کیا کہ ہرگز ہرگز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک امتی پر مہربان ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی! تو ہمارا عجز وضعف اور ان کے حقوق عظیمہ کی عظمت جانتا ہے اے قادر! اے واجد! اے ماجد! ہماری طرف سے ان پر اور ان کی آل پر وہ برکت والی درودیں نازل فرما جو ان کے حقوق کو وافی ہوں اور ان کی رحمتوں کو مکافی اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ قَدْرَ رَأْفَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ بِاُمَّتِہٖ وَرَحْمَتِکَ بِہٖ اٰمِیْنَ اِلٰہَ الْحَقِّ اٰمِیْن۔ سبحان اللہ! امتیوں نے ان کی رحمتوں کا یہ معاوضہ رکھا کہ کوئی افضلیت میں تشکیکیں نکالتا ہے، کوئی ان کی شفاعت میں شبہ ڈالتا ہے، کوئی ان کی تعریف اپنی سی جانتا ہے کوئی ان کی تعظیم پر بگڑ کر گرتا ہے۔ افعال محبت کا بدعت نام ــــ اجلال وادب پر شرک کے احکام۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ **حدیث ۲۴**۔ صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کر لی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ۔ الٰہی میری امت کی مغفرت فرما الٰہی میری امت کی مغفرت فرما وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَۃَ لِیَوْمٍ یَّرْغَبُ اِلَیَّ فِیْہِ الْخَلْقُ حَتّٰی اِبْرَاھِیْمُ اور تیسری عرض اس دنیا کے لیے اٹھا رکھی جس میں تمام مخلوق الٰہی میری طرف نیازمند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَصَلّٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ **حدیث ۲۵**۔ بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب اسریٰ اپنے رب سے عرض کی تو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ یہ فضائل بخشے رب عز مجدہ نے فرمایا۔ أُعْطِيْتُكَ خَيْرًا مِنْ ذَالِكَ (الی قولہ) خَبَأْتُ شَفَاعَتَكَ وَلَمْ أَخْبَأْهَا لِنَبِيٍّ غَيْرِكَ میں نے تجھے عطا فرمایا وہ ان سب سے، میں نے تیرے لیے شفاعت چھپا رکھی ہے اور تیرے سوا دوسرے کو نہ دی۔ **حدیث ۲۶** ابی شیبہ و ترمذی بافادۂ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ و حاکم بحکم تصحیح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ. قیامت کے دن میں انبیاء کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت والا ہوں گا اور یہ کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرمایا۔ **حدیث ۲۷ تا ۴۰**۔ ابن منیع حضرت زید بن ارقم وغیرہ چودہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِهَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِهَا میری شفاعت روز قیامت حق ہے۔ جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کرکے شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّكَ هَدَيْتَ فَآمَنَّا بِشَفَاعَةِ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَاجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؛ يَا أَهْلَ التَّقْوٰى وَأَهْلَ الْمَغْفِرَةِ ؛ وَاجْعَلْ أَشْرَفَ صَلَوَاتِكَ ؛ وَأَنْمٰى بَرَكَاتِكَ ؛ وَأَزْكٰى تَحِيَّاتِكَ ؛ عَلٰى هٰذَا الْحَبِيْبِ الْمُجْتَبٰى ؛ وَالشَّفِيْعِ الْمُرْتَجٰى ؛ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ دَائِمًا أَبَدًا۔ اٰمِيْن اٰمِيْن يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

****

(امام المحدثین، فاضل بریلوی)

فرمان امام اہلسنت مجدد دین و ملت

الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

"امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ و بانت منہ امرأتہ۔ جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔ دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے، کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا یا اہل کلمہ نہیں ہوتا، سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول نہ کلمہ مقبول، والعیاذ باللہ رب العالمین"

حضرت رضا کی میلاد نگاری

پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی

مولانا احمد رضا خان ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے حاصل کی۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ پیر و مرشد نے انہیں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں اس سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وفات پائی۔ مولانا موصوف معقولات و منقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری تھے۔ ان کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" اردو تراجم میں اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اردو فارسی عربی زبانوں کے انشا پرداز، ادیب، واعظ، مناظر، فقیہ، محدث، مفکر، مفسر، مصنف اور مولف تھے۔ شاعری میں بھی کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تقریباً تمام علوم میں علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

"تجلی الیقین مع تمہید ایمان" ان کا میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۸۵ء ہے اور ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامے میں آیات قرآنی و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور خاتم لنبیین ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ سے لے کر فتح مکہ تک کے تمام حالات و فضائل شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میلاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بھی تمام احادیث و آیات جمع کی گئی ہیں۔ اس میلاد نامے میں چار باب ہیں اور ہر باب کا نام ہیکل تجویز کیا گیا ہے۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ کا بیان ہے۔ ہیکل دوم کی تابش اول میں چند وحی ربانی، تابش دوم میں ارشادات عالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ تابش سوم میں طرق روایات حدیث تابش چہارم میں صحابہ کبار رضوان اللہ اجمعین کے آثار اور اقوال علمائے کتب سابقہ مرقوم ہیں۔ ان سب روایات کو معتبر و مستند کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے اور حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

★ پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی نے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا "اردو میلاد نامے" موصوف نے اس مقالے میں امام احمد رضا کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہم جناب اعجاز اشرف نظامی کے شکریہ کے ساتھ مقالے کا یہ حصہ پیش کررہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے بھی ممنون ہیں۔

ادارہ

مولانا احمد رضا خاں نے میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ و نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کئے ہیں۔ محافل میلاد میں مولانا احمد رضا خاں کا قصیدہ نور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ۵۹۔ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کے سینتالیس (۴۷) مطلع ہیں۔ صنائع بدائع' روزمرہ محاورات' زور بیاں و برجستگی اور سلاست و روانی اس قصیدے کے نمایاں اوصاف ہیں۔ قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں' الٰہی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
ذرے مہر قدس تک ترے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

(۱)

مولانا احمد رضا خاں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے اپنے اس متذکرہ بالا قصیدہ میں ایک لحاظ سے **قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین** کی تفسیر بیان کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا مطہرہ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازا چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لا مکاں تک جن کا رمنا نور کا
ک گیسو' ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(۲)

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے شاعر کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت بھی ہوتی ہے۔ آدم سے لے کر بے شمار انبیاء و رسل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کے وسیلے سے اپنے درپیش مصائب و آلام سے رہائی پائی۔ مولانا احمد رضا خاں اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے' رقمطراز ہیں :

کنز مکتوم ازل میں
در مکنون خدا ہو
سب سے اول سب سے آخر
ابتداء ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم
اصل مقصود ہدیٰ ہو
سب بشارت کی اذاں تھے
تم اذاں کا مدعا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے
تم موخر مبتدا ہو
قرب حق کی منزلیں تھے
تم سفر کا منتہا ہو
سب تمہارے آگے شافع
تم حضور کبریا ہو

(۳)

شاعر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا کرنا اور اس کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہوجائیں اور وہ اس سلسلہ میں کسی مصلحت کوشی کے روادار نہیں ہیں۔ میلاد کے تذکار کو عام کرنے کے لئے مدحت سرائی کا انداز دیکھئے :

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صر صر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جبتک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

(۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ایک یہودی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ نبی کی پیدائش پر طلوع ہوا کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ ان سعادتوں کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں یوں مدحت سرا ہیں :

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

(۵)

رضا بریلوی نے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کی تو اسے شہرت دوام اور قبولیت عام نصیب ہوئی۔ انہوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی شعری انفرادیت اور ندرت خیال' دلکش انداز سے جھلکتی ہے۔ میلاد کے دن کی عظمت و جلالت کے اظہار میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں :

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

(٦)

رضا بریلوی کا قصیدہ معراجیہ ٦٧۔ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں قرب الٰہی' زمان و مکان اور اطراف و حدود کے تعینات اور معراج کے مشاہدات اور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا مترنم بحر اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہے۔ اس میں روانی و تسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی ان کی جودت و جدت طبع کی آئینہ دار ہے۔ چند شعر درج ہیں ملاحظہ کیجئے :

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی انکے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی' جگہ جگہ نصب آئینہ تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر' صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جماکر' کھڑے سلامی کے واسطے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا' نکھار ہر شے کا ہورہا تھا
نجوم و افلاک' جام و مینا' اجالتے تھے' کنگھالتے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن' لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پہ یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے' چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا' ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا' جمال و رحمت ابھارتے تھے

(٧)

میلاد میں ادب و احترام سے کھڑے ہوکر سلام پڑھنا اس مقدس محفل کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔ میلاد نگاروں اور باکمال شعرا نے سلام لکھتے وقت اظہار عقیدت و محبت کی صحیح ترجمانی کرنے کی بھرپور کوشش کی ہیں اور ان سلاموں میں بعض تو اس قدر زباں زد خاص و عام ہوگئے ہیں کہ قریباً ہرذی شعور ان سے بخوبی واقف ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا سلام اردو زبان کا سب سے زیادہ مقبول سلام ہے۔ یہ سلام ١٦٧۔ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کو اتنی شہرت ملی ہے کہ میلاد کی محفلوں' نعت خوانی کے علاوہ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں تمام اہم تقریبات پر بالخصوص اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد بالعموم اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں کا سلام سراپائے اطہر پر مشتمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور شیفتگی و وابستگی کی شدت کا اظہار' زور بیان میں علمی وجاہت' مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ' ان کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا اور عہد طفولیت سے لے کر عہد نبوت تک کا نقشہ ایسے دلپذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت

مقدسہ سامنے آجاتی ہے۔ سلام کے چند مشہور شعر ملاحظہ ہوں :

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
اونچی بینی کہ رفعت پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
(۸)

پہلے شعر میں جان رحمت اور شمع بزم ہدایت کی ترکیبیں اسرار و معانی کے خزانے ہیں، چھٹے شعر میں فتح باب نبوت اور ختم دور رسالت کے الفاظ سے نبوت و رسالت کی پوری تاریخ واضع طور پر بیان کردی ہے۔ ساتویں شعر میں نائب دست قدرت ہونے کی ثبوت میں رجعت شمس اور شق القمر کے مشہور معجزات کی نشان دہی کرکے حجت تمام کردی ہے۔

درج ذیل چند اشعار میں سراپائے مبارک کی چند جھلکیاں زور بیان کے ساتھ دیکھئے :

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام
(سایہ مرحمت)

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
(قد مبارک)

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
(فرق اقدس)

وہ کرم کی گھٹا گیسوے مشک سا
لکہ ابر رافت پہ لاکھوں سلام
(گیسوئے مبارک)

لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام
(شانہ مبارک)

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
(مانگ)(۹)

مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا خاں کے سلام کا رنگ شاعری جھلکتا ہے۔ انہوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کیا ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں :

خاص محبوب خدا ختم رسالت پر سلام
عین رحمت شافع روز قیامت پر سلام
مبتدا صلی علیٰ چین جبین با صفا
نور کی دریائے امواج لطافت پر سلام
چشم پر ابرو بعینہ مد ہے سورۃ صاد کا
دونوں ابروئے مبارک کی شہادت پر سلام
مصحف رخسار حضرت مظہر انوار غیب
روئے قدس مطلع صبح صداقت پر سلام
(۱۰)

مولانا کافی کے سلام میں قافیہ و موضوع کی یکسانیت کے باوجود تقابلی جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری و فنی لحاظ سے کہیں زیادہ موثر ہے جس میں اسرار معرفت کے لاتعداد گہرہائے گرانمایہ بھی چلے آرہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کے قصیدہ میلادیہ، معراجیہ اور سلام کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے نظم و نثر کے شاہکاروں میں سوز عشق و محبت اوج کمال پر ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے انہوں نے پیش کئے ہیں۔ ان کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات و باطنی رجحانات پر مشتمل ہیں۔ مولانا کے اس جذبہ صادق کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں :

"احمد رضا خاں بریلوی کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے، وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔" (۱۱)

حافظ احسان الحق نے اپنے حج و زیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سلام وہاں کی محافل میلاد میں بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ (۱۲)

مولانا احمد رضا خاں کی میلادیہ و نعتیہ شاعری توصیف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے (۱۳)۔ ان کے اشعار میں شوکت الفاظ، معنی آفرینی، ندرت بیان، عجز و فروتنی اور وفور عقیدت کی جگمگاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے واردات قلبی کو شعر کی زبان بخشی ہے اور ان جذبات کے اظہار کی بے ساختگی بھی جا بجا نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ہے، "**المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ**" کے نام سے دوبارہ چھپی ہے۔ اس میں مولانا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے حالات و واقعات مدلل اور مفصل انداز سے بیان کئے ہیں۔ آخر میں سلام دیا گیا ہے۔ اس تقریر کی اشاعت سید ایوب علی رضوی کی فرمائش پر ہوئی۔ (۱۴)

۱۔ حدائق بخشش کامل حصہ دوم (مولانا احمد رضا خاں بریلوی)
شبیر برادرز اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء ص : ۲۔۳
۲۔ ایضا ص : ۲۔۳
۳۔ حدائق بخشش کامل حصہ دوم ص : ۳۹۔۴۰
۴۔ حدائق بخشش کامل (حصہ اول) ص : ۵۶
۵۔ ایضا" ص : ۴۹۔۵۰
۶۔ ایضا" ص : ۱۷
۷۔ حدائق بخشش کامل (مولانا احمد رضا خاں بریلوی)
ص : ۸۶ تا ۹۱
۸۔ حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی)
ص : ۴۳۲۔۴۵۳۔۴۵۴
۹۔ حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) متفرق صفحات ۴۳۲ تا ۴۴۶
۱۰۔ دیوان کافی (مولانا کفایت علی کافی) ص : ۳۲
۱۱۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت' کراچی نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۵ء
ص : ۲۸
۱۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ' گوجرانوالہ' اپریل ۱۹۷۱ء
ص : ۳
۱۳۔ ماہنامہ کنزالایمان لاہور دسمبر ۱۹۹۱ء ص : ۴
۱۴۔ **المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ** (احمد رضا خاں بریلوی)
مرکزی رضوی کتب خانہ' تاجپورہ لاہور۔

پروفیسر سیّد امین اشرف

(شعبۂ انگریزی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

انھوں نے شیفتگی کو شوریدگی میں جس خوبی سے سمویا ہے اور اسے احترام کے قالب میں جس انداز سے ڈھالا ہے وہ ادب کا ایک جاندار حصہ ہے ـــــ اُن کے قصیدے، وسعتِ خیال، نزاکتِ مضمون، زبان و بیان کی طرحداری اور مجموعی شاعرانہ دل کشی کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے اور اُن کی غزلوں میں ایک ایسی کیفیت ملتی ہے جو دل کی طلب کو سرمستیوں میں ڈبو کر نعرۂ مستانہ بنا دیتی ہے ـــــ

(ماہنامہ قاری (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۵۵۵)

فتاویٰ رضویہ کے فقہی مصادر

تحریر : ڈاکٹر محمد طفیل
(ادارۂ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ/ ۱۸۵۶ء- ۱۹۲۱ء) برصغیر پاک و ہند کے ایک نامور عالم دین تھے۔ ان کے ہاں دین کا تصور اس قدر وسیع ہے کہ وہ زندگی کے تمام علوم و فنون کا احاطہ کرتا ہے۔ "الاجازۃ الرضویہ" کی روایت ہے کہ امام رضا کو بچپن علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ان علوم میں شرعی، عقلی، اور نقلی سبھی قسم کے علوم و فنون شامل ہیں۔ جبکہ ان علوم کی تعداد میں اضافہ ممکن ہے۔ کیونکہ جدید علوم کی ایجاد سے بعض نئے نکات سامنے آرہے ہیں جو امام احمد رضا کے علوم میں اضافہ کا باعث بنتے رہیں گے۔

علوم شرعیہ قرآن حکیم، حدیث نبوی، فقہ، علم الکلام، سیرت، تصوف اور علم میراث کے علاوہ امام احمد رضا کو جن عقلی علوم میں کمال حاصل تھا اور جن علوم میں آپ کی چھوٹی بڑی تصنیف موجود ہے، ان کی تعداد بھی بیس علوم سے زیادہ ہے اور ان علوم پر امام احمد رضا کے ۱۰۵ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ رسائل ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں محفوظ ہیں۔ جبکہ محترم جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں تیس سے زیادہ علوم و فنون کے ایک سو(۱۰۰) سے زائد مخطوطات کے عکس موجود ہیں۔

اگرچہ ان سب علوم و فنون میں امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے علمی روایت کو آگے بڑھایا اور ان میں جدید فکر کا اضافہ کیا۔ لیکن جس علم نے آپ کو شہرت دوام بخشی وہ علم فقہ ہے۔ جس کا خمیر انسانی زندگی سے اٹھایا جاتا ہے۔ اور اس میں حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ فقہ اسلامی کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں عبادات، مناکحات، معاملات اور معاہدات کے ہر پہلو سے بحث کی جاتی ہے۔ جو قبل از پیدائش سے بعد از وفات کے تمام امور کو محیط ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کو فقہ اسلامی پر کامل عبور حاصل تھا۔ اور فقہی جزئیات ان کے نوک زبان رہتی

تھیں۔ انھوں نے علوم شرعیہ، خصوصا فقہ اسلامی کا عمیق تقابلی مطالعہ کیا تھا۔ جس کا علمی اور عملی ثبوت ہمارے پاس "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کی شکل میں موجود ہے۔ یہ کتاب در حقیقت فقہ اسلامی کا ایک دائرہ معارف ہے۔ اگر فتاویٰ رضویہ میں بیان کردہ مسائل کو انضباطی ترتیب سے مرتب کیا جائے تو یقین ہے کہ یہ فقہ اسلامی کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ کی گیارہ جلدیں حجازی سائز پر طبع ہوچکی ہیں اور بارہویں جلد زیر ترتیب ہے۔ راقم الحروف کی معلومات کی حد تک امام احمد رضا کے فتاویٰ بارہ جلدوں میں بھی مکمل نہیں ہوں گے، کیونکہ ابھی تک ان کے سارے فتاویٰ تک رسائی ممکن نہیں ہوئی۔

اعداد و شمار کے مطالعہ سے فتاویٰ رضویہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ گیارہ جلدیں ۶۶۰۳ صفحات پر مشتمل ہیں جو پانچ ہزار سے زائد مسائل کے فتاویٰ اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں۔ یہ فتاویٰ ۱۳۶۳ علمائے کرام اور ۳۶۳۹ عام افراد نے دریافت کئے تھے۔

فتاویٰ نویسی کا عام انداز یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی خدمت میں مطلوبہ مسائل استفتاء کی شکل میں پیش کیے جاتے رہے اور امام احمد رضا ہر مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور اس کے جزوی اور ضمنی امور کا شرعی حکم بیان کرتے رہے۔ مسائل میں وسعت کا یہ عالم ہے کہ قریباً تمام انسانی امور فتاویٰ رضویہ میں شامل ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا بریلوی نے یہ اسلوب اپنایا ہے کہ وہ ابتداء میں مسئولہ موضوع کی لغوی اور اصلاحی تعریف بیان کرتے ہیں، موضوع کی تقسیم کرکے مطلوبہ پہلو اجاگر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مسئولہ قسم کی شرعی حکم بیان کرتے ہیں۔ ایسا کرتے وقت وہ قرآن، حدیث، اقوال آئمہ، فقہی آراء اور اسلاف کے فتاویٰ سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ اگر زیر غور مسئلہ کے بارے میں فقہی اختلاف موجود ہو، تو اسے اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ حنفی مسلک کی فضیلت اور برتری واضح ہوجاتی ہے۔

امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں اجتھاد سے بھی کام لیا ہے وہ زیر مطالعہ موضوع پر اسلاف کے اقوال اور ادلہ پیش کرکے "اقول" کہہ کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ "اقول" کے تحت وہ مختلف آراء میں تطبیق یا ترجیح قائم کرتے ہیں۔ محاکمہ یا اصلاح کرتے ہیں اور نئے دلائل کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس طرح سے امام احمد رضا بریلوی فقہی روایت کو ترقی دیتے اور اس میں برصغیر کی فکر کو سمودیتے ہیں جو فقہی ادب میں ان کا اضافہ شمار ہوتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل مفتی صورت مسئولہ کا محض شرعی حکم بیان نہیں کرتے بلکہ وہ صورت مسئلہ کے تمام ممکنہ پہلوؤں کو علمی انداز میں زیر بحث لاتے ہیں۔ اس لئے بعض فتاویٰ بہت طویل ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی طویل فتاویٰ کی حقیقت سے آگاہ تھے۔ اس لئے آپ نے کئی مسائل پر فتاویٰ تحریر کرتے وقت مستقل رسائل تصنیف کئے اور ان رسائل کے نام تاریخی انداز میں تحریر کئے کہ ہر رسالہ

کے نام سے اس کا سن تصنیف واضح ہوتا ہے۔ یہ رسائل فتاویٰ رضویہ کی تمام مطبوعہ گیارہ جلدوں میں شامل ہیں۔ جن کی تعداد ۱۳۲ ہے۔ ان میں سے قدیم ترین رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" ۱۳۰۱ھ میں تحریر ہوا اور مطبوعہ فتاویٰ کی دوسری جلد میں شامل اشاعت ہے۔ یہ سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا چناں چہ امام احمد رضا بریلوی کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی جبکہ ۱۳۳۹ھ کے (مختلف موضوعات پر) درج ذیل چھ رسائل شامل اشاعت ہیں جو ان کی علمی وسعت کا ثبوت ہیں۔

۱۔ سرور العید السعید فی حل دعاء بعد صلوۃ العید، مشمولہ جلد سوم
۲۔ جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور، مشمولہ جلد چہارم
۳۔ نابغ النور علی سوالات جبلفور، مشمولہ جلد ہشتم
۴۔ حب العوار عن مخدوم البھار، مشمولہ جلد ہشتم
۵۔ نزول آیات الفرقان بسکون زمین و آسمان، مشمولہ جلد نہم
۶۔ رسالتہ المعجتہ الموتمنہ فی آیتہ الممتحنہ، مشمولہ جلد دہم

یہ علمی رسائل عموماً ان سوالات کے جواب میں تصنیف ہوئے، جو علمائے کرام کی طرف سے پوچھے گئے۔ ان رسائل کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں نہایت دقیق علمی امور بیان کئے گئے ہیں اور ہر بات عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ عام فتاویٰ اور ان رسائل کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی علمیت، معاملہ فہمی اور وسعت مطالعہ کے جوہر انھیں رسائل میں کھلتے ہیں، کیونکہ ان رسائل میں امام احمد رضا بریلوی اہل علم سے مخاطب ہوتے اور مقتضائے حال کے مطابق بات کرتے ہیں۔ پھر علمائے کرام کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ حوالہ اور ماخذ کی نشان دہی کے بغیر نہ کوئی بات کہتے اور نہ ہی درست مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ عموماً اور اس میں رسائل خصوصاً حوالہ جات اور ماخذ و مصادر سے مزین ہیں۔ یہ اسلوب ان رسائل کو علمی دنیا میں اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔

جدید تحقیق کا یہ خاصہ ہے کہ وہ کسی ماخذ یا مرجع کے بغیر کوئی فکر، تصور، نظریہ، رائے یا قول قبول نہیں کرتی۔ کسی بھی موضوع یا نظریے کو جب تک دلیل کی تائید اور مراجع کی توثیق حاصل نہ ہو وہ شخصی خیال یا ذاتی رائے تک محدود رہتی ہے۔ اسی طرح تحقیق میں فرضیے یا مفروضے کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ فتاویٰ ادب کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ استفتاء کو فرضیے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور فتویٰ کے دلائل اس کی منہج (METHODOLOGY) متعین کرتے ہیں۔ جبکہ مصادر (SOURCES) تحقیق کی درجہ بندی کرتے اور اس کے مقام و مرتبہ کی نشان دہی کرتے ہیں۔

دینی علوم میں مصادر کی اہمیت انتہائی زیادہ ہے۔ کیونکہ جو شخص کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر کوئی امر بیان کرتا ہے، اس کا عقیدہ بھی مجروح ہوسکتا ہے اور جب ایک مسلم عالم اور فقیہ ملی اہمیت کے موضوعات پر علمی نکات بیان کرے، تو اصلی مصادر کی اہمیت

ضرورت اور افادیت میں کئی چند اضافہ ہوجاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے زندگی کے امور میں دینی روایت کو آگے بڑھایا' عالمی دینی ادب میں برصغیر کی فکر کو سمویا' فقہ حنفی کو برصغیر میں وسعت دینے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ نیز انھوں نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے برصغیر میں اسلام کو ہندو ثقافت کے تسلط سے آزاد کرایا۔ یہ کام ایک مجتہد ہی سرانجام دے سکتا تھا۔ اس لئے امام احمد رضا بریلوی مصادر اور مراجع کی ضرورت' اہمیت اور افادیت سے بخوبی آگاہ تھے۔

امام احمد رضا بریلوی (۱۸۵۶۔ ۱۹۲۱) برصغیر کے اس دور میں زندہ تھے' جس میں سیاسی اکھاڑ پچھاڑ' فکری انتشار اور دینی نزاعات زوروں پر تھے۔ اور برصغیر میں دینی فکر اپنے تشکیلی مراحل طے کررہی تھی' چناں چہ تصوف اور سلفیت کے معرکے' کلامی مسائل کا غلبہ اور عقلی شعور کا اضافہ اس امر کا تقاضا کرتے تھے کہ فقہی اور کلامی مسائل کا حل اس انداز سے پیش کیا جائے جسے اجتہادی بصیرت' عقلی دلائل اور اصلی ماخذ کی تائید و حمایت بدرجہ اتم حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے اپنی تمام تصانیف میں عموماً اور فتاویٰ رضویہ میں خصوصا پورا اہتمام کیا ہے کہ وہ کوئی مسئلہ دلیل اور حوالہ کے بغیر تحریر نہ کریں۔

فاضل بریلوی نے مصادر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مفتی کے لئے یہی کافی نہیں کہ مختلف اقوال نقل کردے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکے اور قول فیصل صادر کرسکے۔ ظاہر ہے قول فیصل صادر کرنے اور ترجیحی قول کو اپنانے کے لئے مختلف ماخذ سے استفادے کی ضرورت ہوگی اور ان کا مطالعہ از بس ضروری ہوگا۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس اصول کو اپنے فتاویٰ میں پیش نظر رکھا۔ جس کی ایک مثال "گز" کے بارے میں آپ کا ابتدائی عمر کا ایک فتویٰ ہے' جس میں اہل علم کے تین اقوال نقل کرکے پہلے قول کو ترجیح دی اور اس ترجیح کی تائید میں ۱۳ کتب فقہ سے ۲۲ حوالے پیش کئے۔

امام احمد رضا بریلوی کے تلمیذ رشید اور خلیفہ صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام احمد رضا کی فتویٰ نویسی بیشتر املاء کی صورت میں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود آپ کے فتاویٰ کثیر التعداد قرآنی آیات' احادیث نبویہ اور روایات اصول و فروع کی گراں بہا عبارات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حرمت سجدہ تحیہ کے ثبوت میں متعدد آیات قرآنی' چالیس احادیث اور قریباً ڈیڑھ صد فقہی نصوص سے استفادے کی روایت آج بھی فتاویٰ رضویہ کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ یہ نصوص اپنے ماخذ کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں حوالوں کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ کئی امور سے لگایا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ایک چھوٹی سی عبارت نقل کرتے ہیں' لیکن عبارت کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کئی اساسی کتب کے حوالے درج کرتے ہیں۔ جس کی مثال ملاحظہ کیجئے :

"لو قال کلما حل نجم ولم تود فالمال حال ضع وصار حالا"

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ٦)

یہ مختصر سی عبارت خلاصہ الفتاویٰ' فتاویٰ بزازیہ' طحطاوی اور الدر المختار سے منقول ہے۔ ان سب کتب کا تعلق فقہ حنفی سے ہے۔

دوسری مثال ملاحظہ کیجئے :

سونے چاندی کے بوتام بطور مذکور لگانے جائز ہیں۔ اس حکم کا حوالہ **السیر** الکبیر' ذخیرۃ الفتاویٰ' **المنتقی**' فتاویٰ تاتارخانیہ' الدر **المحتار**' **طحطاوی** اور فتاویٰ عالمگیری جیسی معتمد کتب فقہ حنفی سے ثابت ہے۔ (ج ۱۰ ص ۴۱)

پہلے تحریر ہوا کہ امام احمد رضا بریلوی کے علمی جوہر ایسے فتاویٰ میں کھلتے ہیں جو علمائے کرام دریافت کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک فتوی گیارہویں جلد میں شامل ہے۔ جس کا استفتاء مولانا عبدالسمیع نے رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ میں میرٹھ سے بھیجا تھا۔ اس استفتاء میں دریافت کیا گیا تھا کہ منی آرڈر کی فیس ربا ہے یا اجرت؟ اس استفتاء کے جواب میں آپ نے "المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر" نامی رسالہ تحریر فرمایا جو فتاویٰ کے قریبا بائیس صفحات پر مشتمل ہے اور یہ فتوی تحریر کرتے وقت قریباً سو کتب سے استفادہ کیا گیا۔

استفتاء یہ تھا کہ ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے مختصر جواب تحریر فرمایا "اصل وضع میں تملیک ھبہ سے عام ہے' (ج ۸ ص ٦٣)۔ اسی موضوع پر "فتح الملیک فی حکم التملیک" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا اور اس رسالہ میں بیس بلند پایہ کتب فقہ حنفی سے استفادہ کیا۔ نیز ہبہ اور تملیک کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرکے اپنے دعوی کو ثابت کیا۔

مذکورہ امور سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا شاہکار اور دینی معلومات کا خزینہ ہے۔ جس کا مواد فقہ حنفی کی فکر سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی طرح فتاویٰ رضویہ نے بھی برصغیر میں فقہ حنفی کو رواج دینے اور مقبول بنانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ فتاویٰ عالمگیری عربی زبان میں ہے اور اس میں شامل جزئیات کے جوابات بھی مختصر ہیں۔ جبکہ فتاویٰ رضویہ کا بڑا حصہ اردو زبان میں ہے۔ اس کا مواد مقامی مسائل کا عکاس ہے۔ نیز امام احمد رضا بریلوی نے مسائل کو معروضی انداز میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس لئے بادی النظر میں برصغیر میں فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں فتاویٰ رضویہ کا کردار زیادہ وقیع' موثر اور دیرپا ہے۔ جس کے اثرات عام لوگوں کی زندگیوں میں آج بھی نمایاں ہیں۔

امام احمد رضا اور علوم عقلیہ

علامہ مفتی شبیر حسن رضوی'
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی (بھارت)

امام احمد رضا کی ذات والا صفات عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں۔ محققین و محبین نے مختلف جہات سے قوم کے سامنے تعارف و تعریف پیش فرمایا' لیکن حق یہ ہے کہ حق تعارف کماحقہ اب تک ادا نہ ہوسکا۔ میں اپنے اس دعوے کو بحمد اللہ مبرہن کرسکتا ہوں۔ چونکہ تعارف معرفت کی فرع ہے اور کسی شے کی جب تک معرفت صحیح نہ ہوجائے اس کی صحیح تعریف و معرفت کیسے کرائی جاسکتی ہے؟ مگر حسب مقدور محققین نے تعارف پیش فرمایا۔ الحمد للہ' فقیر کا بھی ایک مضمون "امام احمد رضا... بحیثیت منطقی و فلسفی" کے عنوان سے شائع ہوا۔ بعض محبین نے اظہار خیال فرمایا کہ وہی مضمون مزید بسط و شرح کے ساتھ پھر شائع کیا جائے۔ مجھ بے بضاعت کے لئے یہ امر بڑا ہی دشوار و عسیر کہ بڑے بڑے دانشوران قوم اور ماہرین زمانہ نے اس میدان میں تگ و دو کی' سب نے قلم اٹھایا اور بالآخر انھیں کہنا پڑا کہ :

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

مگر احباب کی خواہشات بقدر وسعت پوری کرنے کے لئے اور خادمین امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شمار میں آنے کی خاطر امام موصوف کے کچھ منطقیانہ و فلسفیانہ زاویوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ **فالحمد للہ رب العالمین** امام موصوف کو جس علم میں جس حیثیت سے بھی دیکھا جاتا ہے وہ اس فن کے امام بلکہ امام الائمہ نظر آتے ہیں۔ نحو ہو یا صرف' ادب ہو یا معانی و بیان' فقہ ہو یا اصول فقہ' حدیث ہو یا اصول حدیث' تفسیر ہو یا اصول تفسیر' منطق ہو یا فلسفہ' علوم جدیدہ ہوں خواہ علوم قدیمہ امام موصوف ان سارے علوم میں مقتدیٰ و امام بلکہ بعض علوم میں موجد و مجتہد نظر آتے ہیں۔ آج تک سارے مناطقہ و فلاسفہ تدقیق کے نام پر جان دیتے رہے اور فضول تعمقات و لغویات کو تحقیق جانتے رہے حالانکہ تحقیق جس وصف کمال کا

نام ہے سفہائے فلاسفہ اس سے کوسوں دور رہے۔ آیئے اب مناطقہ و فلاسفہ کی تحقیقات کا جائزہ لینے اور ان کے سفہ و جہل کا اندازہ لگاتے ہوئے امام احمد رضا کی فلسفہ و منطق دانی سے موازنہ کیجئے۔

تعریف علم کی تحقیقی ترجیحات :

مناطقہ نے علم کی تعریف کی ہے۔ ”حصول صورۃ الشی فی العقل“ ہے۔ شئی کی صورت کا عقل میں حاصل ہونے کو علم کہتے ہیں.اور بعض نے یوں تعریف کیا ہے۔ **الصورۃ الحاصلتہ فی الشئی عندالعقل**”عقل کے نزدیک چھپی ہوئی صورت کو علم کہتے ہیں۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ **قبول النفس لتک الصورۃ یا قبول النفس الصورۃ الحاصلتہ**“ صورت حاصلہ کو نفس کے قبول کرلینے کو علم کہتے ہیں۔ بعض نے یوں تعریف بیان کی ”**الاضافتہ الحاصلتہ' بین العالم و العلوم**“ عالم و معلوم کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اسی کو علم کہتے ہیں۔ یہ تعریف فلاسفہ یونان کی ایک جماعت کی ہے۔ اسی تعریف علم پر اعتماد کرتے ہوئے جاہلوں نے مولیٰ تعالیٰ عزشانہ کو جاہل کہہ دیا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذالک تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا**“

ان سفہا کی تقریر ذلیل و رذیل یہ ہے کہ علم نسبت کا نام ہے اور نسبت دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے اور دو چیزیں آپس میں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر باری تعالیٰ اپنے آپ کو جانتا ہے تو وہی عالم وہی معلوم۔ حالانکہ عالم و معلوم میں مغائرت ہوتی ہے اور باری تعالیٰ کے اپنے آپ کو جاننے میں مغائرت نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو نہیں جانتا اور جو اپنے آپ کو نہ جانے وہ بھلا دوسرے کو کیسے جان سکتا ہے؟ **نعوذ باللہ من ذالک۔**

ان سفہا کی دلیل کا آسان جواب یہ ہے کہ یہی سوال ہمارا تم سے بھی ہے کہ تم اپنے آپ کو جانتے ہو کہ نہیں؟ اگر نہیں جانتے ہو تو یہ حکم کیسے لگا رہے ہوں کہ باری تعالیٰ عالم نہیں ہے؟ اور اگر جانتے ہو تو تمھیں عالم تمھیں معلوم' اور عالم معلوم میں مغائرت ہوتی ہے اور تمھارے اپنے آپ کو جاننے میں مغائرت نہیں لہٰذا تم اپنے آپ کو نہیں جانتے اور جب اپنے آپ کو نہیں جانتے تو بھلا دوسرے کو کیا جان پاؤگے؟ **فما جوابکم فھو جوابنا**“

دوسرا جواب یہ ہے کہ تغائر اعتباری کافی نہیں؟ عالم و معلوم میں تغائر اعتباری کافی ہے' یہی نہیں بلکہ ضروری ہے اب چاہے تغائر اعتباری کے ساتھ تغایر ذاتی ہو یا نہ ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ علم کی یہ تعریف غلط ہے' صحیح تعریف خاتم المحققین امام احمد رضا علیہ الرحمتہ و رضوان سے سنو!

امام احمد رضا کے نزدیک علم کی صحیح تعریف :

آپ فرماتے ہیں ”علم وہ نور ہے جو شئی اس کے دائرے میں آگئی منکشف ہوگئی اور یہ جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی۔ فلاسفہ نے جو کہا کہ علم صورت حاصلہ عندالعقل کا نام ہے یہ غلط ہے۔ ان سفہا نے اصل و فرع میں فرق

نہیں کیا۔ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوگئی ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے؟"

حق سبحانہ تعالیٰ ذہن و صورت، ارتسام و نور عرضی سب سے منزہ ہے۔ اس کا علم حضور معلوم کا محتاج نہیں۔ اس کا علم حضوری و حصولی دونوں سے منزہ ہے۔ اس کا علم اس کی صفت قدیمہ قائم بالذات لازم نفس ذات ہے۔ جو کیف سے منزہ ہے۔ وہاں چون و چرا کا دخل نہیں۔ ہم نہ اس کی ذات سے بحث کرسکتے ہیں نہ اس کی صفت سے۔ حدیث میں ارشاد ہے : **"تفکروا فی الاء فی اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ فتہلکوا"** اللہ کی نعمتوں اور اس کے مظاہر و تجلیات میں فکر کرو۔ اس کی ذات میں فکر نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ اس کی صفات میں فکر اس کی ذات میں فکر ہے اور ادراک صفات بے ادراک کنہ ذات ممکن نہیں اور کنہ ذات کا ادراک مخلوق کو محال کہ **وھو بکل شئی محیطا** سے کوئی محیط نہیں ہوسکتا۔ لاجرم کنہ صفات کا بھی ادراک محال ہے۔ ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ علم کی یہ تعریف ارسطا طالیس سے لے کر بوعلی سینا، ابو نصر فارابی، محقق طوسی اور محمود جونپوری تک بلکہ سارے مناطقہ و فلاسفہ کے نزدیک مسلم تھی اور سارے مناطقہ میں دائر و سائر تھی۔ مگر امام المحققین نے ایک ہی جملہ میں یکلخت باطل و غلط ثابت کردیا کہ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے۔ حصول صورت سے علم نہیں ہوتا۔ یعنی علم نہ ہو تو حصول صورت کیونکر ہوگا۔ یہ ہے امام المنطق و فلسفہ کی تحقیق کہ مناطقہ کی ساری تحقیقات پر پانی ڈال دیا۔

مقام تحدید میں تعریف انسان پر امام کا اعتراض : اب آیئے عقلائے روزگار کی تحقیق کو خاص مقام تحدید میں ملاحظہ فرمایئے۔ سارے فلاسفہ نے انسان کی تعریف کی ہے **"الانسان ھو حیوان ناطق"** انسان حیوان ناطق کو کہتے ہیں اور حیوان کی تعریف کیا ہے "ھو جسم نامی حساس متحرک بالا رادۃ" حیوان نامی متحرک بالارداہ کو کہتے ہیں اور متقدمین فلاسفہ نے ناطق کی تعریف مدرک کلیات و جزئیات سے کیا ہے۔ منطق کی تمام کتابوں میں انسان و حیوان کی یہی تعریف ملتی ہے۔ انسان و حیوان کی اس تعریف پر متکلمین حضرات نے بہت سے اعتراض قائم فرمائے ہیں۔ لیکن امام علم و فن نے جو معارضات و تحقیقات فرمائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

آیئے مقتدائے روزگار امام احمد رضا کی بارگاہ میں اور ان کی بے مثل تحقیق ملاحظہ فرمائیں اور سفہائے فلاسفہ و مناطقہ کے فضول **تعمقات** کا امام الفلسفہ و المنطق کی تحقیقات سے موازنہ کریں تاکہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے کہ یہ حمقائے روزگار فضول **تعمقات** و **تدقیقات** کو تحقیقات جانتے تھے اور صرف **اصطلاحات** منطق و فلسفہ کا انھیں علم تھا۔ ورنہ علم منطق و فلسفہ جس کا نام ہے۔ اس سے محض جاہل تھے۔ لاجرم یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر سفہائے فلاسفہ ارسطاطالیس، بوعلی سینا اور محقق طوسی سے لے کر محمود جونپوری تک بلکہ سارے مناطقہ و فلاسفہ اپنے ہوں یا

...ر امام المنطق و الفلسفہ سند المحققین کے زمانہ میں ہوتے تو ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے اور منطق و فلسفہ کا درس لیتے۔ بلکہ وہ مناطقہ و فلاسفہ جو تدقیقات و تعمقات میں پڑ کر جادۂ مستقیم سے منحرف ہوگئے اگر حضرت امام موصوف سے انھیں شرف تلمذ حاصل ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ گمراہ نہ ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں "شدت اختلاط و عدم تمائیز بعد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف حیوان ناطق کر بیٹھے۔ حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک روح ہے۔ بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے۔ جسم نامی متحرک بدن سے اور حساس و مرید روح"

اور آگے فرماتے ہیں "انسان کی حقیقت اس وقت تک فلاسفہ کو معلوم نہیں۔ انسان کی تعریف کرتے ہیں۔ حیوان ناطق اور حیوان کی تعریف کرتے ہیں جسم نامی حساس متحرک بلارادہ سے اور ناطق کی تعریف مدرک کلیات و جزئیات سے۔ اگرچہ یہ بھی ان کے متاخرین کی رفوگری ہے۔ ان سفہاء نے تو آوازوں پر حدود رکھی تھیں۔ گھوڑا حیوان صاہل (ہنہناتے والا جانور) گدھا حیوان ناہق (رینکنے والا جانور) انسان حیوان ناطق (کلام کرنے والا جانور)

انھوں نے ناطق کا معنی مدرک کلیات و جزئیات گڑھے جسے اصلا زبان عرب مساعد نہیں! خیریوں ہی سہی۔ انسان نام بدن کا ہے۔ یا نفس ناطقہ کا یا دونوں کے مجموعے کا۔ اول ناطق نہیں کہ ادراک کلیات شان نفس ہے نہ کار بدن۔ دوم حیوان نہیں کہ نفس ناطقہ نہ جسم ہے نہ نامی نہ ان کے نزدیک متحرک۔ سوم نہ حیوان ہے نہ ناطق کہ حیوان ولا حیوان کا مجموعہ لاحیوان ہوگا اور ناطق ولا ناطق کا مجموعہ لاناطق ہوگا۔ غرض یہ کہ واقع میں کوئی ایسی شئی نہیں کہ جس پر حیوان ناطق بمعنی مذکور دونوں صادق ہوں۔ یہ ہے خود ان کا اپنی حقیقت کے ادراک سے عجز۔

تنت زندہ بجان جاں نہانی
گواز جاں زندہ جاں را ندانی

امام کے نزدیک انسان کی تعریف :

حق یہ ہے کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے اور روح امر رب سے ہے۔ اس کی معرفت بے معرفت رب نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں "**من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے ضرور اپنے رب کو پہچان لیا۔ یعنی معرفت روح اسی وقت ہوگی جب پہلے معرفت رب ہولے۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ سائل نے سوال کیا کہ کیا حضور حیوانات بھی ناطق ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ۔ پھر سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ انسان کو تمیز تمام حیوانات سے ناطق ہی سے تھی۔ ناطق ہی انسان کی فصل ہے اور فصل کا دو جنسوں میں اشتراک محال ہے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ تمیز کس کے نزدیک ہے جاہل فلاسفہ حمقاء کے نزدیک۔ ہر شئی ناطق ہے'

شجر، حجر، دیوار و در سب ناطق ہیں۔ "نص ہے **قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی**" اور نصوص کا ان کے ظواہر پر حمل واجب اور ان میں تاویل باطل و نامسموع۔ سبحان اللہ! امام علم و فن نے جس طرح سفہائے فلاسفہ کی، کی ہوئی تعریف کو عقلاً باطل فرمایا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت فرمادیا کہ سفہائے روزگار کی، کی ہوئی انسان کی تعریف شرعاً بھی باطل و عاطل ہے۔

فخرالمحققین نے جس طرح فلسفہ قدیمہ کی شفاعت وضلالت کو تحریر و تقریر سے باطل فرمایا۔ یوں ہی فلسفہ جدیدہ کے مزخرفات کا بھی ابطال و ازہاق فرمایا اور اپنی تحقیقات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح فرمادیا کہ فلسفہ قدیمہ و جدیدہ دونوں کو اصلاً عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ دور حاضر میں گردش زمین کا مسئلہ موجودہ تحقیق کی رو سے اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس کے خلاف کوئی سننا پسند نہیں کرتا۔ اسکول کے ابتدائی طالب علم سے لے کر یونیورسٹی کے گریجویٹ اور یورپ کے بڑے بڑے سائنسدانوں تک سب اسی رنگ میں نظر آرہے ہیں۔

امام احمد رضا اور رد گردش زمین :

آیئے اب محقق بریلوی کی بارگاہ میں حاضری دیں جنھوں نے اس باطل نظریہ کی بیخ کنی یوں فرمائی کہ ایک ایسی ضخیم کتاب، "فوزمبین در رد حرکت زمین" تصنیف فرمائی جس میں ایک سو پانچ دلائل قاہرہ سے حرکت زمین کا، باطل و عاطل ہونا ثابت فرمایا ہے۔ حکمائے یونان ہوں یا عقلائے یورپ سب کو دعوت عام ہے کہ امام احمد رضا کی تصنیف لطیف "فوزمبین در رد حرکت زمین" اور "معین مبین بہردور شمس و سکون زمین" کا مطالعہ کریں۔ ان دونوں کتابوں میں گردش زمین کو عقل کی روشنی میں باطل کہا گیا ہے اور امام موصوف نے کتاب مستطاب "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" تصنیف فرمائی جس میں بہت سے دلائل شرعیہ قائم فرمائے کہ زمین و آسمان کا حرکت کرنا شرعاً باطل و مردود ہے اور سکون زمین و آسمان پر جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ سب زاہق و زائل ہیں کہ تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

ایک مرتبہ ایک امریکی منجم پروفیسرالبرٹ نے یہ پیشن گوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو چھ سیاروں کے اجتماع کے سبب آفتاب میں ایک بہت بڑا داغ ہوجائے گا جسے بغیر آلات کے دیکھا جائے گا۔ اس کی وجہ سے ممالک متحدہ میں خوفناک طوفان و زلزلے آئیں گے، سخت بارش ہوگی۔ زمین ہفتوں بعد اپنی اعتدالی حالت پر آئے گی۔ غرض یہ کہ اس نے قیامت کا ایک نمونہ پیش کردیا تھا۔ امام احمد رضا نے البرٹ کی پیشن گوئیاں جو محض باطل بے اصل تھیں۔ ۱۷ دسمبر کا لحاظ فرماتے ہوئے سترہ دلائل قاہرہ سے اس طرح باطل و بے بنیاد ثابت فرمادیا کہ اس کی پیشن گوئیاں خواب پریشان کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ امام موصوف نے فرمایا کہ نہ تو اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہوگا جس کا وہ مدعی ہے نہ ہی جاذبیت کوئی اصل و حقیقت رکھتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا جیسا امام المہندسین امام احمد رضا نے

فرمادیا۔ منجم البرٹ کی پیشن گوئیاں جھوٹ اور غلط ثابت ہوئیں۔

تیری شان عالمانہ نے یہ ظاہر کردیا
تجھ کو ہے زیبا امامت سیدی احمد رضا

فلسفہ جدیدہ کے رد و ابطال سے متعلق آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ اب آیئے فلسفہ قدیمہ کے کچھ مزعومات فاسدہ کا ابطال و ازہاق ملاحظہ کریں :

بطلان جزء لا یتجزیٰ اور امام کا نظریہ حق :

سارے فلاسفہ اس بات پر متفق ہیں کہ جزء لا یتجزیٰ باطل ہے۔ اس سے جسم کی ترکیب نہیں ہوسکتی۔ جزء لا یتجزیٰ ایسے جز کو کہتے ہیں کہ جس کی تجزی و تقسیم قطعاً، کسراً، وہماً، فرضاً کسی طرح نہ ہوسکے۔ سارے متکلمین اس بات کے قائل ہیں کہ اجسام کی ترکیب جزء لا یتجزیٰ سے ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک جزء لا یتجزیٰ باطل ہے۔ جسم فی نفسہ متصل ہے۔ جزء لا یتجزیٰ سے جسم کی ترکیب نہیں ہوسکتی۔ بلکہ جسم ہیولیٰ و صورت سے مرکب ہے۔ ان فلاسفہ کے نزدیک جزء لا یتجزیٰ کے ابطال کا مسئلہ ایسا ہے کہ سارے فلسفہ کی تعمیر جز کے بطلان پر مبنی ہے۔ اسی لئے فلسفہ قدیمہ کی ساری کتابوں میں اس مسئلہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں اور اس کے ابطال سے فلاسفہ اپنا مقصد کہ جسم ہیولیٰ و صورت سے مرکب ہے۔ ثابت کرتے ہیں۔ چونکہ فلاسفہ ہیولیٰ کو قدیم کہتے ہیں اور ہیولیٰ اور صورت دونوں میں تلازم ہے، دونوں ایک دوسرے کے بغیر پائے نہیں جاسکتے۔ لہٰذا ہیولیٰ اور صورت دونوں قدیم ہیں۔

چونکہ ہیولیٰ اور صورت کے مجموعہ کو جسم کہتے ہیں۔ لہٰذا جسم بھی قدیم ہے اور ان کے نزدیک خلاء محال ہے۔ لہٰذا سارا عالم قدیم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس پر فلاسفہ سفہاء کے صدہا کفریات مبنی ہیں۔ امام الفلسفہ امام احمد رضا "الکلمتہ الملہمہ" کے اکتیسویں مقام میں فرماتے ہیں کہ جزء لا یتجزیٰ باطل نہیں ہے۔ یہ وہ مسئلہ علم کلام ہے جسے نہایت پست حالت میں سمجھا۔ بلکہ اس کے بطلان پر یقین کلی کیا جاتا ہے۔ فلاسفہ اس کے ابطال پر چمک چمک کر دلائل حتی کہ بکثرت براہین مہندسیہ قائم کرتے ہیں۔ عقلی تمسک میں بیان ہندسی سے زیادہ اور کیا ہے؟ جس میں شک و تردد کو اصلا جگہ نہیں رہتی اور متکلمین ان کے دلائل کا جواب نہیں دیتے بلکہ اپنے سکوت سے اپنا لاجواب ہونا بتاتے ہیں تو گویا فریقین اس کے بطلان پر اتفاق کئے ہوئے ہیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ ہم واضح کردیں گے کہ اس کے رد میں فلاسفہ کی تمام حجتیں اور ہندسی براہین پادر ہو رہیں اور فرماتے ہیں "ہمارا مسلک فریقین سے جدا ہے۔ ہمارے نزدیک جزء لا یتجزیٰ باطل نہیں۔ **خلافا للحکماء** لیکن دو جزؤں کا اتصال محال ہے **خلافا لظاهر ما عن المتكلمين**۔

ظاہر ہے کہ اتصال غیر تداخل ہے تو وہ یونہی ممکن کہ ہر ایک میں شئی دون شئی یعنی جدا اطراف ہوں۔ دونوں ایک ایک طرف سے باہم ملیں اور دوسری طرف سے جدا رہیں ورنہ تداخل ہوجائے گا اور جزء میں شئی دون شئی محال ہے۔ تو وہ (یعنی جزء لا یتجزیٰ) اپنی نفس ذات سے آبی اتصال ہے۔ فلسفی کی تمام براہین ہندسیہ اور اکثر دیگر دلائل اس اتصال ہی کو باطل کرتی ہیں۔ وہ

یعنی اتصال جزء ہمارے نزدیک نفس ملاحظہ معنی اتصال و جز سے باطل ہے۔ سبحان اللہ....! امام المنطق و الفلسفہ امام احمد رضا نے فلاسفہ کی تمام براہین و حجج کو ایک جملہ میں اڑا دیا کہ اتصال جزئین محال ہے۔ لہٰذا تقریر دلیل میں جو کہا کہ ایک جز کو دو جزوں کے درمیان فرض کریں۔ یہ فرض، فرض محال ہے اور فلاسفہ کی ساری دلیلیں اتصال جزئین ہی کو باطل کرتی ہیں۔ نفس جز کا بطلان کسی بھی دلیل سے نہیں ہوتا ہے۔ جزء لا یتجزیٰ میں شئی دون شئی ہوتی ہی نہیں کہ تغائر جہتین نکال کر انقسام کرو۔

حضرات! متکلمین نے اثبات جزء کے سلسلہ میں بہت کچھ کلام کیا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "وہ ہمارے نزدیک یکتا تام نہیں اگرچہ ان میں بعض کو شرح مقاصد میں قوی بتایا۔"

فلسفہ کی کتابوں میں جزہ لا یتجزیٰ کے ابطال پر جو دلائل مذکور ہیں۔ وہ کل انتیس (۲۹) ہیں۔ ان میں اگرچہ بعض بعض میں متداخل ہیں لیکن امام احمد رضا نے ایک ایک کا ایسا ابطال ازہاق فرمایا کہ فلسفی پھر کبھی مجال دم زدنی نہیں کرسکتا۔ ان کے تمام شکوک و شبہات کا اس طرح رد فرمایا کہ ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ نیز بعض ایسے شکوک و شبہات کو بھی ذکر کرکے رد فرمایا جو ان فلاسفہ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھے۔ عقل و نقل روایت در روایت ہر طریقے سے اپنی بات کو امام احمد رضا نے مبرہن فرمایا اور یہ ثابت فرمادیا کہ ماہرین زمانہ فلسفیانہ زاویوں سے ہر بات کو دیکھنے والے، ہر مسئلہ کو عقل کی روشنی میں تدقیق کی منزل پر لے جانے والے عقل سے کوسوں دور ہیں بلکہ طفل مکتب کا بھی درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ہے امام علم و فن کی تحقیق کہ ہر منصف مزاج اور عقل سلیم کا مالک یہ پکار اٹھے کہ اگر بو علی سینا، محقق طوسی ان کا زمانہ پاتے تو زانوے ادب تہ کرتے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ واللہ ذوالفضل العظیم

علوم عقلیہ میں امام کی تصنیفات : امام احمد رضا نے علوم عقلیہ میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ وہ کتابیں جو فہرست میں شائع ہوچکی ہیں حسب ذیل ہیں :

علم زیجات ۷ کتابیں اردو، عربی، فارسی، مستقل و حواشی

علم جفر و تکسیر ۱۱ کتابیں اردو، عربی، فارسی، مستقل و حواشی

علم جبر و مقابلہ ۴ کتابیں عربی، فارسی، مستقل و حواشی

علم مثلث، ارثما طیقی، لوگارثم ۶ کتابیں اردو، عربی، فارسی، مستقل و حواشی

علم توقیت، نجوم، حساب ۱۶ کتابیں اردو، عربی، فارسی، مستقل و حواشی

ہیئت، ہندسہ، ریاضی ۲۸ کتابیں اردو، عربی، فارسی، مستقل و حواشی

فلسفہ و منطق (۱) فوزمبین ۲) الکلمتہ الملہمہ (۳) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۴) حاشیہ ملا جلال و میز راھد (عربی) (۵) حاشیہ شمس بازغہ (عربی) (۶) حاشیہ اصول طبعی (اردو)

ان کے علاوہ بھی ان علوم و فنون میں کتابیں ہیں جن کی فہرست اب تک شائع نہیں ہوسکی ہے۔

امام احمد رضا اور عہد حاضر کے مسائل

علامہ محمد قمرالحسن بستوی (ہیوسٹن) امریکہ

یہ ایک امر مسلم ہے کہ ہر ربع صدی کے گزرتے گزرتے زمانے کی اقدار بدل جاتی ہیں اور کل کے واقعات تاریخ کے اساطیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہر عہد اپنے اندر بے شمار نئے مسائل لے کر نمودار ہوتا ہے کہ جن کا عہد ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور مسائل کی جہتیں ہر سمت بکھری ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ سیاسی' اقتصادی' سماجی' معاشرتی' تمدنی اور مذہبی ہر طرح کے نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور بعض پرانے مسئلوں کے تصورات اگرچہ اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں تاہم نئے وقوع پذیر ہونے والے مسائل اپنی جگہ عصری متقاضیات کا چیلنج بنے رہتے ہیں۔ زمانے کی قدریں زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہر صاحب فکر و بصیرت اپنی خداداد صلاحیتوں سے دقیق گتھیاں سلجھاتا رہتا ہے۔ اگر وقت کے تقاضوں سے آنکھیں بند کرکے صرف ماضی کے واقعات پر تکیہ کرلیا جائے اور حال و مستقبل سے لاتعلق ہوجایا جائے تو وقت کی تیز دوڑ میں اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "**من لم یعرف اہل زمانہ فھو جاھل**"جس نے زمانے والوں کو نہ پہچانا وہ جاہل ہے۔ کیونکہ وقت جس کا تقاضا کرے اسی کے مطابق اس کو پورا کرنا چاہئے۔

یہ قدیم روایت ہے کہ ابھی ایک مسئلہ پر غور و خوض ہوتا رہتا ہے اور دوسرا مسئلہ سر ابھارے آموجود ہوتا ہے۔ اسلامی سیاست و تاریخ میں ہر دور میں اس قسم کے مسائل وجود پذیر ہوتے رہے ہیں۔ اسلامی افکار و اقدار ہر طرح کے مسائل کے لئے سازگار ماحول رکھتی ہیں۔ تاریخ اسلامی میں ایک سے ایک نابغہ روزگار ہستیاں جلوہ بار ہوئی ہیں اور ہر دور کے مسائل کو اسلامی نقطہ نظر سے حل کیا ہے۔ اس طرح ہندوستان میں جہاں علمائے اسلام کا ایک سلسلۃ الذہب ہے اسی میں مجدد اسلام' فقیہ عالم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اپنی خداداد فکری بصارت کا ایسا دلکش اور جاذب نقش چھوڑتے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھتے۔ آپ کے معاصرین میں سے بہت سارے لوگوں نے اگرچہ شروع میں ان سے اختلاف رائے کیا۔ مگر جب حقیقت ابھر کر نگاہوں کے سامنے آئی تو پھر امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے افکار و خیالات کو حرز جان بنالیا۔

۱۲۷۲ھ سے ۱۳۴۰ھ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دور کے جو مسائل ابھر کر آئے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے ان کا بھرپور جواب لکھا۔ جس پر ان کی ہزاروں کتابیں شاہد عدل ہیں۔ آپ کے قلم فیض رقم سے کوئی بھی مسئلہ تشنہ کام نہیں رہ سکا۔ جس فن اور جس طرح کا مسئلہ ہوا۔ اس کا اسی فن اور زبان میں جواب مرحمت فرمایا گیا۔ جیساکہ میں عرض کرچکا ہوں کہ چوتھائی صدی گزرتے گزرتے نئے مسائل جنم لے لیتے ہیں اور ماضی کے گزشتہ آفاقی مسائل تاریخی اساطیر بن جاتے ہیں۔ پھران کو مقام تحقیق میں تو معرض بحث لایا جاسکتا ہے لیکن بالذات ان سے بحث خال خال ہوتی ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے عہد کے مسائل بھی اب پرانے ہوگئے کیونکہ ان کی فکری جولانگاہ کی کرشمہ سازیاں کوئی پون صدی ہوا گزر چکی ہیں۔ لیکن یہ حیرت انگیز بات ہے کہ آپ کی فکری بصیرت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ آج بھی بے شمار مسائل اگرچہ نئی ترنگ کے ساتھ ابھر کر آرہے ہیں مگر پھر بھی امام نے جن خطوط کی نشاندہی کی تھی اس کی روشنی میں یہ ابھرتے ہوئے مسائل ذرہ برابر بھی ہٹ کر نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کے ماحولیات کو نگاہوں میں رکھ کر جواب رقم فرمایا گیا۔ تفصیل آگے کی سطروں میں آتی ہے۔

میرے اس مقالہ کا عنوان "امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اور عہد حاضر کے مسائل" ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس مختصر مقالہ میں عصر حاضر کے جملہ مسائل سے بحث ناممکن اگرچہ نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ اس لئے چند وہ مسائل جو اس وقت چیلنج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں انھیں پر بحث کی جائے گی۔ خدا کرے میں اس سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوسکوں۔

عہد حاضر کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے اس کی تقسیم راقم الحروف کے نزدیک ناگزیر ہے تاکہ گفتگو کا رخ انھیں امور کی طرف پھیرا جاسکے جن سے میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک عصری مسائل کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے :

۱۔ ملکی مسائل ۲۔ بین الاقوامی مسائل

پھر پہلی شق کو بھی دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

۱۔ یک قومی مسائل (صرف مسلمانوں سے متعلق)

۲۔ ہمہ قومی مسائل (بلا تفریق باشندگان ہند)

پھر اول کی مزید دو قسمیں کی جاسکتی ہیں :

۱۔ مذہبی ۲۔ غیرمذہبی

غیرمذہبی کی مزید بہت ساری قسمیں ہیں۔

نوٹ : یہاں پر مذہبی اصطلاح حالیہ تناظر کے پیش نظر استعمال کی گئی ہے۔ غیرمذہبی مسائل حسب ذیل ہیں۔

سیاسی، معاشی، اقتصادی، سماجی، سائنسی، نباتیاتی، معدنیاتی، حیاتیاتی، طبیاتی، زارعتی، نظریاتی، سیاستی،

سائنسی وغیرہ۔

یوں تو امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے بین الاقوامی تناظر میں بھی کلام فرمایا ہے مگر میں ملکی و داخلی مسائل پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ ایک وطن دوست اور ملکی مفاد کے خیر خواہ تھے مگر آپ کا معیار و میزان یہ تھا کہ سب سے پہلے کسی بھی مسئلہ کو شرع کی ترازو میں تولتے تھے۔ اگر میزان شرع میں وہ بحث یا وہ مسئلہ کھرا اترتا تو اس کو ہاتھ لگاتے کھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو قلمزد فرمادیتے۔ چونکہ آپ کے نزدیک وطنیت مذہب سے تشکیل پاتی ہے اس لئے مذہب کو اولیت دیتے اور وطنیت کو ثانویت' یہی وجہ تھی کہ آپ ملک میں مذہبی رواداری کا فروغ چاہتے۔ آپ کی نظروں میں رسول گرامی' صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین کا وہ عہد زرین تھا جس پر مستقبل کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اسی لئے آپ کسی بھی مسئلے کو اولین مرحلہ میں مذہبی اثر کے تحت پرکھنے کے عادی تھے۔ پھر ملک کے داخلی مسائل کے تناظر میں مسلمانوں کا مستقبل ان کی نظروں میں تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک سنہری دور ختم ہوچکا ہے۔ انگریزوں کی بالادستی غیر مسلموں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ساکھ اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے اس لئے آپ آنے والے خطرات کے مقابل مسلمانان ہند کو منظم کرنا چاہتے تھے۔

آج ہندوستان میں مسلمان اپنے عائلی مسائل یا تشخص کی حفاظت کے سلسلے میں جس قدر مضطرب اور پریشان نظر آرہا ہے یہ اسی عہد کی دین ہے جو انگریزوں نے یہاں زہر گھولا تھا اس کا اثر بالتدریج ظاہر ہورہا ہے۔ مسلم پرسنل لا میں مداخلت' قربانی گاؤ کا مسئلہ' معاہدہ کا تحفظ' مسلمانوں کی بینک کاری' اقتصادی خوش حالی' مسلمانوں کا سیاسی و مذہبی تشخص وغیرہ جتنے بھی مسائل سر ابھار رہے ہیں امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی دور رس نگاہیں ان کو پچھتر سال قبل دیکھ چکی تھیں۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کا تشخص بحال کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنی قوم کو غیروں کا دست نگر نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ باوقار زندگی خوشحال معاشرہ اور متدین ماحول میں اپنی زندگی بسر کرنا دیکھنا چاہ رہے تھے۔ عصری مسائل کے غیر شعوری مرغولے جو افق پر اٹھنے والے تھے وہ سب کا انسداد کرکے قوم مسلم کو مرفہ الحال کرنے کے داعی تھے۔

چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک ترک موالات کی گرما گرمی تھی اور انگریزوں سے ترک موالات کے پس منظر میں یہاں کے غیر مسلموں سے موالات کی پینگیں بڑھائی جارہی تھیں جس کا خوفناک اثر بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا تو امام موصوف نے اس خوفناک طوفان کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو ہلاکت کی صلیب پر چڑھنے سے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ گندم نما جو فروش مولویوں نے تحریک ترک موالات کی جتنی شدت سے حمایت کی کہ اس ہوا کا رخ طوفان کی صورت اختیار کرگیا۔ مولوی محمود حسن دیوبندی' ابوالکلام آزاد اور محمد علی جوہر وغیرہ نے پوری فضا کو اپنے حق میں کرلیا تھا مگر مسلم کی تقدیر کا لوح محفوظ میں دیکھ کر پڑھنے والا درویش کامل اور خدا رسیدہ ایک ہی تھا جو قوم و ملت کی

نگہبانی کے لئے سر توڑ کوشش کررہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ انگریزوں سے ترک موالات کرکے ہندوؤں سے موالات برقرار رکھ کر کس طرح ملک کو ان کے غاصبانہ چنگل سے آزاد کرایا جاسکتا ہے مگر وطن دوستی کی اندھی عینک نے ان کے ہوش و حواس مختل کردیئے تھے۔ اس ترک موالات کا زہریلا اثر کیا ہونے والا تھا کہ مسلمان ہندوؤں کا دست نگر اور ان کے زیر اثر ہوجاتا جس سے اس کا تشخص مجروح ہوتا اور پھر قوم مسلم کی ساکھ کسی دیمک زدہ درخت کی طرح دیکھتے دیکھتے زمین پر ڈھیر ہوچکی ہوتی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں کہ :

"کانگریس کا منتہا یہ تھا کہ ملی امتیازات کو خیرباد کہہ کر ہندوستانیت میں گم ہوجاؤ۔ اس طرح مذہب کی بنیاد خود بخود ڈھے جاتی۔ اسی زمانہ میں جب فاضل بریلوی ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت فرماکر ملت اسلامیہ کی وحدت کی حفاظت فرمارہے تھے تو ڈاکٹر اقبال نے ایک قومی نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے تصور وطنیت پر سخت تنقید فرمائی۔ اور وہ شاعر جس نے کبھی نیا شوالہ اور ترانہ ہندی جیسی نظمیں لکھی تھیں اب یہ کہتا ہوا نظر آرہا ہے :

اس دور میں مئے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور" (۱)

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی چھٹی حس تیزی سے کام کررہی تھی اس تحریک کا نتیجہ ان کی نظروں میں تھا۔ چنانچہ آپ نے انگریزوں سے ترک موالات اور ہندوؤں سے اتحاد کے زہر کی تلخ کامی سے مسلم عوام کو آگاہ کیا۔ ۱۶/ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کے ایک استفتاء کے جواب میں مستقبل کے ان وقائع کی طرف برجستگی سے اشارہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا :

"مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و راہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑے کرکے لیکچر دلوانا، اپنے ماتھے پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جئے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹی اپنے کندھوں پر رکھ کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو شرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا۔ مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی رزولیشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب ہے بتانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھادے، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا

چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستش گاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا' یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں' کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ یہ سب افعال و اقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و دشمنان رب مجید ہیں۔" (۲)

یہ وہ احساسات تھے جو امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے محسوس کئے تھے۔ آج آزادی کے ۴۵ سال بعد بھی جوزبوں حالی لمحہ لمحہ قدم قدم پر نظر آ رہی ہے یہ دراصل انہیں ضمیر فروش مولویوں کی عاقبت نا اندیشانہ حرکتوں کا کرشمہ ہے ورنہ اگر امام موصوف کے افکار و نظریات کی مخالفت نہ کی گئی ہوتی اور محولہ بالا عبارت میں جن وقائع و خدشات کا ذکر گیا ہے ان پر سنجیدگی سے سوچا گیا ہوتا تو آج مسلمان اپنے ہی ملک میں بے دست و پا' غلامی کی زنجیروں میں جکڑا اور سہا سہا نظر نہ آتا۔ دیوبندی مکتب فکر کانگریسی مولویوں نے پوری قوم کا سودا کیا اور ملت اسلامیہ کو دن دھاڑے غارتگروں اور قزاقوں کی طرح ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس کا نتیجہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بلکہ تعمق فکر اور غائر نظر سے جائزہ لیا جائے تو موجودہ فسطائی تنظیمیں بی جے پی' شیوسینا' آر ایس ایس وغیرہ یہ انھیں بے ضمیر مولویوں کی بنیاد پر وجود میں آئیں جن سے ملکی سالمیت خطرے میں ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ ترک موالات نہ صرف انگریزوں بلکہ جملہ غیر مسلموں سے چاہتے تھے۔ کیوں کہ یہ اگر صرف انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان حاکم و محکوم کی نوعیت کا ہوتا تو اس کی جہت یقیناً مختلف ہوتی مگر یہاں تو حالات کچھ اور ہی انگڑائی لے رہے تھے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد' امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی فکر انگیز بصیرت کا واشگاف اظہار تحریک ترک موالات کے تجزیاتی مزاج سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمان محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی۔ مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بنیاد پر اس کی شدید مخالفت کی گئی۔"(۳)

اس عدم توازن کا برملا اظہار امام موصوف نے اپنے مذکورہ بالا فتویٰ میں چند سطر بعد فرمایا کہ :

"ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے کیسا وداد کہاں کا اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے"(۴)

فتویٰ کی عبارت ایک ایسا امر واقعی تھا جو حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ چنانچہ آزادی کے بعد مسلم جاگیرداروں کی زمینداری ختم کرکے ان کو قلاش بنا دیا گیا۔ مگر جہاں ہندو زمیندار تھے ان کو آج تک برقرار رکھا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے دیکھتے ماحول کی

ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ کل تک جو ہندو مسلمانوں کو دیکھ کر آداب بجا لاتے تھے۔ آج وہی ہیں کہ مسلمان ان کو دیکھ کر آداب بجالانے کو کامیابی اور فخر گردانتے ہیں۔ نفسیاتی دباؤ اتنا شدید ہو چکا ہے کہ ایک حقیقت معکوس ہو گئی ہے۔ ان عصری مسائل کا تناظراتی پہلو اس قدر واضح ہے کہ اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی مستقبل کے عصری مسائل پر کڑی نظر رکھتے ہوئے آپ نے **"المحجہ الموتمنہ فی ایتہ الممتحنہ"** ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تصنیف فرمایا۔ آج مسلمان چیخ رہا ہے کہ ہم کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ فوج، پولیس اور سروس میں ہمارا کوٹہ متعین کیا جائے، ہم باعزت شہری ہیں ہم کو وہ تمام مراعات دی جائیں جو کسی جمہوری اور سیکولر ملک کے باشندوں کا حق ہوتی ہیں۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہماری آواز "صدا بصحرا" ثابت ہو رہی ہے۔" پینتالیس سال سے چیختے چیختے گلا خشک ہو گیا، آنکھیں پتھرا گئیں، ماحول تتر بتر ہو گیا۔ لیکن امام احمد رضا کے قلم فیض ترجمان کی تحریر آج بھی فی زمانہ ان مسائل کے متعلق ہادی و راہنما کا کردار ادا کرتی ہے۔

"المحجہ الموتمنہ" میں جن جن امور کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا تھا وہ علم لدنی کی منہ بولتی تصویر ثابت ہوا۔ آپ نے حکم شرعی سنایا اور گریز کا راستہ بتایا:

"موالات مطلقاً ہر کافر، مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو، اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب (عزیز) ہو"(۵)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے افکار و نظریات سے اول اول اتفاق نہیں کیا مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا اور ماضی کے حالات واقعہ مسجد کانپور، انسداد قربانی گاؤ وغیرہ پر جب مولانا نے غور و خوض کیا تو آنکھ کھل گئی اگرچہ اس سے قبل ان مسائل شرعیہ میں وہ کانگریس کی نمک خواری کا حق ادا کر رہے تھے۔ مگر امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے غیر متعصبانہ تعاقب اور صرف اسلامی اقدار سے وابستگی نے ان کو سوچنے پر مجبور کیا تو انھوں نے اپنا توبہ نامہ اخبار ہمدم میں ۱۱ رمضان المبارک بروز جمعہ ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء کو شائع کرایا۔

"میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں اے اللہ ! میں نے امور قولاً و فعلاً تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مولوی احمد رضا علیہ الرحمتہ نے ان کو کفریا ضلال یا معیصت ٹھہرایا ان سب سے ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قد وہ نہیں ہے۔ محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کرکے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ ! میری توبہ قبول کر"(۶)

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب کے دل کو کشود فرمایا اور امام احمد رضا کے احساسات کو ان کے دل پر جاری فرمایا دیا تو ان کی بھی آنکھ کھل گئی۔ آج بھی جو لوگ حساس دل رکھتے ہیں وہ آپ کے افکار و خیالات کے پرزور حامی ہیں:

احساس بڑھا دیتا ہے ہر درد کی شدت
محسوس کرو گے تو کسک اور بڑھے گی

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ موالات کو دو قسموں میں

تقسیم فرماتے اور پھر ان میں قوی اور ضعیف کے اعتبار سے حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو ایک استفتا کے جواب میں جو حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمتہ کی طرف سے کیا گیا تھا آپ نے موالات پر تفصیلی بحث فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں :

"۱) معاملہ ۲) مدارات ۳) برد اقساط ۴) معاشرت ۵) مداہنت ۶) رکون ۷) وداد ۸) اتحاد ۹) انعتیاد ۱۰) تبتل

"ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتقاء ملحوظ ہے۔ پہلا بشرط لا شی کے مرتبہ میں اور دسرا بشرط شی کے مرتبہ میں۔ موالات کی دو قسمیں ہیں حقیقی و صوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک یہ مطلقاً ہمیشہ حرام ہیں ہر کافر سے اور ہمیشہ حرام رہے گی اور حضوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک۔ ان میں برد اقساط معاہدین سے جائز، حربی غیر معاہد سے حرام یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابدا" حرام ہے اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی۔ غایت ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا ودا "لو تدھن فیدھنون" مگر حالت اکراہ میں اس کی رخصت ہو گی "الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان" اور معاشرت .ضرورت و مجبوری جائز ورنہ حرام اور جواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے۔ یہ اقسام موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے"(۷)

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے موالات اور معاملت کے دو دھارے متعین فرمائے اور اس پر اٹل رہے۔ لوگوں نے معاملات و موالات کو اپنی اپنی فہم و دانش کے پیش نظر ایک ہی سمجھ رکھا تھا مگر آپ نے نعمق نظری کی طرف لوگوں کے اذہان کو پھیرا۔

اسی طرح قربانی گاؤ کے مسئلہ کو بھی ہر سال کورٹ میں چیلنج کیا جاتا رہا۔ کلکتہ کی کورٹ میں اس مسئلہ کو مسلسل ایام قربانی میں اٹھایا جاتا رہا ہے اور اس کو بند کرانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ آج سے نہیں بلکہ عہد اکبری سے چلا آرہا ہے اور ہر دور میں اس وقت کا عصری مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسی طرح بہار میں قربانی کو رکوانے کے لئے ہزارہا کی تعداد میں ہندوؤں نے جمع ہوکر اور اسلحہ سے مسلح ہو کر ہزاروں مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس طرح بیدردی سے لوٹا جس کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ عفت ماب خواتین کی بے آبروئی کی گئی، قرآن مقدس کو پھاڑ کر اس کی بے حرمتی کی گئی۔ پانچ عالی شان مسجدیں شہید کر دی گئیں وغیرہ وغیرہ۔(۸) اس قدر حادثات ہونے کے باوجود بھی بعض علماء اس تحریک کو ہوا دے رہے تھے۔ اس میں پیش پیش مولوی عبدالحئ لکھنؤی اور بعض علمائے دیو بند کا نام تھا۔ مولوی عبدالحئ صاحب سے اس مسئلہ پر متعدد مراسلت بھی ہوئی۔ مولوی کا موقف استخفاف کا تھا اور امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کا وجوب کا۔ امام احمد رضا نے فقہی

بہا رہا ہے، پھر بھی سکون کی روٹی میسر نہیں۔ ہر میدان میں مسلمانوں کو کچلا جارہا ہے اور ان کے حقوق پامال کئے جارہے ہیں مگر امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے باہمی اتحاد کا جو درس دیا تھا وہ قوم مسلم بھولی ہوئی ہے اگر اسی اتحاد کو مضبوط کیا گیا ہوتا تو آج یہ صورت حال مسلمانوں کے حق میں رونما نہ ہوئی ہوتی۔ بات اقتصادی امور کی ہے۔ امام موصوف نے مسلمانوں کی اقتصادیات کو مستحکم کرنے کے لئے کیا کیا حکمت عملی وضع نہ کی اور کیسے کیسے معاشی اصول منضبط نہ فرمائے۔ قوم کی زبوں حالی جو آگے چل کر متوقع تھی اس کے خطرات کی گھنٹی کی آواز امام کے حس سماع سے پچاسوں سال پہلے ٹکراچکی تھی اور قوم کا دور انھیں کروٹ کروٹ بے چین کئے ہوئے تھا۔ آپ نے ایک ایسا اصول قوم کو بخشا جس پر عمل کرکے اپنی قوم بھی فارغ البال بن سکتی تھی۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" اسی کی ایک کڑی تھی جس میں مسلمانوں کو خوشحال زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے تھے۔ مگر لوگوں نے کسی مجذوب کی بڑی سمجھ کر اس پر کان نہیں دھرا۔ نتیجہ آج نظروں کے سامنے ہے۔ امام احمد رضاعلیہ الرحمتہ نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا چاہا کیونکہ اس میں مضمر اقتصادی کامیابی کا راز آپ کی نظروں میں تھا۔ اس لئے آپ گورنمنٹ کی سروس کے بجائے تجارت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہ رہے تھے۔ آج تجارت کی منڈی پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ مسلمانوں کے سرمایہ سے ہندو تجارت میں ترقی حاصل کررہے ہیں جس کی وجہ سے ملک کے نظام معیشت پر قابض ہیں۔ محنت ہماری، مشقت ہماری، خون پسینہ ہمارا بہہ رہا ہے اور زندگی کا خوشگوار ذائقہ ان کو حاصل ہورہا ہے۔ جبکہ تلخیوں کے گھونٹ ہم کو پینے پڑ رہے ہیں۔ اگر آج مسلمان تجارت کے میدان میں اتر پڑے تو کوئی بعید نہیں کہ کل ملک کی معاشی نکیل ہمارے ہاتھ میں ہو۔ آپ نے معاشی اصول بتائے :

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپئے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بنک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج و اشاعت کریں (تلخیص از تدبیر فلاح و تجارت و اصلاح) (۱۲)

اقتصادی امور سے متعلق آپ نے مذکورہ بالا اچار اصول متعین فرمائے۔ یہ تلخیص تھی تفصیل آگے آتی ہے۔ ان چاروں میں آج کے عہد کی پوری جھلک موجود ہے اور مسلمانوں کے آئے دن کے مسائل جن سے وہ دوچار ہیں ہر ایک کا جواب شافی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اصل اول میں تفصیل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

اولاً : "باستثنا ان معدودہ باتوں کے جن میں حکومت کی وست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ

طرز استدلال اختیار فرما کر بڑی تحقیق اور شستہ بحث قائم کی۔ ۱۸۸۰ء میں ایک رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" کے نام سے آپ نے قوم کے سامنے پیش فرمایا جس میں اس مسئلہ پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی تھی۔ اور بہت سارے علماء نے اس پر اپنی تصدیقات بھی ثبت فرمائیں مگر مولوی عبدالحیٔ لکھنوی صاحب کا خیال تھا کہ:

"گاؤ کشی واجب نہیں تارک گنہگار نہ ہوگا"(۹)

چنانچہ جب یہ غوغائے بے ہنگم امام اہل سنت کو سنائی پڑا تو آپ نے مولوی لکھنوی کا بھرپور رد کیا اور وہ لوگ جو کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر ان کا ساتھ دے رہے تھے تعاقب فرمایا آپ نے فرمایا

"قربانی بے شک شعار اسلام ہے **قال اللہ تعالی والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ** ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمھارے لئے دین الہٰی کی نشانیوں سے کیا۔ خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ "**والبدن جلنا ھالکم من شعائر اللہ** ۔"گائے کی قربانی ثابت ہوئی ہے۔" خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ارقاء و اجراء بلاشبہ اعظم مہمات اسلام سے ہے۔ مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے۔ "ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است" یہاں اس کا باقی رکھنا یقیناً واجب شرعی ہے۔" (۱۰)

اسی طرح ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع رائے بریلی کے جوائنٹ سکریٹری سید عبدالودود نے ایک استفتا کیا تھا جس میں انسداد قربانی گاؤ کے متعلق ہندوؤں کی انتھک کوششوں کا ذکر تھا۔ ان غیر مسلموں نے ایک درخواست حکومت کو پیش کرنے کے لیے کروڑوں افراد کے دستخط کے ساتھ تیار کی تھی۔ ایسے گمبھیر ماحول میں امام اہلسنّت نے استفتاء کا جواب انتہائی بے خوفی سے دیا :

"گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے**قال اللہ تعالی والبدن جعلنا ھالکم من شعائر اللہ** اور اونٹ' گائے' بیل ہم نے ان کو کیا تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے ---- مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے۔"(۱۱)

آج کے پر آشوب دور میں بھی امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی تحریرات مشعل ہدایت کا کام کررہی ہیں اور جن خطوط کو انھوں نے اپنی بصیرت افروز فکر سے پون صدی قبل متعین کیا تھا آج کا عصری تقاضا مسلمانوں کے حق میں انھیں خطوط کی نشاندہی کررہا ہے۔ اگر ان فرمودات پر اتحاد کے ساتھ عمل کیا جائے تو مسلمانوں کے مسائل یقیناً حل ہوجائیں گے۔

آج کل ہندوستان میں افراط زر کا جو مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے وہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے زہریلے اثرات سے ہر شہری جاں بلب نظر آرہا ہے۔ مہنگائی آسمان سے بات کررہی ہے اور ہمارا ملک تیسری دنیا کے سامنے کاسہ گدائی لئے ہوئے کھڑا کسی کی عنایتوں کا انتظار کررہا ہے۔ یہ امر متفق ہے کہ مہنگائی ہر برائی کی جڑ ہے۔ کرپشن کی شرح میں اضافہ مہنگائی کی دین ہے۔ اس پر آشوب دور میں جبکہ اقتصادیات پر ہندوؤں کا قبضہ ہے اور مسلمان نان شبینہ کے لئے شب و روز پسینہ

کروڑوں روپے اسٹامپ اور وکالت میں لگے جاتے ہیں۔ گھر کے کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں' محفوظ رہتے" (۱۳)۔

آج مسلمان مذکورہ بالا ارشاد سے انچ بھر ہٹا ہوا نظر نہیں آرہا ہے جتنے مضمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ سب کے سب قوم مسلم کا وطیرہ ہیں۔ دور جانے کی بات نہیں ابھی چند سال قبل "شاہ بانو کیس" نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کروڑوں روپے اس طوفان میں پانی کی طرح بہہ گئے۔ مسلم پرسنل لا میں قبیح ترمیمات کی گئیں' مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوا۔ ہمارے عائلی قوانین میں گھس پیٹ کی گئی اور ہمارے مذہبی اصول کو للکارا گیا۔ کیا کیا نہ ہوا؟ ایک طوفان تھا جس کے رحم و کرم پر مسلمان ہچکولے کھارہا تھا----- مگر---- امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے اصولوں پر عمل نہ کیا گیا اگر اس کو معمول بنایا گیا ہوتا تو نہ ہمارا تشخص مجروح ہونا' نہ ہمارے قانون کو سر راہ رسوا کیا گیا ہوتا۔ نہ ہماری ساکھ کمزور ہوئی ہوتی۔ ہم ہندوستان میں اقلیتی طبقات میں سب سے بڑی اکثریت میں ہیں کوئی بیس پچیس کروڑ کے قریب مگر ہمارا داخلی انتشار ہمیں ڈبو رہا ہے۔ آج بھی کتنے مقدمات کورٹ میں درج کرائے جاتے ہیں اور باہمی مخاصمت کا زہریلا اثر مسلمانوں کو سبو تاژ کررہا ہے اور کورٹ کی کرسیوں پر براجمان وکلاء اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ثانیا : "اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا' اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا' کچھ صناعی کی گھڑنت کرکے' گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔" (۱۴)

معاشی نقطہ نظر سے یہ دفع اتنی قوت کی حامل ہے جس کا تصور آج سے چند سال قبل تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کو اگر وسعت دی جائے تو یہ ملکی اور فردی دونوں تصورات کی حامل ہے۔ یقیناً سرمایہ کی رولنگ مسلمانوں میں اگر رہے گی تو اس کا منافع بھی مسلمانوں کے پاس رہے گا اور راس المال بھی۔ مگر ہوتا کیا ہے کہ ہم غفلت میں منافع اور راس المال دونوں غیروں کی جھولی میں ڈال کر چلے آتے ہیں پھر اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ اگر ملکی پیمانے پر اسکو وسعت دی جائے تو ملک میں افراط زر اور مہنگائی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ درآمدات و برآمدات کے عدم توازن ہی کی وجہ سے کسی ملک کی اکنامیکل (Economical) پوزیشن بگڑتی ہے۔ جب ملک میں خود صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ ہوگا تو امپورٹ (Import) کرنے کی ضرورت ہی کیوں پڑے گی۔ پھر ملک کا اثاثہ ملک کے بنیادی وسائل میں صرف ہوگا۔ اقتصادیات کے وزیر کو چاہئے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی اس دفعہ کو ملک کے آئین (Constitution) میں داخل کرلیا جائے۔ تو افراط زر کا مسئلہ جس کے لئے آئے دن ہنگامہ ہوتا ہے قابو پالیا جائے گا۔

ثالثا : "بمبئی' کلکتہ' رنگون' مدراس' حیدرآباد وغیرہ

کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اسی کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب **کفل الفقیہ الفاہم** میں چھپ چکا ہے۔ (۱۵)

بنک کاری کا نظام کسی بھی قوم کی ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ آج عالمی منڈی پر نظر ڈالئے تو ایک طرف اقتصادیات پر اور دوسری طرف بنکنگ امور پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک تمام عالم اسلام کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے۔ کیونکہ اقتصادیات کی بنیاد ہی بنکنگ کے نظام کے محور پر گردش کرتی ہے۔ اس دفعہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے جدید علم معاشیات کے ماہر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ :

"یہ نکتہ معاشی نقطہ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بنک قائم تھے۔ جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بنک موجود نہیں تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بنک اور بنکوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انھوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے بنک قائم کریں۔" (۱۶)

چنانچہ آپ کی اس صدائے بازگشت کے کوئی ۳۵ سال بعد ۱۹۴۷ء میں کلکتہ کے اندر سردار آدم جی داؤد اور اور مرزا احمد اصفہانی جیسے سرمایہ داروں کے ذریعہ ایک مسلم کمرشل بنک قائم کیا گیا۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی کم نصیبی کہ تقسیم ملک کے وقت وہ بنک پاکستان منتقل ہوگیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ ہندوستان کا مسلمان کل بھی تنگ دامانی کا شاکی تھا اور آج بھی ہے۔ اس وقت بین الاقوامی کرنسی کے روپ میں سکہ رائج الوقت ہے اور زرمبادلہ کا کلیدی درجہ رکھتا ہے وہ امریکی ڈالر ہے۔ چونکہ امریکہ نے نظام بنک کو سمجھا اور اس پر اس کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں انسان ہو مگر بین الاقوامی تجارت کے لئے اس کو ڈالر کا محتاج رہنا ہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ سرمایہ کی تکنیکی صلاحیت کا وہ جوہر ہے جو آپ کی پونجی پر خود تو رواں دواں ہے مگر آپ کو تلاش بنائے ہوئے ہے ابھی زیادہ دن کی بات نہیں ۹۰ء میں پاکستان کی مدد امریکہ کے ذریعہ بند کردی گئی تو پاکستان کے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں اور دفاع کا محکمہ اتھل پتھل سے گزر رہا ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان میں مسلم آبادی کا تناسب کیا تھا پتہ نہیں مگر آج کل جبکہ اس کی شرح بیس سے پچیس کروڑ کے درمیان ہوگئی جو بعض ممالک کی منجملہ شرح آبادی سے بھی زیادہ ہے مگر اب تک ہمارا کوئی بنک موجود نہیں ہے جس سے ہماری لین دین ہوتی۔ ہم مجبور ہیں کہ اپنا کمایا ہوا سرمایہ حکومت کے بنکوں کے سپرد کردیں اور اس کے فائدہ سے ہندوئیت فروغ پاتی رہے۔

یہ وہ عصری مسائل ہیں جن کو ہر دور میں حساس ذہن محسوس کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن موجودہ صورت حال میں امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی روح مسلمانوں سے ان کے مستقبل کے بارے میں آج بھی استفسار کررہی ہے۔ اگر گوش سماعت ہو تو کان لگا کر ان کی تربت ناز سے یہ آواز سنی جاسکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس بے چہرہ ماحول میں ہر شخص آپ کے اصولوں کو حرز جاں بنائے تاکہ ہندوستان میں مسلمان اپنی ساکھ بحال کرسکے۔

رابعا : سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سبکی اصل اعظم، وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اس کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوتہ الا باللہ العلی العظیم۔**" (۱۷)

آخری بحث میں انھوں نے مذکورہ بالا تینوں دفعات کا نچوڑ رکھ دیا ہے کہ مسلمانوں کی اصل ترقی مذہبی لگاؤ، دین سے پیار اور خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچی عقیدت ہے۔ کیونکہ یہی مدار جان و ایمان ہیں اور نظام کائنات کی ساری توانائیاں انھیں کی مرہون منت اور وحدت و اتحاد کی اکائیاں انھیں ذاتوں پر مجتمع ہوتی ہیں جن سے اقتصادیات، معاشیات سماجیات اور دیگر حوائج زندگی کا ارتباط ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ہم ان مشاہدات کو فقط ماضی کا قصہ پارینہ کہہ کر اپنا دامن نہیں چھڑا سکتے۔ بلکہ عصر حاضر کے مسائل کے تلخ گھونٹ کا جرعہ آشاسیاں سمجھتے ہوئے پینا بھی ہے۔

آج کل لسانی امور پر بڑی بحث و تمحیص ہوتی ہے۔ لسانیات میں ایک اہم مسئلہ انگریزی زبان کا ہے۔ بعض لوگ اس کو نہ صرف معیوب بلکہ ناجائز و حرام تک سمجھتے ہیں مگر عصر حاضر میں اس کی افادیت قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دور اپنے عہد کا متقاضی ہوتا ہے۔ اگر آج اس کے عدم جوازانہ حرمت کا فتوی دے دیا جائے تو اسلامی تبلیغ کا شدید نقصان ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک بین الاقوامی رابطے کی زبان ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے بھی اس پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جس سے قوم مسلم کو تنگ دست اور مفلوک الحال بنایا جاسکے۔ آپ میزان شریعت میں ہر قول و عمل کو تولتے تھے جو اس پر کھرا اترتا وہ معمول مسلماناں ہوتا ورنہ اسے کالعدم قرار دے دیا جاتا۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب آیئے اس سلسلے میں امام موصوف کا ایک گراں قدر فتویٰ ملاحظہ کیا جائے جو ۲۔ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو بنگال کے ایک طالب علم نے استفتاء کیا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام موصوف نے جواب میں اس مسئلے کو واضح فرمایا کہ اس نکتہ کو اس دور میں تبلیغ اسلام کی اساس بنایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :

"ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔" (۱۸)

ہزاروں توہمات کا جواب ہوگیا۔ یہ چند جملے خلاصہ

دفاتر ہیں۔ اس کو ایک شرط پر مشروط رکھا گیا ہے اور شرط کا توسع نہ صرف انگریزی زبان کو محیط ہے بلکہ دنیا کی ہر زبان اس کے دائرہ عمل میں آگئی۔ اگر یہ شرط مفقود ہو تو قباحت مرتفع ہوجاتی ہے۔ پھر انگریزی زبان کے تعلیم و تعلم پر نہ کوئی غیر جوازی حکم رہا نہ تو اس کی حرمت پر کوئی دلیل۔ اب اس دور میں تبلیغ کے لئے جو زبان عالمی پیمانے پر سب سے زیادہ موثر اور کارآمد ہے وہ یقیناً انگریزی ہی ہے۔ تو اس سے بیش از بیش اسلام کی خدمات کی جائیں۔

عصر حاضر کا ایک سلگتا ہوا اہم مسئلہ غیر شرعی جہیز کا ہے۔ جس کی زد میں آکر کتنی بچیاں موت کی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہیں۔ یقیناً غیر شرعی جہیز ایک ایسا ناسور ہے جس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورا برصغیر متاثر ہے۔ ایک بات واضح کرتا چلوں آج کل کچھ لوگ مطلق جہیز کو سماج کی لعنت گردانتے ہیں اس سلسلے میں لمبے چوڑے مضمون لکھتے ہیں' ریلیاں نکالی جاتی ہیں' مظاہرے ہوتے ہیں' مگر معلوم ہونا چاہئے کہ یوں بلا قید و شرط جہیز کو لعنت گردانا شرعی طور پر کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ کیونکہ جہیز سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کسی بھی سنت کو لعنت کہنا بھی درست نہیں بلکہ گمراہی ہوگا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ سے اسی نوع کا ایک استفتاء کیا گیا تھا جس میں عصر حاضر کی پوری عکاسی موجود ہے۔ سوال و جواب دونوں درج ذیل ہیں :

سوال : اب ادھر چند برسوں سے مسلمانوں میں یہ رواج ہوتا جارہا ہے کہ لڑکوں کی شادی طے کرتے وقت جہیز کی مقدار معین مانگتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دس ہزار نقد لیں گے اور موٹر سائیکل لیں گے اور گھڑی لیں گے۔ اگر لڑکی والے اس کو منظور کرتے ہیں تو شادی طے ہوتی ہے ورنہ کینسل کردیتے ہیں۔ طے ہونے کے بعد اگر لڑکی والے ان مقررہ جہیز میں کچھ بھی کم دیتے ہیں تو اس کے لئے جھگڑا کھڑا کرتے ہیں' بدنام کرتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ بارات تک واپس ہوجاتی ہے اور اگر لڑکی سسرال گئی تو اسے زندگی بھر طعنہ دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی بٹھادیتے ہیں کہ جب تک فلاں فلاں چیز جو مقررہ جہیز میں سے اب تک نہیں ملی ہے' ملے گی نہیں ہم تم کو نہیں رکھیں گے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

جواب : جہیز کی مقدار طے کرنا' بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنا ہے جو مال لیا مال حرام لیا' رشوت لیا' فرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب الہبہ میں ہے **جعلت المال علی نفسھا عوضا عن النکاح وفی النکاح العوض ولا یکون علی المراۃ** عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل' نکاح میں عوض عورت پر نہیں۔ عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہیں۔ کتب فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۸۷-۳۸۶)

(۱۹)

"مشتی از نمونہ خروارے" میں نے چند عصری مسائل پر روشنی ڈال دی ہے ورنہ امام اہلسنّت کی تصنیفات زاہرہ و کتب قاہرہ میں زندگی کے ہی کتنے مسائل خورشید نصف النہار کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ میں نے اس مقالہ میں ان مسائل سے بحث کی ہے جو اس وقت مسلم سماج کے لیے سوہان روح بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابتداء میں جو میں نے تقسیم کی ہے اس کے مندرجات کے ہر گوشے کو امام اہلسنّت علیہ الرحمتہ نے سیراب کیا ہے اور کسی بھی بحث کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ خدائے قدیر کی ایک روشن دلیل تھے :

:- حواشی حوالے :-

(۱) انوار رضا'' ص ۴۶۵ ' مطبوعہ معارف رپرنٹنگ پریس لاہور' ۱۳۹۷ھ
(۲) امام احمد رضا ' فتاوی رضویہ ' ص ۳ ' مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ
(۳) انوار رضا ' ص ۴۵۷ ' مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۹۷ھ
(۴) امام احمد رضا ' فتاوی رضویہ ج ششم ' ص ۳ ' مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ
(۵) پروفیسر مسعود احمد ' حیات مولانا احمد رضا خاں ' ص ۱۹۰ ' ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۶) مولانا محمود احمد قادری ' مکتوبات امام احمد رضا ' ص ۱۹۲ ' "
(۷) امام احمد رضا ' فتاوی رضویہ ج ششم ' ص ۱۱۰ ' مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ
(۸) مولانا عبد الحکیم شرف قادری ' اندھیرے سے اجالے تک ' ص ۱۹۷ ' ناشر بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۹) پروفیسر مسعود احمد ' حیات مولانا احد رضا خاں ' ص ۱۷۲ ' ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۱۰) امام احمد رضا ' فتاوی رضویہ ج ششم ' ص ۱۸ ' مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ
(۱۱) مولانا عبد الحکیم شرف قادری ' اندھیرے سے اجالے تک ' ص ۱۹۹ ' ناشر بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۱۲) انوار رضا '' ص ۶۹۰ ' مطبوعہ معارف رضا پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۹۷ھ
(۱۳) پروفیسر مسعود احمد ' حیات مولانا احمد رضا خاں ' ص ۱۹۸ ' ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۱۴) پروفیسر مسعود احمد ' ایضا ' ص ۱۹۹ ' ایضا
(۱۵) پروفیسر مسعود احمد ' ایضا ' ص ۱۹۹ ' ایضا
(۱۶) انوار رضا ' ص ۶۹۴ ' مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۹۷ھ
(۱۷) پروفیسر مسعود احمد ' حیات مولانا احمد رضا خاں ' ص ۲۰۰ ' ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی ۱۴۱۰ھ
(۱۸) امام احمد رضا ' فتاوی رضویہ ج ششم ' ص ۲۴ ' مطبوعہ نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد ۱۴۰۱ھ
(۱۹) مولانا یاسین اختر مصباحی ' امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ' ص ۵۴۵ ' مطبوعہ نامی آفسیٹ پریس

دنیائے علم و فن اور امام احمد رضا

از ــــ پروفیسر محمود حسین بریلوی، استاذ بریلی کالج

زیر نظر مقالہ پروفیسر محمود حسین بریلوی کے مقالہ برائے ایم۔فل (عربی) بعنوان "مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات" سے ماخوذ ہے، جو انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۱۹۹۰ء میں پیش کیا تھا۔۔۔ادارہ

امام احمد رضا نے جس میدان میں بھی قلم اٹھایا اس پر سیر حاصل بحث کی والد ماجد مولانا نقی علی خان زبردست عالم دین تھے ان کی دینی تربیت نے بیٹے کے رگ و ریشے میں دینی حمیت کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی قرآن و حدیث اور مسائل شرعیہ کی ترویج و ارتقاء میں بسر کی۔ علوم نقلیہ کے موضوع پر لاکھوں صفحات پر آپ کے رشحات قلم پھیلے ہوئے ہیں، جن کی تفصیل تصنیف و تالیف کے باب میں دیکھی جائے گی۔ ہم یہاں قرآنیات کے موضوع پر ان کی ان گرانقدر تصانیف کا ذکر کریں گے علمی دنیا میں جن کی حیثیت سکہ رائج الوقت کی طرح ہے

اس سلسلہ میں پہلے ان کا مشہور و معروف ترجمہ

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

۳۰ ــــــــــ ۱۳ھ

یہ ترجمہ اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ لب و لہجہ کی شستگی اور بر محل محاوروں کا استعمال، ترجمہ قرآن و احادیث اور متقدمین علماء و ربانین کی تشریحات سے مطابقت میں اپنی مثال آپ ہے، بعض دانشوروں نے یہاں تک بھی لکھا ہے۔

"جو مقام امتیاز قرآن مجید کو باقی کتب سماویہ کے درمیان حاصل ہے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کو وہی مقام باقی تراجم میں حاصل ہے۔ فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے"۔(۱)

اس ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ کا ترجمہ راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق ہندی(۲)، انگریزی(۳)، سندھی(۴)،

ڈچ(۵)' میں شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا سلسلہ اب بھی بدرجہ اتم جاری ہے اس ترجمۂ قرآن کے حاشیہ پر امام احمد کے مایۂ ناز خلیفہ مولانا نعیم الدین کی تفسیر بھی ہے جس کا نام خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ہے۔ جو اس ترجمہ کے ساتھ متعدد مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

تفسیر

امام احمد رضا نے ترجمہ کے علاوہ قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے اور اس میں نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے' انھوں نے اگرچہ قرآن کی کوئی مکمل تفسیر نہیں تحریر کی مگر آپ کی جملہ تصانیف و توالیف کا کماحقہ بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک مبسوط و مفصل تفسیر تیار ہو سکتی ہے۔(۶)

فاضل بریلوی کی تفسیری صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے سورہ والضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۸۰ جز تک لکھ کر چھوڑ دی (۷) جو اب حوادث روزگار کا شکار ہو چکی ہے' البتہ ان کی تفسیری صلاحیت حواشی کی شکل میں اب بھی پائی جاتی ہیں جن اہم تفسیر کی کتابوں پر آپ نے معرکتہ الآراء حواشی لکھے اور قرآنیات میں اپنی بالغ نظری کا ثبوت دیا ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱) حاشیہ الزلال الاتقی عن بحر سفینتہ اتقی
۲) حاشیہ الدرالمنشور
۳) حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (للسیوطی)
۴) حاشیہ تفسیر خازن
۵) حاشیہ بیضاوی وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ بعض آیات اور سورتوں پر مختلف تصانیف تفسیر کے اہم موضوع پر دستیاب ہوتی ہیں' جنہیں امام احمد رضا کے جلیل القدر شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے یکجا کیا ہے' ذیل میں چند تصانیف کے نام پیش کئے جارہے ہیں جن سے فاضل بریلوی کی اس فن میں کامل مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱) **انوار العلم فی معنی معیاد استجب لکم**
۲) **انباء الحی ان کتابہ المصون "تبیان لکل شی"**
۳) **النفحتہ الفائحہ من مسلک سورۃ الفاتحہ**

علم حدیث

علم تفسیر کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی علم حدیث کے جملہ گوشوں پر حاوی تھے' اس کا اندازہ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف

الرفض البھیج' فی آداب التخریج

۹۶-------------۱۳ھ

سے لگایا جا سکتا ہے' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے عدیم المثال خلف مولانا رحمٰن علی اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہو تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا"(۸)

علم حدیث کے لئے ضبط حدیث میں مہارت ضروری ہے۔ فاضل بریلوی میں یہ خصوصیت خداداد تھی' ایک مرتبہ

العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ

کی دو جلدیں مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی (۱۳۳۴ھ/۱۹۰۵ء)

سے مستعار لیں اور ایک روز اور ایک رات میں مطالعہ فرما کر واپس فرما دیں۔(۹)

یٰسین احمد خیاری المدنی امام احمد رضا کی علم حدیث میں مہارت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"**وهو امام المحدثين**"(۱۰)

فاضل بریلوی کا حفظ حدیث میں اگر مقام متعین کیا جائے تو یہ بہت مشکل ہے آپ کی تصانیف و تالیف کا مطالعہ کیا جائے تو ورق ورق پر احادیث اظہر من الشمس ہیں۔

فاضل بریلوی کی علم حدیث میں کہاں تک نظر تھی اس کا اندازہ ان کی بیش قیمت کتابوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱) النهدة الزكيه لتحريم سجود التحيه

یہ اہم کتاب مولانا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں سجدہ تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کے لئے تحریر فرمائی اس میں آپ کے تبحر علمی و فنی کو دیکھا جا سکتا ہے ملک کے نامور محقق مولانا ابو الحسن ندوی اس عدیم المثال تصنیف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ

"**وهی رسالة جامعة تدل علی غناوة علمه و قوة استدلاله**"(۱۱)

۲) الفضل الموهبی فی معنی اذاصح الحديث فهو مذهبی (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)

اس کتاب کے چند اوراق دارالعلوم دیو بند کے جید عالم دین مولانا نظام الدین (احمد پوری) سابق ریاست بہاولپور (پاکستان) کو سنائے گئے تو حیرت سے فرمایا :

"یہ سب منازل حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں بالکل بے خبر و بے فیض رہا' علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں"(۱۲)

امام احمد رضا نے علم حدیث میں ۶۵ سے زائد کتب و حواشی تحریر فرمائے راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران جن کتابوں کو خود ملاحظہ کیا یا کتب کی فہرست میں دیکھا ان میں ۴۶ کتب و حواشی عربی میں اور ۹ کتب اردو میں دیکھیں۔

مذکورہ کتب و حواشی متعدد موضوعات پر ایک عظیم شاہکار ہیں' ان میں سے کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کے تعارف و تبصرہ کے لئے کافی اوراق درکار ہیں جن کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہم اعلیٰ حضرت کی مختلف موضوعات پر قلمبند شدہ مندرجہ ذیل کتب کے بیان ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱) علم حدیث	۲۶
۲) اصول حدیث	۴
۳) تخریج احادیث	۱
۴) لغت احایث	۱
۵) اسانید حدیث	۳
۶) جرح و تعدیل	۲
۷) اسماء الرجال	۷

علم فقہ

تفسیر و حدیث میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کو علم فقہ میں بھی اعلیٰ درجہ کی بصیرت حاصل تھی اگر یہ کہا جائے کہ فقہی بصیرت کی بناء پر اصحاب علم و فن میں آپ کی پذیرائی ہوئی تو بے جا نہ

ہوگا۔ ان کی اس فقہی بصیرت کا ہر مکتبہ فکر کے عالم نے یکساں اعتراف کیا ہے صاحب نزھۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ و یشھد لذالک مجموع فتاو ی و کتابہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث و عشرین و ثلاث مأۃ الف (۱۳)

اس کے علاوہ امام احمد رضا کی اس فن میں لکھی ہوئی کتب سے ان کی فقہی صلاحیت اور بالغ نظری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء آپ کی فقہی خدمات کا بہترین دستاویز ہے، یہ فتاوی بارہ مجلدات پر مشتمل ہے اور ہر ایک جلد جہازی سائز کی ہزار سے زیادہ صفحات پر مبسوط ہے ان فتاویٰ کی تین اہم جلدوں کے علاوہ بقیہ مجلدات ہندو پاک کے اہم مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہیں جو جلدیں ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں ان میں آٹھویں اور نویں جلد (۱۴) مفتی عبد المنان صاحب (سابق صدر اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ) اور بارہویں (۱۵) مولانا توصیف رضا خان (فرزند مولانا ریحان رضا خاں) کے ذاتی کتب خانہ میں ہیں۔ (بحمد للہ ! اب گیارہ جلدیں مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی سے اور بارھویں جلد کا کچھ حصہ رضا اکیڈمی بمبئی ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے۔ ادارہ)

اول الذکر دونوں جلدوں پر ترتیب و تصحیح کا کام جاری ہے، اگر ان جلدوں کو جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا جائے تو ۵۵ سے زائد مجلدات ہو جائیں گی، العطای النبویہ جہاں علوم نقلیہ کے جملہ فنون کا احاطہ کرتا ہے تو اسی کے ساتھ علوم عقلیہ کی بہترین دستاویز ہے۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور نے مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب کی زیر نگرانی فتاوی رضویہ کی جدید تقاضوں کے مطابق تدوین کا کام شروع کر دیا ہے اب تک اصل فتاوی کی تین جلدوں پر مشتمل ۷ جلدیں طبع ہو چکی ہیں مزید پر کام جاری ہے۔ادارہ)

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی روشنی میں دینی مسائل کا استخراج کیا ہے، علم توقیت، جغرافیہ اور ارضیات، مسافت قصر کا تعین (۱۶) علم ہیئت اور توقیت کے آئینہ میں صوم و صلاۃ کے اوقات (۱۷) علم زیجات، ریاضی اور فلکیات کی مدد سے رویت ہلال کے سکیڑوں مسائل حل فرمائے ہیں۔ (۱۸)

امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں کتنی دسترس حاصل تھی اس کا اندازہ ان کی فقہی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے۔

العطایا النبویہ میں مولانا نے وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ۱۶۰ قسمیں قلمبند کی ہیں (۱۹) اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان فرمائیں ہیں (۲۰) اور اس موضوع پر ایک تحقیقی و علمی رسالہ "سمع الداء ماء فیما یورث العجز عن الماء" سپرد تفصیل قلم فرمایا (۲۱)

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے ان کی ۱۸۱ قسمیں لکھی ہیں ۷۴ منصوصات اور ۱۰۷ مزیدات مصنف، اور وہ چیزیں جن سے تیمم ناجائز ہے ان کی ۱۳۰ قسمیں

لکھی۔ ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادہ ہیں۔ (۲۲)

جس طرح امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں یدطولی حاصل تھا تو اسی طرح متون فقہ اور جزوی اختلافات مسائل میں دقت نظراور باریک بینی سے حل کرنے کا اعلیٰ ملکہ حاصل تھا۔

امام احمد رضا کے پاس ہندوستان (جن میں بنگلہ دیش و موجودہ پاکستان کے علاقے بھی شامل ہیں)' پاکستان' برما' چین' امریکہ' افغانستان' افریقہ اور حجاز وغیرہ سے سیکڑوں استفتاء آتے تھے مولانا ان کے جوابات سرعت (۲۳) سے تحریر فرما کر ارسال فرماتے۔

امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خان نے ایک مقام پر خود تحریر فرمایا ہے۔ (۲۴)

آپ کے بعض فتوے متعدد علوم و فنون پر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں مثلاً یہ فتویٰ

النهى النمير فى الماء المستدير (۲۵)

امام احمد رضا کے یہ تحقیقی فتوے عرب و عجم میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں' اس قول کی صحت میں ٹھوس شواہد موجود ہیں۔

ایک مرتبہ فتاویٰ رضویہ کے چند اوراق بطور نمونہ خانہ کعبہ کے تبحر عالم سید اسمٰعیل خلیل مکی (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) کو ارسال کئے تھے۔ موصوف ان اوراق کو دیکھ کر متحیر رہ گئے اور اپنے مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں اس پر اس طرح تبصرہ کیا۔

ترجمہ "اے ہمارے سردار آپ نے بطور نمونہ فتاوی کے چند اوراق عطا کئے تھے ہم خداوند کریم سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں عطا کرے گا اور فتاوی کو پایہ تک پہنچانے کے لئے اوقات میں برکت فرمائے گا کیوں کہ یہ فتاویٰ اعتبار و اہتمام کے لائق ہے (خداوند قدوس اسے آپ کے لئے توشہ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں وہ اس کے مولف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے" (۲۶)

اسی طرح شیخ ابو الفتح ابو غدہ (پروفیسر کلیتہ الشریعتہ محمد بن سعود یونیورسٹی' ریاض) نے العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے ایک عربی فتوی کا مطالعہ کیا تو حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا

"عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور اس ایک فتویٰ کے مطالعہ کے بعد یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔" (۲۷)

ان کے علاوہ عرب و عجم کے جلیل القدر علماء نے مولانا کے فتاویٰ کی تصدیق کرکے فاضل بریلوی کی عبقریت کا اعتراف کیا ہے۔ ان علماء میں

☆ مولانا ابو الاعلی مودودی (۲۸) (بانی جماعت اسلامی)

☆ شاہ معین الدین ندوی (ناظم دارالتصنیف اعظم گڑھ)(۲۹)

☆ مولانا ابو الحسن ندوی (۳۰)

☆ حکیم محمد سعید دہلوی (۳۱)

☆ ڈاکٹر محمد اقبال (۳۲)

☆ ڈاکٹر محی الدین الوائی (۳۳)
☆ پروفیسر جے ایم ایس بلیان (۳۴)
☆ مفتی حنفیہ مولانا عبد اللہ صدیق (۳۵)
☆ شیخ اسعد بن دھان مکی (۳۶)
☆ سید اسمٰعیل خلیل مکی (۳۷)

وغیرہ شامل ہیں۔

فقہ اور جزئیات فقہ میں امام احمد رضا نے جس قدر دقت نظر کام لیا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور انھیں کتابوں کی زینت بنایا ہے ان کا صحیح پتہ چلانا ایک مشکل امر ہے لیکن ارباب علم و فن نے بے انتہا تجسس کے بعد باب فقیہات میں آپ کی ۲۲۵ کتابوں کا پتہ لگایا ہے لیکن راقم نے مزید تحقیق کر کے علم و فن سے متعلق مزید ۴۷ کتابیں بر آمد کر لی ہیں اس اصول کی روشنی میں فقہ سے متعلق ان کی چھوٹی بڑی ۲۴۹ کتابیں ہو جاتی ہیں جن میں متون کے علاوہ حواشی اور شروح بھی شامل ہیں۔ یہ کتابیں عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر مشتمل ہیں عربی میں ۷۸ فارسی میں ۱۰ اور اردو میں ۱۶۱ کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں البتہ مطبوعہ کتب کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۱۴۰ ہے۔

اصول فقہ

تمام علوم و فنون سے زیادہ اصول فقہ میں درک حاصل کرنا ضروری ہے، جس کے سبب فقہی جزئیات اور مشکل مسائل کی پر پیچ گتھیاں سلجھانے میں آسانی ہو، جب تک کسی علم کے اصول و ضوابط سے واقفیت نہیں ہوتی ہے اس علم میں پختگی کا اعلان بے جا تصور کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا میں یہ خاص بات تھی کہ وہ علوم و فنون کے علاوہ ان کے اصول و ضوابط پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔

امام احمد رضا نے اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور متعدد مواقع پر پیچیدہ مسائل کو حل فرما کر اصلاحات بھی فرمائی ہیں اس کی مثال درج ذیل نمونہ سے دی جا سکتی ہے۔

شریعت کے احکامات جو امر و نہی دونوں پر منحصر ہوتے ہیں۔ علماء اصولیین نے پہلے ان کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا (۳۸)

امر = فرض، مستحب، مباح
نہی = مکروہ، حرام

اس کے بعد علماء اصولیین نے اس میں توسیع کی اور سات اقسام میں تقسیم کیا (۳۹)

امر = فرض ـ واجب ـ مستحب ـ مباح
نہی = مکروہ تنزیہی ـ مکروہ تحریمی ـ حرام

اس کے بعد محققین نے جدوجہد کے بعد نو مدارج میں تقسیم کیا۔

فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام

مدارج امر و نہی کی یہ تمام قسمیں فقہاء کے کلام میں ملتی ہیں مگر یکجا اصولی اور میزان کے اس طرز پر مذکورہ اقسام بیان اعلیٰ حضرت کے سوا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔

(امام احمد رضا نے حکم کے گیارہ اقسام قرار دیئے۔
پانچ جانب فعل (امر) بطور تنازل یعنی ۱) فرض ۲) واجب ۳) سنت موکدہ ۴) سنت غیر موکدہ ۵) مستحب اور پانچ جانب ترک (نہی) بطور ترقی یعنی ۶) خلاف اولیٰ ۷) تنزیہی ۸) اساء ت ۹) مکروہ تحریمی ۱۰) حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے، کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور ان سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص ہے۔ادارہ)

امام احمد رضا کو اصول فقہ سے واقفیت ہی نہیں تھی بلکہ انھوں نے اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ بھی پہنایا ہے، اور متعدد فتاویٰ اس موضوع پر لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، جن کی تفصیلات فہرست کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں، سردست ان کا اجمالی ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱) التاج المفلل فی انارۃ مدلول کان یفعل (۴۰)
۲) السیوف الحنیفه علی عادی ابی حنیفه ۱۳۱۱ھ (۴۱)
۳) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف (۴۲)

ان کتب کے علاوہ امام احمد رضا نے اصول کی متداول کتابوں پر مفصل حواشی بھی لکھی ہیں، جن سے فاضل بریلوی کی اصولی بصیرت اور تحقیقی نظر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

۱) تبویب الاشباہ و النظائر (۴۳)
۲) تبویب فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (۴۴)
۳) تبویب مسلم الثبوت (۴۵)

علوم عقلیہ

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی تحصیل صرف تین اساتذۂ کرام سے حاصل کی مثلاً نقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا) ابو الحسین احمد النوری مارہروی، مولانا عبد العلی رامپوری

مگر علوم عقلیہ میں خداداد صلاحیت اور حیرت انگیز قوت حافظہ کی بناء پر یدطولیٰ حاصل کیا اس کا اعتراف امام احمد رضا نے خود کیا ہے کہ "جب ریاضی اور جیومیٹری وغیرہ کی تحصیل شروع کی تو ان کی فطری ذکاوت کو دیکھ کر ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان نے کہا کہ تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حاصل کرلو گے (۴۶)

چنانچہ ایسا ہی ہوا نہ صرف یہ کہ ان علوم کو حاصل کیا بلکہ ان علوم و فنون میں عربی فارسی اور اردو میں تقریباً ایک سو پانچ سے زائد تصانیف اور حواشی لکھے جن کی تفصیلات متعدد کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں (۴۷)

مولانا احمد رضا خاں خود رقمطراز ہیں۔

"حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب و جبر و مقابلہ و لوگارثم و علم مربعات و علم مثلث کروی و علم ہیئت قدیمہ و ہیئت جدیدہ و زیجات و ارثما طیقی و غیرھا میں تصنیفات و تحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد و ضوابط خود ایجاد کئے تحدثا بنعمۃ اللہ" (۴۸)

اس کے علاوہ قرآن کریم کا عدیم النظیر ترجمہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام

"کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"

۳۰ ———————— ۱۳ھ

یہ ترجمہ جہاں ایک طرف فنی اعتبار سے شاہکار ہے

تو دوسری طرف مکمل سائنٹفک ترجمان ہے۔

اس کے علاوہ شہرہ آفاق فتاویٰ

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ

۲۴ ———————— ۱۳ھ

جو بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے جس کی ہر جلد کم و بیش ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ علمی سرمایہ مفصل دستاویز ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی احاطہ کرتا ہے تفصیلات کے لئے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کریں۔ درج ذیل بعض علوم و فنون انھیں فتاویٰ سے مستخرج ہیں۔

۱) ریاضی	۲) جغرافیہ
۳) صوتیات	۴) نور
۵) علم الکیمیا	۶) علم ہیئت
۷) توقیت	۸) بینکاری
۹) اقتصادیات	۱۰) علم زیجات
۱۱) علم نجوم	۱۲) علم طبیعیات
۱۳) علم طب	۱۴) علم ادویہ
۱۵) علم معاشیات	۱۶) علم تجارت
۱۷) علم شماریات	۱۸) علم ارضیات
۱۹) علم سیاسیات	۲۰) علم بین الاقوامی امور
۲۱) علم معدنیات	۲۲) علم اخلاقیات
۲۳) علم الاحجار	

امام احمد رضا نے اپنے علوم و فنون کی روشنی میں مسائل شرعیہ کا استخراج کیا ہے' حکیم محمد سعید دہلوی ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں :-

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام مسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہئے اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں' مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدیم حاصل ہے' اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب معلوم ہوتے ہیں۔(۴۹)

فاضل بریلوی کو سائنسی علوم پر بھی اتنی ہی دسترس حاصل تھی جتنی دینی علوم پر آپ کے سامنے دینی' سائنسی منقولات یا معقولات کا کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ فی الفور اس کا جواب تحریر فرما دیتے مثلاً ۱۳۲۳ھ میں دوسرے حج کے موقع پر علماء حجاز نے دو اہم مسئلوں کے سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا ایک کا تعلق علم غیب سے تھا اور دوسرے کا تعلق اقتصادیات اور معاشیات سے تھا' آپ اس استفتا کے جواب میں کتابوں کی مدد کے بغیر علم غیب پر ساڑھ آٹھ گھنٹوں میں ایک نشست کے اندر ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ایک مدلل جواب بعنوان

الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیتہ

۲۳ ۱۳ھ

تحریر فرمایا اور دوسری کتاب نوٹ کے مسئلہ پر

ڈیڑھ گھنٹے میں تصنیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام

کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

۲۳ ۱۳ھ

فاضل بریلوی کی تصنیف الدولتہ المکیہ ایک عظیم شاہکار ہے۔

پروفیسر ابرار حسین نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا :

"اعلیٰ حضرت بہت بلند پایہ کے ریاضی داں تھے۔ الدولتہ المکیہ پڑھنے سے (جو میری سمجھ سے بلند تر ہے) اس کی تصدیق ہوئی کیوں کہ انھوں نے وہاں کچھ دلائل ریاضی کے نظریات پر بھی دیئے ہیں اور یہ نظریات وہ ہیں جو آج کل Toplogy کے زمرے میں آتے ہیں

اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ سے مزید اس قول کی تصدیق ہوتی ہے.... حاشیہ رسالہ لوگارثم (قلمی) اور حاشیہ رسالہ علم مثلث کروی (قلمی) وغیرہ میں انھوں نے Spherical ‘Logrithm اور Trigonometry میں اپنی جلیل القدر تحقیقات پیش کی ہیں۔" (۵۰)

امام احمد رضا نے سائنسی بصیرت کی بنا پر بڑے بڑے سائنس دانوں اور جدید علوم کے ماہرین کا علمی تعاقب کیا۔ جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔ سردست چند حضرات کے اسماء ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱) راجہ رتن سنگھ بہادر ہشیار جنگ (۵۱)

۲) پروفیسر حاکم علی (۵۲)

۳) پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن (۵۳)

۴) شیخ بو علی سینا ۳۷۰ھ/ ۹۸۰ء (۵۴)

۵) شمس الدین محمد بن مبارک مبرک بخاروی (۵۵)

۶) ملا محمد جونپوری (۵۶)

۸) آئزک نیوٹن (۵۷)

وغیرہ وغیرہ

امام احمد رضا نے صرف ان حضرات کا تعاقب ہی نہیں کیا بلکہ ان کے رد میں بہت سے رسائل تحریر فرمائے۔ ان رسائل میں درج ذیل رسائل بہت مشہور ہیں۔

۱) الکلمتہ الملھمہ فی الحکمتہ المحکمہ لوھا الفلسفہ المشئمہ ۱۳۳۸ھ

۲) فوزمبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۸ھ

۳) نزول آیات فرقان .سکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ (۵۸)

علم ریاضی

امام احمد رضا کی شخصیت جامع منقول و معقول علوم تھی۔ عقلیہ میں انھیں جو مہارت حاصل تھی وہ اس دور کے بڑے بڑے جید عالم دین کے یہاں نہیں پائی جاتی ہے' فلکیات' ریاضیات' نباتات' حیوانات کونسا ایسا شعبہ ہے جس میں انھوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہ منوایا ہو' اور ہر ایک باب میں کوئی یادگار تصنیف نہ چھوڑی ہو۔

علوم عقلیہ میں ریاضی بڑا ہی مشکل ترین موضوع تصور کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا جیسی متدین شخصیت اس فن کی رسیا معلوم ہوتی ہے۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۱۸ء سے قبل ملک کے مشہور ریاضی داں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین (۱۹۴۷ء) نے علم المربعات سے متعلق ایک سوال

اخبار دبدبہ سکندری (رامپور) سے طبع کرایا کہ کوئی ماہر ریاضی داں اس کا تشفی بخش جواب دے جب فاضل بریلوی کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا تو امام احمد رضا نے اس کا مدلل جواب شائع کرایا اور اس کے ساتھ ایک سوال پیش کرکے سر ضیاء الدین کو متحیر کر دیا اسی وجہ سے موصوف نے متاثر ہو کر کہا کہ

"ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ الٹا سوال بھی پیش کر دیا"(۵۹)

یہ سر ضیاء الدین کا امام سے پہلا غائبانہ تعارف تھا اس کے بعد پروفیسر موصوف کو ایک مرتبہ پھر ریاضی کے ایک مسئلہ میں دشواری پیش آئی اور جس کے حل کے لئے وہ جرمنی جانا چاہتے تھے لیکن امام احمد رضا کے خلیفہ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) موصوف کو لے کر بریلی حاضر ہوئے اور جب سر ضیاء الدین نے اپنا پیچیدہ مسئلہ فاضل بریلوی کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اسی وقت اس کا حل پیش کر دیا (۶۰) اور اسی تاثر کی بنا پر سر ضیاء الدین نے سید سلیمان اشرف بہاری سے کہا :

"یار اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے' دینی' مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ ریاضی' اقلیدس' جبرو مقابلہ' توقیت وغیرھا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹ میں حل کرکے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔"(۶۱)

امام احمد رضا نے اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کو بھی الفاظ کا جامہ پہنایا ہے اور اردو' فارسی' عربی تینوں زبانوں میں متعدد کتب و رسائل اور حواشی لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے' تحقیق و جستجو کے بعد جن کتابوں کا علم ہو سکا ان میں عربی میں پانچ اردو میں ایک اور فارسی میں ۳ ہیں' ان کی تفصیلات تصانیف کے باب میں دیکھی جا سکتی ہیں' سردست اس کا اجمالی خاکہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے :

۱) الکلام الفہیم فی سلاسل الجمع و التقسیم ۱۳۱۹ھ
۲) اشکال الاقلیدس لنکس اشکال اقلیدس ۱۳۰۶ھ
۳) الکسر العشری ۱۳۳۱ھ

تاریخ گوئی

اس فن کا تعلق علم ریاضی سے ہے فاضل بریلوی کو تاریخ گوئی میں اتنا کمال حاصل تھا کہ معاصرین میں دور تک نظر نہیں آتا فاضل بریلوی نے اس فن کی تحصیل کے لئے دور دراز کے سفر نہیں کئے بلکہ حیرت انگیز قوت حافظہ اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر ہمعصر علماء سے سبقت لے گئے۔ آپ کو اس فن میں اتنا ملکہ حاصل تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرما دیا کرتے تھے موصوف کا یہ معمول تھا کہ ہجری سن کو عیسوی سن پر مقدم کرتے جب کہ اس فن کے ماہرین دونوں تاریخوں کا سہارا لیتے ہیں مگر امام نے عربی اسلامی تاریخ ہی کا لحاظ کیا اور خوشی سے لے کر غم تک اور سن تالیف سے لے کر سن طباعت تک کی تمام تاریخیں سن ہجری سے ہی نکالتے' آپ کی

اکثر تصانیف کے اسماء تاریخی ہی ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان اسماء سے کتاب کا موضوع‘ سبب تالیف‘ مباحث کتاب‘ اور مندرجات سب عیاں ہو جاتے ہیں مثلاً درج ذیل کتابیں

۱) کنزالایمان فی ترجمتہ القرآن = ۱۳۳۰ھ
۲) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم = ۱۳۴۰ھ
۳) حسام الحرمین علی منحرا لکفر و المین = ۱۳۲۴ھ
۴) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین = ۱۳۳۸ھ
۵) الکلمتہ الملہمہ فی الحکمتہ المحکمتہ لوھاء فلسفہ المشئمتہ = ۱۳۳۸ھ

فن تاریخ گوئی اتنا مشکل فن ہے کہ بڑے بڑے ماہرین اسماء کی تاریخ میں متعدد گھنٹے صرف کر دیتے ہیں‘ مگر اعلیٰ حضرت کو اس فن میں ایسی دستگاہ حاصل تھی کہ بر وقت بامعنی اور محل کی مناسبت سے برجستہ تاریخی مادے نکال دیتے تھے بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جملہ فرمایا کوئی شعر کہہ دیا جب اس کے اعداد نکالے گئے تو واقعہ کے عین مطابق نکلے برجستہ تاریخ گوئی کی ایک مثال درج ذیل واقعہ سے دی جا سکتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا ظفرالدین بہاری نے فرزند ارجمند کے ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے خط میں تاریخی نام کی درخواست کی آپ نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا :

"نام تو مختار الدین ہونا چاہیے" (۶۲)

۱۳......۳۶ھ

جب اس کے اعداد نکالے گئے تو موقع کے مطابق نکلے۔

اسی طرح جب قاضی عبد الوحید (والد ماجد قاضی عبد الودود) کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے جنازہ میں شرکت کی اور جب اقربا جنازہ قبرستان کی طرف لے کر چلے تو اعلیٰ حضرت نے برجستہ دو تاریخیں کہیں اس کے بعد انھوں نے مولانا ظفر الدین سے اعداد نکالنے کے لئے کہا جب موصوف نے اعداد و شمار کئے تو واقع کے مطابق نکلے۔

وھب المتقون من جنات و عیون (۶۳)

۱۳------۲۶ھ

اعلیٰ حضرت کی صلاحیت کا اندازہ اس مربع سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے اپنے پیرو مرشد شاہ آل رسول مارھروی کی تاریخ وفات کے لئے تحریر کیا یعنی مربع کے خانوں میں منتخب الفاظ اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے سن وفات کا استخراج کیا ہے۔۔ جو نہایت مشکل ہے اس مربع کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سیدھی‘ آڑھی‘ ترچھی جتنی چالیں نکلتی ہیں ان سے سن وفات نکلتا ہے ذیل کے نقشہ میں مربع کی سولہ چالیں ہیں اور ان سے سولہ تاریخیں نکلتی ہیں اور اگر ترچھی چال بھی تسلیم کر لی جائے تو کل اٹھارہ چالیں ہو جائیں گی اور اٹھارہ تواریخ وصال نکل آئیں گی۔(۶۴)

امام احمد رضا نے نظم و نثر دونوں میں تاریخیں استخراج فرمائی ہیں۔ یہ تاریخیں متعدد صنعتوں کی آئینہ دار ہیں۔۔

صنعت مرکب

حضرت حمزہ مارہروی (۱۱۹۸ھ) (۶۵) کی تاریخ وصال

امام نے صنعت مرکب سے نکالی ہے جو موقع کی مناسبت سے کس قدر معنی آفرین ہے۔

ادخلی فی جنتی (٦٦)

۹۸ــــــــــــ۱۱ھ

اسی طرح والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تواریخ وصال مذکورہ صنعت سے نکالی ہے جو نہایت بہتر اور معنی خیز ہے۔

یا غفور = ۱۲۹۷ھ

وادخلی فی جنتی و عبادی = ۱۲۹۷ھ

جنات اعدت للمتقین = ۱۲۹۷ھ

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و الہ و اھلہ اجمعین = ۱۲۹۷ھ

اس طرح اعلیٰ حضرت نے بہت سی تاریخیں کہیں (٦٧) اگر ان جملہ تواریخ کو اکٹھا کیا جائے تو ایک مفصل دستاویز تیار ہو جائے گی، جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہیں چند تواریخ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

علم جفر

امام احمد رضا نے جہاں ہیئت و توقیت، نجوم، تفسیر، لوغارثم، جبرو مقابلہ میں کمال حاصل کیا وہیں انھیں ایسے علوم کا بھی وافر حصہ ملا جن کا شمار علم الاسرار میں ہوتا ہے۔ علم جفر بھی انہی علوم میں سے ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ :

ان ھذا العلم لا یوجد فی السطور ولا یوجد بالقیاس ولا بالھندسہ ولا بالذوق ولابالعقل ولا بالفھم و انما یختص برحمتہ من یشاء یھدی الیہ من اناب" (٦٨)

علم جفر تمام علوم و فنون میں مشکل ہے۔ ۱۲۹۴ھ میں مولانا ابو الحسین احمد نوری مارہروی نے امام احمد رضا کو صرف ایک قاعدہ بدوح یمین کی تلقین کی۔ (٦٩)

امام احمد رضا نے استاد کے حکم کے مطابق اس علم کی تحصیل کے لئے جدوجہد کی اور راز ہائے بستہ کے پیچ و خم کو سلجھانے میں کامیاب ہوئے اور جفر الجامع کے عظیم الشان قاعدہ سے پیچیدہ مسائل کو حل کیا اور اس فن میں کچھ جداول بھی تیار کیں اور سیکڑوں جداول اپنے شاگردوں کو املا کرائیں مگر امام نے اپنی طبع زاد ایجادات کو اپنے مشہور شاگرد سید حسین مدنی کو نذر کر دی تھیں(٧٠) ان جداول کے علاوہ امام احمد رضا نے اور بھی جداول تیار فرمائیں جو عربی فارسی اور اردو میں تحریر ہیں اور ۹ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ان میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ قلمی صورت میں محفوظ ہیں، ذیل میں چند تصانیف کے نام پیش کئے جارہے ہیں جن سے امام کی صلاحیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱) الجفر الجامع ۱۳۲۳ھ

۲) الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۲ھ

۳) الجداول الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۱ھ

۴) رسالہ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ (٧١)

علم ہیات

امام احمد رضا نے شرح چغمینی کے چند اسباق مولانا عبد العلی رامپوری سے پڑھے (٧٢) اور طبع سلیم کی بنا پر اس فن میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

امام احمد رضا کو اس فن میں کتنی مہارت تھی اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے پروفیسر البرٹ الیف پورٹا (٧٣) یہ فاضل بریلوی کا معاصر تھا اس نے مرتبہ ایک خطرناک پیشن گوئی کی

کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت متعدد سیاروں کے اجتماع اور ان کی مجموعی کشش سے آفتاب میں زبردست گھاؤ پڑیں گے جس سے امریکہ اور پوری دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی اور شدید آندھیاں اور طوفان دنیا کے بعض علاقوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیں گے اس خطرناک پیشن گوئی کے شائع ہوتے ہی ہزاروں لوگ دہشت میں مبتلا ہو کر گرجا گھروں میں پناہ گزیں ہو گئے اور دعائیں کرنے لگے طلبہ نے اسکولوں سے چھٹیاں لے لیں اور کئی مقام پر گھنٹیاں بجنے لگیں اور اهل شہر سہم کر رہ گئے (۷۴) یہ پیشن گوئی بانکی پور کے اخبار ایکسپرس کے ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی مولانا ظفرالدین بہاری نے پروفیسر کی اس پیشن گوئی سے امام کو مطلع کیا موصوف نے مولانا بہاری کو اس طرح ایک مکتوب میں لکھا

"آپ کا پرچہ آیا نواب صاحب نے ترجمہ کیا بات کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا سراپا اغلاط سے مملو ہے اور پروفیسر کی اس پیشن گوئی کے جواب میں ایک شاہکار رسالہ قلمبند کیا جس کا تاریخی نام معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء رکھا (۷۶) جب ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کا آفتاب غروب ہوا تو پروفیسر کی پیشن گوئی غلط ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ مشہور سائنس دان پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن (۷۷) فاضل بریلوی کے معاصرین میں سے تھا' امام احمد رضا نے اپنی تصنیف میں اس کے نظریات پر بھی تنقید کی ہے۔

امام احمد رضا نے اس فن میں مہارت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اس اہم فن میں پندرہ سے زائد کتب و حواشی اردو' عربی اور فارسی میں تحریر فرمائے درج ذیل چند کتب و حواشی دیکھے جا سکتے ہیں۔ بقیہ فہرست کتب ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱) اقمار الانشراح لحقیقتہ الاصباح
۲) الصراح الموجز فی تعدیل المرکز ۱۳۱۹ھ
۳) حاشیہ شرح چغمینی (۷۸)

علم توقیت

امام احمد رضا جہاں علم ہیئت کے جامع تھے تو اسی کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں بھی یکتائے روزگار تھے' مولانا ظفرالدین بہاری امام احمد رضا کی جلالت علمی اور فن توقیت میں مہارت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" آپ کا علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد پر تھا یعنی اگر اس کا موجد کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا" (۷۹)

امام احمد رضا کو اس فن میں اتنی دسترس حاصل تھی کہ خود اپنے شاگردوں کو اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور شاگرد ان قواعد کو کاپیوں میں نوٹ کر لیتے۔ مولانا ظفرالدین بہاری ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری' مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی' مولوی سید محمود خان صاحب بریلوی' حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب' نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی

اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع و غروب آفتاب، صبح صادق، عشاء، ضحو کبری عصر نکال لیتے ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے، پھر میں نے ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح و تشریح کے ساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام الجواہر و الیواقیت فی علم التوقیت معرف بہ توضیح التوقیت رکھا" (۸۰)

الغرض اعلیٰ حضرت کو اس قدر کمال تھا کہ آپ اپنے ایجاد کردہ قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لیتے تھے کہ آفتاب کس وقت طلوع کرے گا اور کس وقت غروب اور اسی طرح سیاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت زبردست تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی فرماتے ہیں کہ

"اعلیٰ حضرت کو سیارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے" (۸۱)

اس کے علاوہ بے شمار قصے فاضل بریلوی کی عارفانہ بصیرت پر شاھد عدل ہیں (۸۲)

امام احمد رضا نے اس اہم فن میں قواعد ہی ایجاد نہیں کئے بلکہ اردو، فارسی اور عربی میں سولہ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی یادگار چھوڑے ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱) البرھان القویم علی العرض و التقویم ۱۳۲۷ھ
۲) الا نجب الانیق فی طرق التعلیق ۱۳۱۹ھ
۳) حاشیہ جامع الافکار (۸۳)

علم تکسیر

علم تکسیر علم ریاضی کی طرح مشکل ترین علوم میں سے ایک ہے ہر ایک اس میں مہارت پیدا نہیں کر سکتا، مگر اعلیٰ حضرت کو دیکھا جائے تو وہ اس علم کے موجد نظر آتے ہیں، بعض اہل فن اپنے بزرگوں کے مجموعہ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش باقاعدہ یا بے قاعدہ نقل کر دیتے ہیں، یا نقش مثلث یا مربع سے نقش بھرنا بہت جانتے ہیں مکمل چال سے نقوش بھرنا بہت مشکل ہے، جب ہم اعلیٰ حضرت کے معاصرین کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مذکورہ قواعد کے علاوہ نقوش کے طریقہ میں وہ مکمل نہیں دکھائی دیتے مگر امام کی عبقریت و انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ماہر تکسیر مولانا مقبول احمد نے امام احمد رضا کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری سے علم تکسیر میں سوال کیا انھوں نے اس کے ایسے جواب الجواب دیئے کہ موصوف ششدرہ گئے اور فرمایا تم نے یہ علم کس سے سیکھا ہے مولانا بہاری نے فرمایا میں نے امام احمد رضا سے اس فن کو حاصل کیا مولانا مقبول نے پھر سوال کیا کہ امام احمد رضا کتنے طریقوں سے نقش بھرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ۲۳۰۰ طریقے سے کہا کہ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا انہوں نے کہا وہ علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔

امام احمد رضا کو اس فن میں بے انتہا شہرت حاصل ہوئی علماء حجاز نے بھی آپ کو اس علم کا موجد قرار دیا امام احمد رضا کے چند ایجاد کردہ قواعد حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

حواشی

۱) غلام رسول : ضیاء کنزالایمان مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص-۱

۲) مولانا نور الدین نظامی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) نے کنز الایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر صدر الافاضل مکمل کر لیا ہے یہ ترجمہ و تفسیر ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔

۳) اس کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب نے کیا ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی سے مکتبہ رضویہ نے طبع کیا اس سے قبل کنزالایمان کا ترجمہ پروفیسر حنیف اختر فاطمی صدیقی (بار ایٹ لاء) انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں لندن یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

۴) اس کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم سکندری صاحب شیخ الحدیث جامعہ راشد پیر جو گوٹھ سندھ نے مکمل کیا اور ۱۹۸۹ء میں لاہور سے طبع ہوا۔

۵) اس کا ڈچ میں ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ھالینڈ) نے مکمل کیا ۱۹۸۹ء میں دھلی سے شائع ہوا۔

۶) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۹۷

۷) رحمن علی --- تذکرہ علماء ھند ص ۱۰۰

۸) ظفرالدین قادری --- حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۳۸

۹) ظفرالدین قادری --- حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۳۹

۱۰) احمد رضا خاں --- الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ الملکیۃ' ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء' مطبوعہ کراچی ص-۳

۱۱) نزہتہ الخواطر ۸ : ۴۱

۱۲) محمد عبد الحکیم --- سوانح سراج الفقہاء ص ۲۳---

۲۴

ب) المیز ان امام احمد رضا نمبر (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۲ء ص ۱۸۵ تا ۱۸۹

ج) فاضل بریلوی ص ۱۹

۱۳) عبد الحی --- نزھتہ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۱

۱۴) ذوالفقار علی --- مکتوب بنام راقم الحروف محررہ ۲ جون ۱۹۹۰ء

۱۵) وحید بیگ --- مکتوب بنام راقم الحروف محررہ ۴ مئی ۱۹۸۹ء

۱۶) احمد رضا خاں --- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء) جلد دوم ص

۱۷) احمد رضا خان --- جد الممتار علی رد المختار جلد اول

۱۸) الف) احمد رضا خاں --- العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد دوم

ب) ماہنامہ حجاز جدید (بریلی) امام اہل سنت نمبر ستمبر / اکتوبر ۱۹۸۹ء ص ۳۰ تا ۳۹

۱۹) احمد رضا خاں --- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اول مطبوعہ لائل پور ص ۴۵۶

۲۰) احمد رضا خان --- " ص ۳۵۰/۴۷۲/۵۴۳

۲۱) احمد رضا خان --- " ص ۶۱۱ - ۶۵۹

۲۲) احمد رضا خان --- " ص ۵۸۶ --- ۸۵۰

۲۳) سرعت تحریر کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی لکھتے جاتے اور چار آدمی اس کو نقل کرتے جاتے یہ چاروں نقل نہ کرپاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۹۴

۲۴) احمد رضا خان --- فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۳۹

۲۵) احمد رضا خان --- فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۲۱ تا ۳۳۰۔ ۳۲۴ تا ۳۷۱، ۴۸۴ تا ۴۹۹

۲۶) احمد رضا خاں --- الاجازت المتینہ للعماء بکتہ و المدینہ ۱۳۲۴ھ ص ۱۲۶

۲۷) محمد یسین اختر --- امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الہ باد ۱۹۷۷ء ص۔۱۹۴

ب) محمد مسعود احمد --- آئینہ رضویات ص ۸۵

۲۸) ماہنامہ المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۱۱۶

۲۹) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۲ء بحوالہ ہجوم (ہفت روزہ) جلد ۱۰، شمارہ ۱۴۷ احمد رضا نمبر ص۔۸

۳۰) عبدالحی نزہتہ الخواطر جلد ہشتم ص ۔۴۱،

۳۱) خیابان رضا مطبوعہ لاہور ص ۹۴

۳۲) ہفت روزہ افق کراچی ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء بحوالہ ہجوم ص ۸

۳۳) صوت الشرق قاہرہ شمارہ فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۶

۳۴) معارف رضا کراچی ۱۹۸۷ء ص ۶۷۔۶۸۔ ہجوم ص ۹

۳۵) پروفیسر محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص۔۱۵۱

۳۶) احمد رضا خاں --- حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین مطبوعہ لاہور ص ۱۷۰

۳۷) حامد رضا خاں --- الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ و المدینہ ۱۳۲۴ھ ص ۱۰۶

۳۸) محب اللہ بہاری --- مسلم الثبوت مطبع نو لکشور (لکھنؤ) ص ۶۶

۳۹) عبد اللہ بن مسعود مع التوضیح مطبع رحیمیہ (دیوبند) ص۔۳۰

۴۰) احمد رضا خاں --- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۴، جلد اول مطبوعہ اہلسنت (بریلی) ص۔ ۱۷۰

۴۳) عبد المبین نعمانی --- المصنفات الرضویہ (قلمی ص ۲۱)

۴۴) ایضاً

۴۵) احمد رضا خاں --- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء جلد پنجم سنی دارالاشاعت مبارک پور اعظم گڑھ ص ۳۸۲---۳۸۱

۴۶) بدر الدین --- سوانح اعلیٰ حضرت ص۔ ۳۹۵

۴۷) ایضاً

۴۸) یہ حاشیہ مدرسہ اہلسنت (پٹنہ) میں داخل نصاب تھا دیکھئے ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) جلد ۶ شمارہ ۸

۴۹) احمد رضا خاں --- الکلمتہ الملھمتہ مطبوعہ دہلی ۱۹۷۴ء ص۔۶

۵۰) ظفر الدین --- المجمل المعدد لتالیفات المجدد، معارف رضا، شمارہ۔ نہم (۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) کراچی ص ۷۹۔۸۶

حیات امام اہل سنت ص ۴۳ تا ۴۴

۵۲) الکلمتہ الملھمہ ص ۶

۵۳) حکیم محمد سعید --- امام احمد رضا کی طبی بصیرت، معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۹ء ص ۱۰۰

۵۴) ابرار حسین --- مکتوب بنام پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب، مکتوب ۱۹۸۰ء بحوالہ معارف رضا ۱۹۸۸ء ص۔۶۰

۵۴) احمد رضا خاں — حاشیہ رسالہ لوگارثم ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء قلمی ص-۲۱' مخزونہ مولانا سبحان رضا خاں مہتمم مدرسہ منظر اسلام بریلی' و سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی (بھارت)

ب) احمد رضا خاں — حاشیہ رسالہ علم مثلث کروی (قلمی) ص-۴- یہ حاشیہ مفتی خالد علی خان نواسہ امام احمد رضا کے پاس موجود ہے۔

۵۶) امام احمد رضا نے راجہ رتن سنگھ کی مشہور تصنیف "حدائق النجوم" پر سخت تنقید کی ہے' دیکھئے ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذو الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء ص -۴۵

۵۷) پروفیسر حاکم علی انجمن حمایت اسلام (لاہور) کے بانیوں میں سے تھے اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی کے عدیم المثال استاذ تھے' ۱۲۹۵ء میں کالج سے سبکدوش ہوئے' اور ۱۹۴۴ء میں انتقال کیا آپ مولانا بریلوی سے بہت متاثر تھے۔ تحریک ترک موالات کے عہد (۱۴ صفر ۱۳۳۹/۱۹۲۰ء) میں آپ نے مولانا بریلوی سے فتویٰ لیا اور اسی پر عمل کیا' امام احمد رضا نے آپ کے ایک سوال کے جواب میں نزول آیات فرقان .سکون زمین و آسمان (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا یا تفصیل کے لئے دیکھئے۔

اقبال احمد فاروقی — تذکرہ علماء اہلسنّت لاہور' مطبوعہ لاہور' ۱۹۷۵ء ص ۲۸۹

۵۸) احمد رضا خاں — نزول آیات فرقان .سکون زمین و آسمان مطبوعہ لکھنؤ۔

معین مبین ص ۱۴

۵۹) ابن سینا ۳۷۰ھ/۹۸۰ء) میں پیدا ہوا اور ۴ رمضان المبارک ۴۲۸ ھ/ ۲۱ جون ۱۰۳۷ء میں ہمدان (ایران) میں انتقال کیا۔ طب میں القانون منطق و فلسفہ میں الشفاء طبیعات میں تسع رسائل اور ہندسہ میں ترجمہ اقلیدس اسی کی یادگار ہیں' دیکھئے۔ معارف رضا ۱۹۸۹ء (کراچی) ص-۶۵

۵۸) الکلمتہ الملہمہ ص ۴۵

۵۹) الکلمتہ الملہمہ ص ۴۵

۶۰) الکلمتہ الملہمہ ص ۱۹

۶۱) نیوٹن ایک کسان کا فرزند تھا۔ لندن سے ۱۰۰ کلومیٹر دور ایک گاؤں Woolsthorpe میں ۲۵ دسمبر ۱۶۴۲ء کو پیدا ہوا' ۲۰ مارچ ۱۷۲۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور لندن کے ویسٹ منسٹر گرجا میں رکھا گیا نیوٹن سے دو کتابیں یادگار ہیں

الف) الاصول Principia ب) النور Optics

تفصیل کے لئے دیکھئے معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۶ء ص- ۶۹ — ۷۰

۶۲) یہ اہم رسالہ مرکزی مجلس رضا (لاہور) اور اخبار جنگ (کراچی) شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو چکا ہے' اور اس کا انگریزی میں ترجمہ نگار عرفانی نے کیا اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کیا۔

۶۳) ظفر الدین — حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۱۵۶۔

۶۴) محمد برہان الحق — اکرام امام احمد رضا ص- ۵۸' مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں

- ضیاء میگزین' سرضیاء الدین ہال علی گڑھ ۱۹۸۵ء

ص-۷۶

- العلم کراچی اپریل تا دسمبر ۱۹۷۵ء جلد ۲۳ شمارہ ۲۰ ص-۱۷۷

- ظفر الدین' حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص-۱۵۳

- حامد رضا خاں' الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ و المدینہ ۱۳۲۴ ص ۲۳۹ تا ۲۴۲

- بدر الدین : سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۱۱- ۱۱۲

۶۵) محمد برہان الحق --- اکرام امام احمد رضا ص ۵۹---۶۰

۶۶) محمد مسعود احمد --- اجالا ص ۲۳

۶۷) حیات اعلیٰ حضرت ا : ۴۶

۶۸) ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ ص ۴۱

۶۹) احمد رضا خان --- حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص ۸۶

۷۰) آپ ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوائے والد ماجد نے علوم ظاہری و باطنی میں دسترس حاصل کی اردو کے زبردست شاعر تھے' عینی تخلص کرتے' معارف رضا ۱۹۸۰ء (کراچی) ص-۱۰۵

۷۱) حیات اعلیٰ حضرت ا : ۱۴۷

۷۲) حیات اعلیٰ حضرت ا : ۱۴۷

۷۳) مزید تواریخ کے لئے ان ماخذ کی طرف رجوع کریں-

۷۴) ابو الحسین احمد النوری --- العسل المطفقی فی مسند ارباب منتہ المصطفےٰ مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ ص ۲۱ - ۲۲

- ۲۳

(ا) احمد رضا خاں : اجارہ فی الذکر الجھر مع الجنازہ مطبوعہ بمبئی ص ۲۵۶ --- ۲۶۳

(ب) " : حدائق بخشش ۳۰ : ۸۶ --- ۸۹

(د) برہان الحق : تذکرہ امام احمد رضا خاں ص ۸ --- ۲۹

(ہ) " : تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۲۳ --- ۱۲۴

س) ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذیلقعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۳

۷۶) محی الدین ابن عربی --- الدر ا لمکنون و الجواہر المصئون ص-۳

۷۷) بدر الدین --- سوانح اعلیٰ حضرت ص-۳۱۶

۷۸) بدر الدین --- سوانح اعلیٰ حضرت ص-۳۱۹

ب) ظفر الدین --- حیات اعلیٰ حضرت ا : ۱۷۳

۸۰) حیات اعلیٰ حضرت ا : ۱۵۷

۸۱) پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ شی گن یونیورسٹی (امریکہ) سے وابستہ رہا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ٹیورن یونیورسٹی (اٹلی) میں پروفیسر رہا- یہ سان فرانسکو امریکہ کے ماہر ثواقب Metorologist کی حیثیت سے جانا جاتا تھا دیکھئے نیویارک ٹائمز (امریکہ) شمارہ ۱۶' ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء بحوالہ معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۷ء ص -۷۱

۸۲) حوالہ مذکورہ

۸۳) حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ص-۲۹۰

۸۴) یہ مخطوطہ جامعہ راشدیہ (پیر جو گوٹھ سندھ) کے صدر مولانا تقدس علی خاں کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر الاسلام

بریلی کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے' یہ اہم رسالہ اخبار جنگ کراچی شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو گیا ہے اور نگار عرفانی نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جس کو ۱۹۸۹ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کیا۔

۸۵) آئین سٹائن Einstine ۱۴ مارچ ۱۸۷۹ء کو مغربی جرمنی کے ایک مشہور و معروف مقام اولم میں پیدا ہوا۔ جرمنی سے امریکہ کا سفر کیا اور پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر ریاضیات ہوا' طبیعیات میں جلیل قدر تحقیقات کیں ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں انتقال ہوا۔ دیکھئے معارف رضا ۱۹۸۷ء (کراچی) ص۔۷۰

۸۷) فہرست مطبوعات و نوادرات دیکھئے انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ لاہور اور فقیہہ الاسلام مصنفہ ڈاکٹر حسن رضا خاں

۸۹) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۶۰

۹۰) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۵۹۔ ۱۶۰

۹۱) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۶۰

۹۲) سوانح اعلیٰ حضرت ص۔۱۱۰' تجلیات امام احمد رضا ص۔۱۱۵' ۱۱٦ تا ۱۱۸

۹۰) ڈاکٹر حسن رضا فقیہہ الاسلام ص۔۲۰۲ مطبوعہ پٹنہ

۹۳) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۴۳

۹۴) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۷۲

۹۵) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۴۴۔۔۔۱۴۵

بسم

فرمان امام اہلسنّت مجدّد دین و ملت

الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز

مزارات پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں باادب سلام کرے السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف تین بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے، نہ بوسہ دے۔ اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۲)

اعلیٰ حضرت اور فن تاریخ گوئی

سید خضر نوشاہی (ہمدرد یونیورسٹی، کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ عصر حاضر کے مجدد اور آسمان علم و عرفان کے وہ نیر تابان ہیں کہ جس کی ضیاء سے صاحبان ذوق و شوق کے قلب و روح منور اور سرشار ہیں۔ آپ نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے عشق مصطفیٰ علیہ التحیتہ و الثناء کا اظہار کیا۔ جذبات و احساسات کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالنا انتہائی مشکل ترین کام ہوتا ہے جسے [illegible] مداح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی آسانی سے خوبصورت اور دل نشین پیرائے میں انجام دیا۔ آپ کا وجد آفرین کلام دلوں میں عشق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تازہ کردیتا ہے۔ آپ نے جو گہہائے آبدار لفظوں کی صورت میں صفحہ قرطاس پر بکھیرے ہیں وہ اہل درد و سوز اور صاحبان جذب و کیف کے لیے سرمایہ دین و ایمان ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی نے ہندوستان کے مشہور شہر بریلی شریف میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو اس جہان آب و گل میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا نقی علی خان بریلوی (م۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی کا تاریخی نام "المختار" رکھا گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ چونکہ آگے چل کر آپ کی ذات گرامی نے بڑے علمی کارنامے انجام دینے تھے اس لئے رب العزت نے آپ کو ایسا ذہن رسا عطا فرمایا تھا کہ آپ نے صرف چودہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں درجہ کمال حاصل کرلیا اور ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو سند فراغ سے مفتخر ہوئے۔ ۲

اعلیٰ حضرت کو اردو، ہندی، فارسی، اور عربی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ ۷۵ علوم و فنون عقلیہ و نقلیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کم و بیش ایک ہزار تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ ۳

دور حاضر کے اس مجدد کے علمی محاسن پر مجھ جیسے بے بضاعت طالب علم کا گفتگو کرنا سورج کو چراغ

دکھانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ ہم اس نابغہ روزگار کے دیگر تمام علوم و فنون سے قطع نظر صرف ان کے تاریخ گوئی کے فن پر اپنی گفتگو کو محدود رکھتے ہیں۔

فن تاریخ گوئی

جن علوم و فنون کی ایجاد یا ترویج و اشاعت کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے ان میں ایک فن تاریخ گوئی بھی ہے۔ کسی اہم واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی تاریخ کو ایسے الفاظ میں بیان کرنے کو مادہ تاریخ کہتے ہیں جس کے مجموعی اعداد مطلوبہ تاریخ کو ظاہر کردیں۔ الفاظ اور اعداد کے باہمی ربط سے جو علم پروان چڑھا اس کو "علم ابجد" کا نام دیا گیا۔

علم ابجد کو دو شاخوں میں تقسیم کیا گیا' زبر اور بینات۔ اس وقت علم ابجد کی تشریحات ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہوئے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس فن کو فروغ دیا۔ حروف ابجد سے مدد لے کر تاریخ کہنے کا آغاز چھٹی صدی ہجری سے ہوا۔ اس ضمن میں قدیم ترین جو مادہ تاریخ ملتا ہے وہ ایران کے معروف شاعر خاقانی (م ۵۹۵ھ) کا ہے۔ اس نے قطب الدین موصل کے وزیر جمال الدین اصفہانی محمد بن علی بن ابی منصور کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس میں لکھتا ہے کہ ۴

در سنہ ثانون الف بہ حضرت موصل
راندم "ثانون الف" سزای صفاہان

ث + ن + ا = ۵۵۱ ہے جو اس کا سال تاریخ ہے۔

پھر یہ روایت آگے بڑھی اور پروان چڑھتی گئی۔ فن تاریخ گوئی کے بیشتر طریقے وضع ہوئے اور قواعد و ضوابط مرتب ہوتے گئے' اور پھر یہ روایت ایک باقاعدہ فن کی شکل اختیار کرگئی۔ شاعری میں "قطعات تاریخ" باقاعدہ ایک الگ صف بن گئی۔ نومولود بچوں اور کتابوں کے نام تاریخی رکھنے جانے لگے۔ تاریخ ولادت و وفات شعروں میں کہی جانے لگی۔ غرضیکہ ہر اہم موقع ولادت' وفات' شادی' تعمیر' تصنیف' جنگ' فتح و شکست کی تاریخ موزوں مصرعوں' شعروں' فقروں اور آیات قرآنی و احادیث سے اخذ کرنے کا بھی طریقہ بھی چل نکلا۔ تعمیہ' تخرجہ' مدخلہ اور دیگر مختلف طریقے وجود میں آئے جن سے اہل علم و فضل اہم واقعات کی نشاندہی کے لئے مادہ تاریخی وضع کرنے میں مدد لیتے تھے اور پھر مادہ تاریخ تجویز کرنے میں مدد کے لئے کئی تاریخی لغت بھی مرتب ہوگئے اور یوں یہ فن اپنے کمال تک پہنچا۔ ۵

امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کو تاریخ گوئی میں جو ملکہ حاصل تھا اس کی نظیر شاید کہیں اور نہ مل سکے۔ آیئے اب ہم اعلیٰ حضرت بریلوی کی کہی ہوئی مختلف تاریخوں کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں۔ اور چند مادہ ہائے تاریخ پیش کرتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی تاریخ گوئی ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر باقاعدہ تحقیقی کام ہونا ضروری ہے۔ یہ مختصر مضمون ان کے اس فن سے متعلق کمالات و خدمات کا پورا احاطہ نہیں کرسکتا تاہم مشتے' نمونہ از خروارے کے مصداق چند تاریخی مادے اور قطعات پیش خدمت ہیں۔

ولادت کی تاریخیں

۱۔ امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے والد محترم مولانا نقی علی خان کی تاریخ ولادت ۱۲۴۶ھ کی مناسبت سے عربی زبان میں آٹھ تاریخ مادے نکالے تھے' جن میں دو یہ ہیں۔ ۶

۱۔ جاء ولی نقی اثیاب علی الشان = ۱۲۴۶ھ

۲۔ قمرفی برج الشرف = ۱۲۴۶ھ'

۲۔ امام احمد رضا خان بریلوی کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی تاریخ ولادت قرآن کریم سے نکالی۔ قدرت نے اس صدی کے مجدد برحق سے تاریخ پیدائش کے لیے وہ آیت لکھوائی جس میں نگاہ بصیرت کو اعلیٰ حضرت کے حالات و کمالات سے مطابقت کے لاتعداد پہلو نظر آئیں گے۔ وہ ایمان افروز تاریخ یہ ہے

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ'

فی البدیہہ تاریخ کہنا

مادۂ تاریخ نکالنا ایک وقت طلب اور وقت طلب کام ہے۔ کیونکہ الفاظ و اعداد کا باہمی ربط بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ الفاظ سے واقعہ کی نشاندہی بھی ہوتی ہو اور اعداد سے مطلوبہ سال بھی معلوم ہو۔ لیکن امام احمد رضا بریلوی کو فی البدیہہ تاریخ کہنے کا جو ملکہ حاصل تھا اس کی دو مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

الف : سید ایوب علی رضوی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۶ھ میں جمعرات کے روز امام احمد رضا خان بریلوی حجام سے خط بنوا رہے تھے اور میں قریب تپائی پر بیٹھا ہوا تھا کہ مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام کے صدر مدرس مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی بہاری کا خط اعلیٰ حضرت کے نام آیا۔ حسب الارشاد میں نے پڑھ کر سنایا۔ خط میں ولادت فرزند کی بشارت تھی اور تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست بھی۔ مجدد برحق نے سنتے ہی فرمایا کہ نام تو "مختار الدین" ہونا چاہئے۔ پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا' دیکھئے سید صاحب اس نام میں تاریخ بھی ہوگئی ہے یا نہیں۔ میں نے دیکھا تو عدد "۱۳۳۶" ہی نکلے۔" ۸

(یہ وہی "مختار الدین" ہیں جو آج پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ معروف محقق اور دانشور ہیں۔ علی گڑھ میں مقیم ہیں۔ راقم الحروف فروری ۱۹۸۸ء میں علی گڑھ (بھارت) خود ان کے دولت کدہ پر جاکر شرف ملاقات حاصل کرچکا ہے اور دوسری بار یہاں کراچی میں نیپا آڈیٹوریم میں بھی ان سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔)

ب : اعلیٰ حضرت کے فی البدیہہ تاریخ کہنے کی بات چلی ہے تو اس حوالے سے یہاں ایک اور واقعہ بیان کرتا چلوں جو دلچسپ بھی ہے اور اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی اور بدیہہ گوئی کا عمدہ نمونہ بھی۔ لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اعلیٰ حضرت کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی جب آپ نے فی البدیہہ اور برجستہ یہ تاریخی مادے بیان فرمائے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۲۸۶ھ میں اعلیٰ حضرت چودہ سال کی عمر میں جب سند فراغ حاصل کر کے مسند افتاء پر جلوہ

افروز ہوئے تو اسی سال ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص نے امام باڑہ بنوایا ہے اس کا کوئی اچھا سا تاریخی نام تجویز فرمادیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ ان سے کہئے کہ "بدر رفض" (۱۲۸۶ھ) رکھ لیں۔ اس مادے میں لفظ "رفض" کے باعث سائل نے پینترا بدلا اور کہا کہ حضور چونکہ تعمیر پچھلے سال مکمل ہوچکی تھی اس لیے کوئی ایسا نام تجویز فرمائیے جس سے ۱۲۸۵ اعداد برآمد ہوں۔ آپ نے بغیر کسی توقف کے فرمایا تو چلو پھر اس کا نام "دار رفض" رکھ لو۔ یہ سن کر سائل تلملا گیا' چونکہ وہ لفظ "رفض" نکلوانا چاہتا تھا اس لئے اس نے پھر عرض کیا کہ حضرت چونکہ ۱۲۸۴ھ میں سنگ بنیاد رکھا گیا تھا اس لیے تاریخی نام ایسا تجویز فرمائیے جس سے سنگ بنیاد رکھنے کے سال کا پتہ چلے تو اس نو عمر مجدد برحق نے فوراً فرمایا کہ ایسا ہے تو نام "در رفض" رکھ لیں۔ چنانچہ وہ شخص خاموشی سے کھسک گیا۔ (۹)

منظوم تاریخیں

۱۔ اعلیٰ حضرت ابھی سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والد محترم کی ایمان افروز کتاب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" ۱۲۸۸ھ میں شائع ہوئی۔ آپ نے اس پر دو قطعات تاریخ لکھے جو اس کتاب میں شائع ہوئے۔ ایک قطعہ فارسی میں اور دوسرا اردو میں تھا۔ فارسی قطعہ پیش خدمت ہے اس میں اس سولہ سالہ مجدد کا فنی کمال ملاحظہ ہو۔

شد چو مطبوع این کتاب عجیب
بود در فکر سال طبع رضا
ناگہاں داد ہاتفش آواز
"ذکر حاوی چہ مرہم جانہا"

------۱۲۸۸ھ------

۲۔ مادۂ تاریخ موزوں کرنا کس قدر مشکل کام ہے یہ اہل فن سے مخفی نہیں۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے مادہ ہائے تاریخ موزوں ہوکر دست بستہ کھڑے ہوتے تھے۔

آپ نے عربی' فارسی اور اردو میں جو قطعات تاریخ منظوم کئے ہیں ان میں بعض ایسے قطعے ہیں جن میں ایک نہیں بلکہ ہر ایک مصرعہ سے تاریخ نکلتی ہے اور

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۔ فاضل بریلوی کے برادر اوسط مولانا حسن رضا خان بریلوی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کا نعتیہ کلام ذوق نعت المعروف بہ "صلہ آخرت" کے تاریخی نام سے ۱۳۲۶ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی دو تاریخی قطعات کہے جن میں چودہ مصرعے ایسے ہیں جن سے تاریخ طباعت (۱۳۶۲ھ) برآمد ہوتی ہے ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

اوج بہین محمدت' جلوہ گہ مرحمت
عافیت عاقبت باد نوائے حسن
باد نوائے حسن' باب رضائے حسن
باب رضائے حسن' باز بہ جلب منن
باز بہ جلب منن' بازوئے بخت قوی
بازوئے بخت قوی' نیک حجاب محن
نیک حجاب محن' فضل عفو و نبی

فضل عفو و نبی' حبل وی و حبل من دیگر

ان من الذوق لسحر ہمہ
ان من الشعر لحکمہ تمام
کلک رضا داد چنان سال آن
یافت قبول از شہ راس الانام'
۱۱

مذکورہ بالا اشعار کے ہر مصرعہ سے ۱۳۲۶ اعداد برآمد ہوتے ہیں۔

مصنوع قطعہ تاریخ

اعلیٰ حضرت جو شاعری میں منفرد اور ممتاز ترین مقام رکھتے ہیں۔ تاریخ گوئی کے ضمن میں بعض شعری صنائع پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔

مثال کے طور پر یہ تاریخ مربع ملاحظہ ہو۔ ۱۲

طارم محل	واصل برب	اصفی عمل	اجود قرب
۳۲۸	۳۳۱	۳۲۱	۳۱۶
بحرسمی	اشبد بجد	آل رسول	انقی صفا
۳۲۰	۳۱۷	۳۲۷	۳۳۲
فرد اجل	اصفی السنا	آن روح دین	جان عرب
۳۱۸	۳۲۳	۳۲۹	۳۲۶
کنف صفی	شاہ ہدی	نور نجی	افق العلی
۳۳۰	۳۲۵	۳۱۹	۳۳۲

مذکورہ بالا مربع کو اوپر نیچے' دائیں بائیں اور آڑا ترچھا جیسے بھی پڑھیں اس سے ۱۲۹۲ اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ اور یہ تاریخ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کے پیرو مرشد شیخ سید آل رسول مارہروی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ تاریخ مربع اعلیٰ حضرت نے چوبیس سال کی عمر میں کہی ہے۔

قرآن حکیم سے مادہ ہائے تاریخ کا استخراج

تاریخ گوئی کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کو جو کمال حاصل ہے اس کا احاطہ کرنا انتہائی ناممکن ہے۔ اب ہم آپ کے مقدس ترین ان تاریخی مادوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے آیات قرآنی سے نکالے ہیں۔ یہ آپ کی فنی مہارت کی واضح شہادت ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا بریلوی کے والد ماجد کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔ آپ نے ان کی جو تاریخیں کہیں ہم ان میں سے صرف ایک تاریخ یہاں نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آئت قرآنی سے نکالی ہے۔ کیا حسب حال تاریخ ہے۔

وادخلی فی جنتی وعبادی = ۱۲۹۷ھ (۱۳)

۲۔ اعلیٰ حضرت کے پیر پیران سید حمزہ مارہروی کا وصال ۱۱۹۸ھ میں ہوا۔ ان کی تاریخ وصال قرآن حکیم سے اس طرح نکالی

ادخلی فی جنتی=۱۱۹۸ھ' ۱۴

۳۔ اپنے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) کی تاریخ وصال قرآنی حکیم سے ایسی ایمان افروز نکالی کہ جو آیہ کریمہ اولیاء اللہ سے خاص تعلق رکھتی ہے۔ اسی سے تاریخ کے اعداد بھی پورے ہوگئے۔ وہ قرآن تاریخ پڑھئے اور لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ ثواب بھی حاصل کیجئے۔ تاریخ یہ ہے

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم و لا ھم یحزنون=

۱۲۸۲ھ' (۱۵)

تصانیف کے تاریخی نام

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کم و بیش ایک ہزار کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن کتابوں کی علمی رفعت سے قطع نظر اگر ہم صرف ان کی کتابوں کے اسماء پر غور کریں تو صورت حال عام روش سے ہٹ کر سامنے آئے گی۔ یعنی ایک طرف تو کتاب کے نام ہی سے نفس مضمون مکمل طور پر سمجھ میں آجاتا ہے اور دوسری طرف کتاب کے نام کے اعداد اس کے سال تصنیف کو واضح کردیتے ہیں۔ تاریخ میں شاید ہی کسی مصنف نے اتنے تسلسل و تواتر سے اپنی تصانیف میں التزام تاریخ کیا ہو۔ آیئے اب یہاں چند کتابوں کے نام ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ **سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری = ۱۲۹۷ھ' ۱۶**

اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی کونین میں بادشاہی کے دلائل پیش کیے ہیں اور تاریخ تصنیف بھی ظاہر کی ہے۔

۲۔ **اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل =۱۲۹۸ھ**

سال تصنیف کے ساتھ ساتھ اس نام سے مصنف کا مدعا اور بھی واضح ہورہا ہے کہ اس کتاب میں اس نے کیا لکھا ہے۔ یعنی تمام نوریوں کا سردار حضرت جبریل بھی پروردگار عالم کے جمال والے محبوب کا خادم ہے۔

۳۔ **اقامتہ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ =۱۲۹۹ھ**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیمی قیام پر طعن کرنے والوں پر اعلیٰ حضرت نے محکم دلائل کے ساتھ ساتھ قیامت کی ہے۔ نفس مضمون اور تاریخ کا کیا عمدہ اظہار اس نام سے ہوتا ہے۔

۴۔ **انوار الانتباہ فی حل ندا یارسول اللہ ۱۳۰۴ھ**

کتاب کے نام سے نفس مضمون اور مصنف کے نظریہ کا اس سے عمدہ اور کیا اظہار ہوسکتا ہے کہ اس سے تاریخ تصنیف بھی برآمد ہورہی ہے۔

دین اسلام کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو جسے مجدد مائۃ حاضرہ نے حل نہ کیا ہو اور اس پر بھرپور دلائل کے ساتھ کتاب نہ لکھی ہو۔ لیکن ہم اپنے مضمون کو اعلیٰ حضرت کے اس معرکتہ آلاراء کارنامے کے ذکر پر ختم کرنا چاہتے ہیں جسے خود انہوں نے "کنزالایمان" قرار دیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۳۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے قرآن حکیم کا ترجمہ اردو زبان میں کیا اور اس کا تاریخی ہجری نام جو تجویز فرمایا وہ یہ ہے

کنزالایمان فی ترجمہ القرن=۱۳۳۰ھ

کنزالایمان کا دیگر تراجم قرآن سے تقابلی مطالعہ کرکے اس کی عظمت و رفعت کو ڈاکٹر مجیداللہ قادری صاحب نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں خوب واضح کیا ہے اور ہمارے مہربان بزرگ مفتی محمد رحیم سکندری مدظلہ العالیٰ نے اس کا سندھی ترجمہ کرکے ہم سب پر ایک خاص احسان کیا ہے لیکن ترجمہ قرآن کی دیگر خصوصیات و رفعت سے قطع نظر اس تاریخی نام پر غور کریں کہ کس قدر عمدہ اور حسب حال تاریخ اور نام

ہے۔

حرف آخر

علم کے اس بحر ناپیدا کنار شخصیت کے بارے میں میرے جیسے ہیچمدان کا اظہار خیال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ مادہ تاریخ گوئی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت پر یہ چند سطور دراصل میرا ہدیہ عقیدت ہے جسے پیش کرکے میں بھی خریداران یوسف میں شامل ہونے کی سعی کررہا ہوں۔ چنانچہ اپنے مضمون کے اختتام پر اعلیٰ حضرت کی تاریخ وصال ۱۳۴۰ھ کی مناسبت سے حضرت قبلہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قطعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں کہ جس میں خاندان نوشاہیہ کی اعلیٰ حضرت سے قلبی وابستگی کا پورا پورا اظہار کیا گیا ہے۔

قطعہ تاریخ وصال شاہ احمد رضا قادری

جناب حضرت والا مناقب
امیر عارفان آن مرد سجاد
امام اہل سنت و الجماعت
رئیس فاضلان اہل ارشاد
فقیہہ ملت بیضای اسلام
گروہ اصفیا را پیر و استاد
حکیم امت احمد رضا خان
کہ بودہ درجہان سلطان اوتاد
بہ دین مصطفیٰ مفتی اعظم
شدہ دور از ظہورش کفر و الحاد
بہ تجدید شریعت خوب پرداخت
دری از فیض بر آفاق بگشاد
زعشاق جناب غوث اعظم
فرید الدھر بودہ فرد افراد
طریقت شرع و عرفان و حقیقت
زانفاس شریفش گشت آباد
ہمہ اوقات خود معمور می داشت
بہ تصنیف و بہ تدریس و بہ اوراد
محدث ہم مفسر شیخ عالم
فتاوایش شدہ مقبول امجاد
وصال ذات حق چوں خواست از دل
ازین دنیا بہ عقبیٰ روی بنہاد
بہ روز جمعہ آن یکتای دوران
ز بند دار فانی گشت آزاد
بہ بست و پنجم از ماہ صفر بود
بہ فردوس معلی گشت دل شاد
شرافت جست تاریخ وصائش
خرد گفتا بگو: "مغفور جواد"(۱۷)
۱۳۴۰ھ

حواشی

۱۔ ملاحظہ ہو : انتخاب حدائق بخشش/حضرت رضا بریلوی، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی، ۱۹۹۵ء

۲۔ حوالہ مذکور، ص ۲۱۔۲۲

۳۔ ایضا

۴۔ ملاحظہ ہو، منتخب اعجاز التواریخ/سید شرافت نوشاہی، بہ تدوین و کوشش سید رضا عارف نوشاہی، گجرات، ۱۹۷۶ء ص ۱۹۔ نیز اس موضوع سے متعلق مزید

تفصیلات

۵۔ فن تاریخ گوئی کے بارے میں مفصل معلومات کے لیے ملاحظ ہو : فن تاریخ گوئی/ کسریٰ منہاس' لاہور' ۱۹۹۳ء

۶۔ رک : اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی/عبدالحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہجہانپوری' لاہور' ۱۹۸۶ء' ص ۱۴

۷۔ رک : حوالہ مذکور ص ۱۵ بحوالہ سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدرالدین احمد' لکھنؤ' ص ۱۶۸۔۱۶۹

۸۔ رک : ایضاً ص ۲۷' بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول از مولانا ظفر الدین بہاری' ص ۵۴ تا ۵۶ (ملخص)

۹۔ رک : ایضاً ص ۱۷

۱۰۔ رک : ایضاً ص ۱۸

۱۱۔ رک : ذوق نعت/مولانا حسن رضا خان' لاہور' ص ۱۳۴۔۱۳۵

۱۲۔ رک : اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی۔ ص ۱۹

۱۳۔ رک : ایضاً ص ۲۰

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً ص ۱۵

۱۶۔ یہاں سے آگے کتابوں کے جتنے تاریخی ناموں پر گفتگو کی گئی ہے وہ تمام نام حوالہ مذکور سے لئے گئے ہیں۔

۱۷۔ منتخب اعجاز التواریخ' ص ۳۹

ماخذ

۱۔ انتخاب حدائق بخشش/ حضرت رضا بریلوی' مرتبہ پروفیسرڈاکٹر محمد مسعود احمد' کراچی' ۱۹۹۵ء

۲۔ اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی/ عبدالحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہجہانپوری' لاہور' ۱۹۸۸ق۱۹ء

۳۔ منتخب اعجاز التواریخ/سید شرافت نوشاہی' بہ تدوین و کوشش سید رضا عارف نوشاہی' گجرات' ۱۹۷۶ء

۴۔ فن تاریخ گوئی/کسریٰ منہاس' لاہور' ۱۹۹۳ء

۵۔ حیات امام اہل سنت/پروفیسرڈاکٹر محمد مسعود احمد' لاہور' ۱۹۸۷ء

○---- علامہ محمد ابراہیم خوشتر (مانچسٹر) کی کوششوں سے جنوبی افریقہ کے صدر مسٹر نیلسن منڈیلا نے امام احمد رضا کے "فتاویٰ رضویہ" اور "فتاویٰ عالمگیری" کو مسلم لاء کے معاملات میں بنیادی ماخذ کے طور پر منظور کر لیا ہے' اب وہاں کے عدالتی فیصلوں میں فتاویٰ رضویہ کے فیصلے بھی مستند ہوں گے۔

حضرت رضا بریلوی کی فارسی نعتیہ شاعری

از— پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر
سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)

فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معانی میں آیا ہے۔ غیاث اللغات میں "تعریف و صف کر دن از منتخب" کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ "اگرچہ لفظ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال این لفظ بمعنی مطلق ستائش و ثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است۔" فرہنگ انند راج کے مصنف نے بھی غیاث اللغات ہی کے مفہوم کو پیش کیا ہے۔

نعت میں گویا وہ ذات گرامی مقصود ہے— جووجہ تخلیق کائنات ٹھہری۔ جس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ "اللہ جل شانہ نے فرمایا : اے حبیب! اگر ہم تمہیں پیدا نہ کرتے تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کرتے۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ورفعنالک ذکرک (الانشراح : ۴)

(اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا)

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین

(مائدہ : ۱۵)

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔" (یہاں حضور سید عالم کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہ حق کی نشاندہی ہوئی)۔

وانک لعلی خلق عظیم

"اور بے شک تمہاری بڑے خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔" (القلم : ۴)۔

یاایھاالنبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا○ وداعیاالی اللہ باذنہ وسراجا منیرا○

"اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔" (الاحزاب : ۴۵-۴۶)۔

قیامت کے دن جب تمام مخلوقات کو ختم کر دیا

جائے گا تو کوئی کسی کا ذکر کرنے والا نہ ہوگا مگر اللہ کے حبیب کا ذکر اس وقت بھی ہو رہا ہوگا' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنے والا خود خدا ہے۔ جو حی و قیوم ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا وعدہ ہے۔ **ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی** "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر۔" (سورۃ الاحزاب : آیت ۵۶)

مختصرا" یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر ہمیں نعت کہنے کا سلیقہ اور قرینہ بتایا ہے۔ اور اسی لئے ہمارے شعراء نے قرآن مجید سے اکتساب نعت کو تسلیم کیا ہے جیسے امام رضا بریلوی کہتے ہیں۔۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ایک دوسرے مقام پر نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"حقیقیا نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے' اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے' جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلا حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"۔

نعت ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ جس میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اس کے ثمرات صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوتے ہیں۔ اس ہدف اور آدرش کے حصول کی خاطر سخنور کے لئے امام الانبیاء حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کماحقہ بہرہ ور ہونا اور اشعار میں سمونے پر پوری دسترس رکھنا ضروری ہے۔ نعت گو کے لئے یہ بھی اہم ہے کہ وہ تعلیمات مقدسہ اور مقصود نبوت کو اس اسلوب سے حیطہ تحریر میں لائے کہ ایک طرف لطافت شعر برقرار رہے اور دوسری جانب حقیقت احوال روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فارسی نعتیہ کلام ان اہداف پر پورا اترتا ہے۔ وہ الوہیت اور نبوت کے فرق کو گڈمڈ ہونے نہیں دیتے۔ قرآن کریم' حدیث شریف اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ نے ان کے قلب و نظر میں گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ حکمت و دانش کی راہوں کو بھی کشادہ کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ نہ صرف انسانوں کی خاطر بلکہ حیوانوں' چرند پرند اور نباتات و جمادات کے لئے بھی اور آپ کو "رحمتہ للعلمین" کے لقب سے سر فراز فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے : **وما ارسلنک الارحمتہ للعلمین**

"اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔" (انبیاء : ۱۰۷)۔

حضور پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ابر

رحمت بن کر فاران کی جھلسی ہوئی چوٹیوں پر نمودار ہوئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ابر کرم شرق و غرب کی تشنہ لب انسانیت کے سروں پر پھیل گیا۔ زمان و مکان کے فاصلے مٹ گئے۔ نہ کوئی عربی رہا نہ کوئی عجمی کالے اور گورے، قوی اور ناتوان، اپنے اور پرائے کی تمیز ختم کردی گئی۔ حسب نسب پر فخر منسوخ کر دیا گیا۔ اخوت اور مساوات کی تلقین کی گئی۔۔ مولانا احمد رضا خان کہتے ہیں۔۔

یا شفیع المذنبین یا رحمتہ للعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجی امداد کن

"سورہ والضحیٰ" مکمل طور پر نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس میں اس اعتراض کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو چھوڑ دیا ہے" کی تردید کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے احسانات بھی بیان کیے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اعزازات سے سرفراز کیا ہے۔ ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔۔ احمد رضا خان بریلوی کہتے ہیں۔۔

سوف یعطیک ربک ترضی
حق نمودت چہ پاسداریہا

مسلمانان عالم کی نجات فقط علم و فنون کی پیشرفت میں مضمر نہیں بلکہ سید البشر، امام الانبیاء، شفیع المذنبین، خاتم النبیین ،صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں فنا ہونے میں پوشیدہ ہے۔۔ بصورت دیگر وہ دین کی راہ سے ہٹ جائیں گے۔ نابغہ روز گار، مفسر، محدث، محقق اور فقیہہ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ستر سے زیادہ علوم و فنون پر حاوی تھے مگر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حاوی تھا۔ خود کہتے ہیں۔

اے جان من، جانان من، ہم درد، ہم درمان من،
دین من و ایمان من، امن و امان امتان من

غریق بحر عشق احمدیم از فرقت مولا
کجا دانند حال مابکسا ران ساحلہا

ہجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شوق حضوری نے کلام احمد رضاں خان کو کسی قدر پر تاثیر بنا دیا ملاحظہ فرمایئے۔

در فراق تو یا رسول اللہ
سینہ دارد چہ بی قراریہا

در ہجر تو سوزان دلم، پارہ جگر از رنج و غم
صد داغ سینہ از الم، در چشم دل دریا روان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں آہ و زاری کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دارم ای گل بیاد زلف و رخت
سحرو شام آہ و زاریہا

ایک سچا نعت گو جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار، محبت کے زمزمے سناتا ہے۔۔ وہ آپ کی پیاری باتوں، اوصاف کریمانہ اور اسوۂ حسنہ کے بیان سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ اگر وہ قرآن، حدیث اور سیرت کے مطالعے سے بہرہ ور ہو تو اس کی نعت میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کی نقش گری حقیقی بھی ہوگی اور موثر

بھی۔ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نعتوں میں سیرت نبوی کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سراپا ہو' جس میں ادب و احترام لازم و ملزوم ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمانہ' حضرت احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی نعت میں ان کا تذکرہ اجمالا ہی نہیں تفصیلا و تکمیلا ہوا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی کی طرح اس میں سادگی سچائی اور خلوص بھی ہے اور فن کی بلندی بھی۔ احمد رضا کی نعتیں اس موضوع کے بہترین عناصر سے آراستہ ہیں۔ شعروں کا انتخاب مشکل ہے۔ تاہم امثال حقیقت کے طور پر چند شعر پیش خدمت ہیں۔۔

ای شافع تردامنان
وی چارہ درد نہان

جان دل و روح روان
یعنی شہ عرش آشیان

ای حسنت عرش برین
وی خادمت روح امین

مہر فلک' ماہ زمین
شاہ جہاں' زیب جنان

ای مقتدا' شمع ھدیٰ' نور خدا' ظلمت ردا

مہرت فدا ماہت گدا
نورت جدا' ازاین و آن

☆ ☆ ☆

در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
در فضیلتہا و در قرب خدا
آفتاب خاتمیت شد بلند
مہر آمد شمعہا خامش شدند
دست احمد عین دست ذوالجلال
آمد اندر بیعت و اندر قتال

ابتلا و آزمائش کے موقع پر حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن رحمت ہی غم والم کی تاریک فضاؤں میں یقین و ایمان کی شمع روشن کرتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارفتگی و شیفتگی میں سرشار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دامان رحمت کو تھام کر اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نگاہیں بھی ایسے حالات میں سوئے رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم اٹھتی ہیں اور رحمت و خیرو برکت کی دعائیں مانگتی ہیں۔۔

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم' پریشانم' اغثنی یا رسول اللہ
شہا بیکس نوازی کن' طبیبا چارہ سازی کن
مریض درد عصیانم' اغثنی یارسول اللہ
گنہ در جانم آتش زد' قیامت شعلہ می خیزد
مدد ای آب حیوانم' اغثنی یا رسول اللہ
اگر میرا نیم از در' بمن بنما دری دیگر
کجا نالم کرا خوانم' اغثنی یا رسول اللہ

ان کے دور میں شعراء نے نعت میں اپنی

گزارشات کو اس انداز سے پیش کیا کہ ان کا تاثر انفرادی اور مقامی نہیں بلکہ آفاقی حیثیت اختیار کر گیا۔ پہلے لہجہ زیادہ مدہم اور دھیما تھا۔ پھر اسی میں گونج بھی ابھری۔ یوں ذاتی دکھ اور قومی دکھ کو ایک ساتھ پیش کیا جانے لگا۔ آیئے انہی خیالات پر محیط سجی ہوئی محفل میں مولانا احمد رضا کے بعد انہی کے دور کے چند اور سخنوروں کی سوچ کو بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔

قضا گیرد، قدر گیرد، ازل گیرد ابد گیرد
رکابش را، عنانش را، عنانش را، رکابش را

غلام قادر گرامی (م ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء)

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ ست
آبروی ما زنام مصطفیٰ ﷺ ست
در جہاں آئین نو آغاز کرو
مسند اقوام پیش در نورو
در نگاہ او یکی بالا و پست
با غلام خویش بریک خواں نشست
روز محشر اعتبار ماست او
در جہاں ہم پردہ دار ماست او

علامہ محمد اقبال (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

نرگس سیراب بکشا یا نبی اللہ خواب
کمترین امتانت بین بہ احوال خراب
از حریمت حلقہ در گونہ ام بیرون مکش
ز انکہ ملجای ندارم در جہاں جزاین جنان
یا شفیع المذنبین، یا رحمتہ للعالمین
من سگ کوی توام رو از سگ کویت متاب

محمد اسماعیل "روشن" (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء)

خواھم کہ شوم خاک سر کوی مدینہ
دارم نہ تمنای دگر، چرخ کہن ہیچ

عزیزالدین عظامی (م ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء)

مولانا احمد رضاخان کی ایک مشہور زمانہ، منفرد اور شاہکار نعت کا مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس میں غیر معمولی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے اور ہر شعر میں عربی، فارسی، اردو اور پوربی یوپی (ھندی) کی فنکارانہ پیوند کاری سے ادب کے قارئین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس میں مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے والہانہ یقین کا اظہار ہوا ہے۔ کہ حضور پاک سرور کائنات ﷺ کی ذات گرامی کائنات میں بے مثال ہے۔ نہ ماضی میں اس کی مثال نظر آتی ہے۔ نہ حال میں اور مستقبل میں اس کی مثال کا امکان ہے۔

یہ شعر دیدنی ہے۔۔

البحر علا والموج طغی من بی کس و طوفان ہو شربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

اور مقطع ہے۔

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اس نعت میں چاروں زبانوں کے التزام کے باوجود ہر زبان کا ٹکڑا انتہائی سلیس، پرکیف اور وجد آور ہے۔۔ کسی اور نعت گو کی صلاحیتیں اس وصف کو پیش کرنے سے عاجز رہی ہیں۔ اس سے خاص و عام جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی روح آنحضور صلی اللہ و آلہ وسلم کی بے پایاں عقیدت سے لبریز تھی۔ وہ فنافی العشق الرسول ﷺ تھے۔ فرماتے ہیں۔

می گریم و می نالم و می سوزم این غم
یارب برسانم بسرای شه بطحا
داغ و تپش و سوز و گداز والم و درد
وارد دل من جملہ برای شه بطحا

محبوب خدا، رہرواسرا، شه کونین
این رتبہ کہ آورد سوای شه بطحا
بیرون فگن از سر، چو رضا این ہمہ سودا
میخواہ بہرکار، رضای شه بطحا

ان کا فارسی نعتیہ کلام ایسی حرارت تپش، شکوہ الفاظ و تراکیب اور صوتی ہم آہنگی کے علاوہ سوچوں کی گہرائی جذبوں کی سچائی اور خوبیوں کی فراوانی کا حامل ہے۔۔ جو شاعر کے حواس پر پوری طرح حاوی ہے۔ اور اسے ایسا سوز و گداز اور جذب و اثر نصیب ہوا ہے جو پر رنج و محن زندگی سے پردہ اٹھاتا ہے اور درد دروں کو اس خلوص اور صحت سے پیش کرتا ہے کہ پڑھنے والے کا دل پسیج کررہ جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے کلام میں شگفتگی، شیرینی، زوربیان، پختگی، روانی، بے ساختگی، قادرالکلامی، تبحر علمی، تخلیقی استعداد، موقع و محل کے مطابق الفاظ و کلمات کا چناؤ، نادر استعارات و تشبیہات درد وغم کے ساتھ اس طرح آمیختہ ہیں کہ قاری کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے کر اسے صاحب دل صاحبان کی مجلس میں پہنچا دیتی ہیں، جہاں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے متعلقات (روضہ مبارک، مدینہ منورہ، تعلیمات، اسوہ حسنہ وغیرہ) کا ذکر آتے ہی اس کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فارسی نعتیہ کلام کے ناطے سے اپنے ہم وطن اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی ٹھانی۔۔ اور سعی بلیغ فرمائی کہ دنیائے اسلام متحد ہو کر تمدن و معاشرت انسانیت کو بالا سے بالاتر لے جائے۔

وہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ساری اسلامی دنیا بمعہ مسلمانان برصغیر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑی ہو اور اپنے مخالفین کا اجتماعی مقابلہ کرے۔ وہ اپنے حسب نسب اور حکومتی سطح کے اختلافات کو پس پشت ڈال کر توحید و نبوت کے جھنڈے تلے یکجا ہو کہ اسی میں امت مسلمہ کی بہتری، بھلائی اور سرخروئی پنہاں ہے۔

ماکہ بودیم و دعائی ماچہ بود
فضل تو دل داد ای رب ودود
کیست مولائی بہ از رب جلیل
حسبنا الله ربنا نعم الوکیل
بر گوش نبی کان کرم باد سلامی
برطرہ آن گیسوئی خمار، درودی
خاک در او باش، رضا تا زکرامت
خود بشنوی از ہر دیوار، درودی

حسن بریلوی کا ذوق نعت گوئی

از
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

حُسنؔ نعت و چنیں شیریں بیانی
تو خوش باشی کہ کردی وقت ماخوش

اردو شعرو ادب کی تاریخ میں حضرت حُسنؔ بریلوی علیہ الرحمتہ ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ آپ کا اسم گرامی حسن رضا خان ابن مولانا محمد علامہ نقی علی خاں ہے۔ آپ ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں بریلی میں پیدا ہوئے' اپنے برادر اکبر امام احمد رضا خان رَضَاؔ بریلوی سے عمر میں ۳ سال چھوٹے تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں بریلی ہی میں ہوا۔

اردو کے چوٹی کے غزل گو شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ داغ دہلوی مرحوم کے خاص شاگرد اور صحیح جانشین تھے۔ آپ کی عشقیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے اردو کے مشہور نقاد اور مصنف لالہ سری رام کہتے ہیں :

"آپ کا عاشقانہ کلام آپ کے بعد طبع ہوا جو فی الحقیقت بہت اچھا ہے' صفائی' سادگی' بندش اور شوکت الفاظ کے علاوہ پردرد اور موثر بھی' طرز بیان میں سادگی کے ساتھ تیکھا پن غضب کا ہے' تعقید اور آورد کا شروع سے آخر تک نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اکثر مصرع ثانی کی نسبت مصرع اولیٰ کے الفاظ کو الٹ پلٹ کر اس خوبی سے مصرع ثانی کا مضمون پیدا کرلیتے ہیں کہ تعریف نہیں کی جاسکتی۔ بول چال اور محاورات میں بھی حرف گیری کی کم گنجائش ہے۔ الغرض آپ کا مذاق شعر پاکیزہ اور اسلوب بیان قابل تعریف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلامذہ میں آپ ایک امتیازی درجہ رکھتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اگر زندگی مستعار وفا کرتی اور یہ مشغلہ قائم رہتا تو ان کے نام کو جلا دیتے۔" (۱)

ایک بلند رتبہ شاعر ہونے کے علاوہ حسن رضا بریلوی کا شمار ہندوستان کے جید علماء میں بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے علوم دینیہ' عقلیہ اور نقلیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد خاتم الفقہاء علامہ نقی علی خان علیہ الرحمتہ سے

اور پھر اپنے برادر گرامی امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمتہ سے کی۔ طریقت میں آپ کو حضرت مولانا علامہ سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس اللہ سرہ العزیز سے قادریہ سلسلہ میں بیعت و اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ایک روایت کے مطابق اپنے برادر بزرگ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی سے بھی اجازت و خلافت آپ کو حاصل تھی۔ (۲)

حسن بریلوی کی عظمت شاعری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ

○ آپ بلبل ہند فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی مرحوم کے خاص تلامذہ سے تھے' ایک مدت تک ریاست رام پور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے (۳) چنانچہ ایک جگہ آپ فخریہ فرماتے ہیں۔

کیوں نہ ہو تیرے سخن میں لذت سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

داغ دہلوی کو بھی آپ سے خاص شفقت و محبت کا تعلق تھا اور اس تعلق کی بناء پر آپ کو "پیارے شاگرد" کہہ کر مخاطب کرتے تھے جس کا اظہار جناب حسن بریلوی اپنے شعر میں یوں فرماتے ہیں ؎

"پیارے شاگرد" تھا لقب اپنا
کس سے اس پیار کا مزہ کہئے

○ اس وقت کے اردو شعر و ادب کے عظیم نقاد اور رئیس المتغزلین قسم کے شعراء نے آپ کی شاعری کی تحسین کی ہے اور آپ کے ذوق سخن کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ لالہ سری رام' مصنف ایم اے دہلوی کا تبصرہ آپ کی نظروں سے گزرا' اسی طرح رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) نے ان کے شاعرانہ کمالات پر ایک مقالہ قلمبند کیا جو اردوئے معلیٰ میں شائع ہوا۔ (۴)

○ تیسرے یہ کہ نعتیہ شاعری میں اپنے برادر بزرگ حسان الہند واصف شاہ ہدیٰ امام احمد رضا بریلوی سے آپ کو خاص شرف تلمذ حاصل تھا۔ حسان الہند نے خود حسن بریلوی کے نعتیہ کلام کو ان الفاظ میں سراہا ہے :

"ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیئے تھے' ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اس معیار اعتدال پر صادر ہوتا' جہاں شبہ ہوتا' مجھ سے دریافت کرلیتے۔" (۵)

پھر فرماتے ہیں :

"سوا دو کے کلام (مولانا کفایت علی کافی م ۱۸۵۸ء اور حسن بریلوی) کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا۔ مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے۔" (٦)

مزید بیان کرتے ہیں :

"غرض ہندی نعت گویوں میں ان دو کا کلام ایسا ہے' باقی اکثر دیکھا گیا ہے کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے اور حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے کہ لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں' اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوھیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔" (۷)

فن نعت گوئی سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کا تبصرہ بالکل سچ ہے کہ موضوع اور فن کے اعتبار سے نعت شریف ایک سب سے اہم موضوع سخن ہے، ایک ذرا سی لغزش یا فن کی ایسی رعایت جو حد ادب سے بے نیاز بنانے والی یا بے خبر کرنے والی ہو، متاع ایمان کو متاع کاسد بنا کر رکھ دیتی ہے، بقول عرفی شیرازی :

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہوشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

غرضیکہ حسن بریلوی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں کے ماحول اور فضاؤں میں محبت الٰہی اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایمان پرور نغمات رچے بسے تھے، شیفتگی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشبوؤں سے وہاں کے گلی کوچے معطر معطر تھے، اور جس برادر گرامی قدر کی صحبت و رہنمائی ان کو نصیب ہوئی وہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے شیدائی کہ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے اور ایسے عاشق صادق اور گدائے غاشیہ بردار کہ جن کی غیرت عشق احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، دم آخریں اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی کہ :

"جس سے اللہ اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھروہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھروہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو" (۹)

اسی عظیم ہستی نے جناب حسن کی تربیت کی اور نعت گوئی کے آداب اور محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شائستگی گفتار کے انداز سکھائے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کا ہر شعر ذوق و مستی اور عشق رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ لذت زبان و بیان اور شائستگی گفتار کا بہترین نمونہ ہے۔

جناب حسن نے اپنے برادر محترم رضا بریلوی کی کرم گستریوں کا اعتراف اپنے ایک دعائیہ مقطع میں یوں کیا ہے ؎

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

زبان و بیان کی شائستگی کا انداز حضرت حسن رضا کے اس شعر میں ملاحظہ ہو ؎

جلوۂ یار ادھر بھی کوئی پھیرا تیرا
حسرتیں آٹھ پہر تکتی ہیں رستا تیرا

آپ نے دیکھا کہ بارگاہ رسالت کا ادب انہیں محبوب رب العالمین کو ان کے اسم گرامی کے ساتھ ندا نہیں کرنے دیتا بلکہ وہ "جلوۂ یار" کو مخاطب کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی نظروں میں صحرائے مدینہ کا بھی وہ ادب ہے کہ اس کے خار بھی ان کو اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ ؎

خار صحرائے نبی، پاؤں سے کیا کام تجھے

خار صحرائے نبی' پاؤں سے کیا کام تجھے
آ مری جان مرے دل میں ہے رستا تیرا

اگر نعت گو شاعر انداز بیان میں طرفگی پیدا کر دکھائے تو یہ اس کا کمال شاعری ہے حسن بریلوی کے نعتیہ کلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ زبان و بیان کی تمام خوبیوں کے ساتھ شعر کہتے ہیں۔ روزمرہ اور محاورات کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ سلیقہ اور نظم و ضبط کے ساتھ' انداز بیان کی شوخی اور شائستگی گفتار کے جلوے بھی جابجا دکھاتے ہیں مگر زبان و بیان پر قدرت کا یہ عالم ہے کہ عالم دیوانگی اور کیفیت جذب و مستی میں بھی ان حدود سے تجاوز نہیں کرتے جو ارباب ایمان و شریعت نے اس راہ میں متعین کردی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں' ان اشعار کو پڑھ کر ان کی تمنائے دل کی داد دیجئے۔

موت اس دن کو جو پھر نام وطن کا لیتا
خاک اس سر پہ جو اس در سے کنارا کرتا

ان کے صدقے میں عذابوں سے چھٹے
کام اپنا نام ان کا ہو گیا

ظاہر ہیں حسن احمد مختار کے معنی
کونین پر سرکار کا قابو نظر آیا

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

ان کے جلوؤں میں ہیں یہ دلچسپیاں
جو وہاں پہنچا وہیں کا ہو گیا

محاورات کے استعمال میں بے ساختہ پن اور آمد کی شان بھی دیکھئے

اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہوجاتا
غم کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہوجاتا

اگر پیوند ملبوس پیمبر کے نظر آتے
ترا اے حلہ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

حسن اہل نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مشت خاک ان کی گلی میں خاک ہو جاتا

حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

بہاریں تازہ رہتیں کیوں خزاں میں دھجیاں اڑتیں
لباس گل جو ان کی ملگجی پوشاک ہو جاتا

ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے
ہے خزانہ کھلا ہوا تیرا

حسن ہے بے مثل' صورت لاجواب
میں فدا' تم آپ اپنا ہو جواب

آداب نعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انداز بیان کی شوخی پیدا کرنا ایک مشکل امر ہے لیکن جناب حسن یہ مشکل بھی کس آسانی سے طے کرتے ہیں :

تجلی گاہ جاناں تک اجالے سے پہنچ جاتے
جو تو اے توسن عمر رواں چالاک ہو جاتا

قیدیوں کی جنبش ابرو سے بیڑی کاٹ دو
ورنہ جرموں کا تسلسل سوئے زنداں لے چلا

گل نہ ہو جائے چراغ زینت گلشن کہیں
اپنے سر میں میں ہوائے دست جاناں لے چلا

دیکھ کر ان کا فروغ حسن پا
مہر ذرہ، چاند تارا ہو گیا

ہمیشہ رہروان طیبہ کے زیر قدم آئے
الٰہی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسہ سر کا

محبوب کے قدموں میں یا اس کے در پہ سر دینا تو سنا ہے لیکن مشتاقان دیار محبوب کے قدموں میں کاسہ سر کا نذرانہ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرنے کی انوکھی تمنا، حسن بریلوی کے عشق کی ایجاد و کمال ہے۔

حضرت حسن بریلوی کے نعتیہ کلام میں زبان کی سادگی و سلاست کا حسن، طرز ادا کا بانکپن اور انداز بیان کی جدت و ندرت کے بارے میں ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی رقمطراز ہیں :

"صفائی زبان میں انہوں نے اپنے استاد (داغ دہلوی مرحوم) کی پوری پوری تقلید کی ہے اور یہ ان کا کمال شاعری ہے کہ نعت شریف میں انہوں نے سادگی زبان اور محاورے کی چاشنی کو برقرار رکھا ہے ورنہ نعت گوئی کے لئے شکوہ الفاظ اور جدت تراکیب ضروری لوازم ہیں" (۱۰)

حضرت حسن کی نعتیہ شاعری میں جدت فکر اور ندرت تخیل کی معنوی خصوصیات بھی جابجا پائی جاتی ہیں ۔

قرآن کے حواشی سے جلا لین لکھی ہے
مضموں یہ خط عارض جاناں سے نکالا

آسماں گر ترے تلوؤں کا نظارا کرتا
روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

اس چہرہ پر نور کی وہ بھیک تھی جس نے
مہرومہ و انجم کو پرانوار بنایا

کمند رشتہ عمر رفیع پہنچ نہ سکے
بلند اتنا ہے ایوان بارگاہ رفیع

کر گیا آخر لباس لالہ گل میں ظہور
خاک میں ملتا نہیں خون شہیدان جمال

یہ تمام اشعار جدت فکر اور ندرت خیال کے حسن معنوی کی اپنی مثال آپ ہیں۔ حسن بریلوی کا نعتیہ دیوان "ذوق نعت" ایسے متعدد اشعار سے بھرا پڑا ہے۔ ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے صرف آخری شعر پر غور کریں تو جو ندرت اور مضمون آفرینی اس شعر میں نظر آرہی ہے وہ کسی بھی نعتیہ شاعر کے اس قسم کے مضمون کے بیان میں شاید ہی نظر آئے۔ غالب خستہ نے بھی اس سے ملتا جلتا شعر کہا تھا ۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

لیکن حسن بریلوی نے "خون شہیدان جمال" کو "لباس لالہ و گل" پہنا کر جو اعزاز و اکرام بخشا ہے اس کا جواب نہیں، اور ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی دیا کہ عاشق صادق کبھی مرتا نہیں بلکہ وہ جمال حقیقی میں فنا ہو کر اس سے حیات دوام حاصل کرلیتا ہے اور جمال حقیقی کا پرتو بن جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حسن بریلوی کا نعتیہ کلام شعری حسن و جمال کی تمام مسلم خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے اور اردو نعتیہ شاعری کے شاہکار کی حیثیت سے دنیائے شعر و ادب کے سامنے فخریہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

صنائع و بدائع کی مثالیں بھی حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں بکثرت ملتی ہیں۔ صنائع لفظی میں انہوں نے صنعت عکس جس کو "ردالعجز علی الصدر و ردا الصدر علی العجز" بھی کہتے ہیں' کو بڑی خوبی اور چابکدستی سے استعمال کیا ہے کہ بے ساختہ داد نکلتی ہے' چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے
آئینوں کو جن جلوؤں نے دیوار بنایا

جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا
جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا

وہ جب تشریف لائے گھر سے در تک
بھکاری کا بھرا ہے در سے گھر تک

کلام حسن کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ پاکیزہ اور لطیف تشبیہوں اور استعاروں سے بکثرت مزین ہے۔

تشبیہات

قبلہ کا بھی کعبہ رخ نیکو نظر آیا
کعبہ کا بھی قبلہ خم ابرو نظر آیا

ہے حسنِ گلوئے مہِ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر ان کے گریباں سے نکالا

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا

ہے خاک پہ نقش کف پا تمہارا
آئینہ ہے بے غبار آقا

استعارات :

اگر اس خندۂ دنداں نما کا وصف موزوں ہو
ابھی لہرا چلے بحر سخن سے چشم گوہر کا

سجدے کو جھکا جائے براہیم میں کعبہ
جب قبلہ کونین کا ابرو نظر آیا

دیکھ رضواں دشت طیبہ کی بہار
میری جنت کا نہ پائے گا جواب

صدقے ترے اے مردمک دیدۂ یعقوب
یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

الحاصل یہ کہ خارجی اور داخلی اعتبار سے جناب حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری میں وہ تمام پہلو اور خصوصیات موجود ہیں جو کسی قادر الکلام اور استاد فن شاعر کے یہاں تصور کی جاسکتی ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کے ہمعصروں نے ان کو "استاد زمن" کے خطاب سے نوازا اور بہت سے نامور شعراء نے آپ سے اصلاح لی اور متعدد شعراء نے آپ کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ بریلی' رامپور' بدایوں' اور اس کے گرد و نواح میں آپ کے کافی تلامذہ موجود تھے۔ ان میں بعض کا ذکر آر بی مظہری نے اور بعض کا لالہ

سری رام دہلوی ایم۔اے نے اپنی تصنیف خمخانہ جاوید میں کیا ہے۔

جناب حسن رضا بریلوی کے یہاں ایسے اشعار بھی بکثرت ملتے ہیں جن میں آیات قرآنی اور احادیث و اخبار سے اقتباس کیا ہے، لیکن ان کے درک معانی کے لئے ایسے شعور کی ضرورت ہے جو قرآن و حدیث و اخبار و آثار پر گہری نظر رکھتا ہو یہ میرا منصب و مقام نہیں اس لئے محض چند مثالوں پر فقیر اکتفا کرتا ہے۔

کیا خبر ہے کہ "علی العرش" کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا

"ارنی" گوئے سرطور سے پوچھے کوئی
کس طرح غش میں گراتا ہے تجلی تیرا

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہلبیت

"قل" کہہ کر اپنی بات بھی لب سے ترے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

وہ جس رہ سے گذرتے ہیں بسی رہتی ہے مدت تک
نصیب اس گھر کے جس گھر میں وہ ٹھہریں مہماں ہو کر

منزل رشد کے نجوم اصحاب
کشتی خیر دامان آل رسول

جلوۂ شان الٰہی کی بہاریں دیکھو
"قدرالحق" کی شرح زیارت ان کی

آخر میں گزارش ہے کہ حضرت حسن رضا بریلوی اس خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں جو علم و فن اور فضل و شرف کے اعتبار سے بلند مقام کا حامل ہے جن میں ایسی شخصیات نے جنم لیا جو اپنے اپنے دور میں علم و فضل کے آفتاب و ماہ تاب بن کر چمکے اور ایک زمانے کو مستفید و منور کیا۔ علامہ کاظم علی خان، علامہ رضا علی خان، علامہ نقی علی خان، امام احمد رضا خان، علامہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان، ہر ایک شخصیت علم و فضل کے اعتبار سے ایسی بھاری بھرکم ہے کہ ہر ایک تحقیق و تدقیق کا ایک مستقل عنوان ہے۔ حسن بریلوی بھی اسی خانوادے کے ایک ایسے ہی نیر تاباں ہیں۔ دیکھا جائے تو

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ایسے عالم و فاضل شاعر کے کلام پر نقد و نظر کا کام، شعری ادب پر گہری نظر، علوم عقیلہ و نقلیہ پر کامل دسترس، علوم اسلامیہ سے گہرا شغف اور وسعت علمی کا متقاضی ہے۔ فقیر کو اپنی علمی بے مائیگی اور شعور و آگہی کی بے بضاعتی کا احساس ہے۔ محض تعمیل حکم اور حصول برکت کے لئے چند سطریں سپرد قلم کی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مبارک خانوادہ کی علمی شخصیات خصوصاً علامہ نقی علی خان، علامہ رضا علی خان، علامہ الدھر امام احمد رضا خان، مولانا حسن رضا خان، علامہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہم الرحمہ کی حیات اور علمی کارناموں پر سیر حاصل مقالات محققین فن سے تحریر کروائے جائیں۔ عالمی جامعات میں ان پر ڈاکٹریٹ کے لئے ترغیب دی جائے اور ان کے علمی، ادبی، شعری شہ پاروں کو ایک

منضبط طریقہ کار کے تحت اور جدید تقاضوں کے ساتھ شائع و طبع کروا کر اہل علم و دانش تک پہنچایا جائے اور مسلسل جدوجہد کر کے اسکول و کالج اور جامعات کے نصاب میں علم و فن کی فرع کے اعتبار سے داخل نصاب کروایا جائے۔

سابق ماہنامہ "سنی دنیا" اور اس کے فاضل مدیر جناب شہاب الدین صاحب اختر القادری زید مجدہ قابل صد مبارک ہیں کہ انہوں نے استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری پر ایک تحقیقی اور علمی کاوش کا آغاز کیا ہے۔

میں بارگاہ الٰہی میں دعاگو ہوں کہ اللہ ان کی اس عظیم جدوجہد کو اور میری اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے اور استاد زمن حضرت حسن رضا حسن بریلوی علیہ الرحمہ و الرضوان کی بارگاہ رسالت ماب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عقیدت کیشیوں کے ثمرات خیروبرکات سے ہم سب کو حصہ عطا فرمائے اور "ذوق نعت" کی برکتوں سے قلب و نگاہ مجلی و مصفی کر دے۔

دعا۔ خدا سے غم عشق مصطفیٰ کی ہے
حسن یہ غم ہے نشاط و سرور کی رونق

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ۔ واولیا‌ٔ امتہ اجمعین و بارک وسلم

ماخذ

۱۔ خمخانہ جاوید ج ۲ ص ۴۵۱ مطبوعہ دہلی ۱۹۱۱ء

۲۔ زبانی روایت حضرت علامہ تقدس علی خاں۔

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری/محمد صادق قصوری، خلفاء اعلیٰ حضرت حاشیہ ص ۲۳۴، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۵۲ مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

۵۔ ایضاً ص ۱۵۲

۶۔ ایضاً ص ۱۵۳

۷۔ ایضاً ص ۱۵۳

۸۔ مولانا کوثر نیازی، امام احمد رضا خاں بریلوی "ایک ہمہ جہت شخصیت" ص ۱۸

۹۔ حسنین رضا خاں وصایا شریف مطبوعہ بریلی

۱۰۔ شمس بریلوی مقدمہ "ذوق نعت" بعنوان "حضرت حسن رضا بریلوی کی نعت گوئی اور ان کے دیوان ذوق نعت پر ناقدانہ نظر ص ۱۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی

۱۱ - (i) خمخانہ جاوید ج ۲ ص ۴۹۸ مطبوعہ دہلی ۱۹۱۱ء (ii) آر بی مظہری امام احمد رضا دنیائے صحافت میں ص ۱۳ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۳ء

ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہوا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی۔ خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے کے برابر سمجھے گا۔

کچھ اس طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو' اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم فاضل' مفتی' فقیہ' محدث' مفسر' متکلم' مصنف اور شاعر' علوم و فنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آرہا ہو مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے علم و فضل اور تحقیق و تصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر وہ خود اپنے آپ کو بہت کوتاہ اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی ہے اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں' نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے نہ قلم کی رکاب پاؤں میں' یک رخا آدمی بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر و خیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے۔

دراصل فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے۔ کسی سمت سے سنہری کسی جانب سے نیلا کسی طرف سے سرخ' کسی پہلو سے سبز' کسی زاویے

سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو بھی آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبیت کا سامنا لئے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آجاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا کاسہ سائل کی طرح

تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، کلام، بیان، معانی، فلسفہ، منطق، مناظر، عقائد ان میں سے ایک ایک شعبہ علم انسان سے پوری زندگی صرف کرنے کا مطالبہ کرتا ہے لیکن فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تو ان روایتی اور قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عقلی اور جدید علوم کا ذخیرہ نظر آتا ہے اگر کوئی آدمی ایک بار اس ذخیرے میں قدم رکھ لے تو وہ زندگی بھر واپسی کا راستہ بھول جائے۔

علم الکیمیا سے علم الادویہ اور شماریات سے ارضیات اور جغرافیہ سے معاشیات تک ایک طویل اور وسیع سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے سلجھائی اور سنواری ہے۔

ہم نے آج کے دور میں ایسے کئی نامور اہل دانش و صاحب علم دیکھے ہیں جنہوں نے چشمہ علم و دانش سے بمشکل دو گھونٹ بھرے اور انہیں ابکائیاں شروع ہوگئیں۔ جی متلانے لگا اور پیٹ میں قراقر اٹھنے لگے، کوئی تجدد کے خبط میں مبتلا ہوگیا کسی نے اعتزال کی راہ اپنائی کچھ نے دین کی نئے سرے سے تہذیب و تشکیل کا فریضہ سنبھال لیا بعض اسلاف کے پورے اثاثہ فکر کو تیلی دکھانے پر تل گئے، کئی ایسے بھی ہوئے کہ ہلدی کی گانٹھ لے کر پنسار بن بیٹھے اور وہ بھی ہیں جنہیں اپنی مٹی پر چلنے کا سلیقہ نہ آیا اور سنگ مرمر پر چلنے لگے جس کے نتیجے میں قدم قدم پر پھسلنے لگے۔ مگر فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پورا میخانہ علم و دانش نوش جان کرکے بھی لمحے بھر کو نہیں لڑکھڑائے، اور اپنی جڑوں پر جمے رہے۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

علم کے دعویدار تو بے شمار نظر آتے ہیں مگر ناموس علم کے پاسدار بہت کم ہوتے ہیں، علم نگلنے والے لوگوں کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر اسے ہضم کرنے والے بہت قلیل ہیں، اپنے علم کو بزم ناز کی زینت بنانے والے کسی دور میں کم نہیں رہے مگر اپنے سرمایہ علم کو بارگاہ نیاز میں لٹانے والے ڈھونڈھے سے خال خال ملتے ہیں، محض علم چاٹنا اور بات ہے لیکن فیض عشق بانٹنا چیزے دیگر! مکتب و مدرسہ کی راہ کس نے نہیں دیکھی مزہ تو جب ہے کہ آدمی گمراہ نہ ہو کتاب کون نہیں پڑھ سکتا لطف تو تب ہے کہ صاحب کتاب سے نسبت جڑی رہے، قلم و قرطاس سے کون واقف نہیں، بات تو تب ہے کہ جان و دل حرف ناشناس معلم اور قرطاس ناآشنا مربی کے لئے وقف رہیں۔ بابا ذہن شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

شیخ میخانے میں آنے کو مسلمان آیا
کاش میخانے سے نکلے تو مسلماں نکلے

ہمیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے

ہاں یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ ناموس علم کا پاس رکھنے والے تھے ریاست نانپارہ کے والی کے ہاں ہونے والی خصوصی تقریب پر مدحیہ قصیدہ لکھنے کے بجائے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور نعت بھی وہ جس میں تغزل اپنے عروج پر ہے اور تقدس بھی نقطہ کمال پر۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پھر فرماتے ہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا' نہ بس اک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا' کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

وہ جو عرب کے مایہ ناز شاعر فرزدق نے کہا تھا کہ شاعری میں بعض مقامات ایسے آجاتے ہیں کہ سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر اسی پائے کا ہے' جہاں ذوق اور وجدان کی پیشانی بے اختیار جھک جاتی ہے' اور اس نعت کا مقطع تو غضب کا ہے جس میں اہل زر کی دولت پر طنز اور سید الکونین کی دریوزہ گری پر فخر کا اظہار ہے اور ساتھ ہی ساتھ مسند علم و فقر کا وقار ہے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

آج کل "عبقری" اور "نابغہ" کا لفظ بہت سستا ہوگیا ہے اور ہر تیسرا چوتھا پڑھا لکھا آدمی خود کو عبقری اور نابغہ کہلوانے پر مصر ہے اور علامہ ہونا تو ہر ایک کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے جس کی بازار میں ذرا سی "بکری" ہو وہ عبقری بن جاتا ہے۔ اور جس کو معمولی سی "قوت ناطقہ" مل جائے وہ نابغہ ہوجاتا ہے۔ حالانکہ سرمنڈوانے سے کوئی قلندر اور یونان میں پیدا ہونے سے کوئی سکندر نہیں بن جاتا۔ آداب قلندری سے ہر شخص آگاہ نہیں ہوتا اور شان سکندری کا ہر فرد حامل نہیں ہوتا' اس لئے عبقری اور نابغہ صدی بھر میں دو چار ہی ہوتے ہیں' اگر ان کی قطاریں لگنی شروع ہوجائیں تو ہر ڈھیلے کے نیچے سے ارسطو اور افلاطون ہی برآمد ہوں گے' صورت حال اگر اس طرح ہو تو کسان کھیتوں میں گاجر مولی لگانے کے بجائے سقراط اور بقراط اگانا شروع کردیں۔

بلاشبہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ عبقری عصر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے' جن کی علمی تخلیقات سے استفادہ کرنے کے لئے بذات خود تخلیقی ذہن درکار ہے' روایتی ذہن تو چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کرلیجئے متن تو دور کی بات ہے فقط کتابوں کے نام سمجھنے کے لئے المنجد جیسے لغت کی ہمہ وقت ضرورت لاحق رہتی ہے مثلاً علم لوگارثم' علم تکسیر' علم زیجات' علم ارثما طیقی' علم توقیت اور ٹرگینومیٹری پر ان کی تخلیقات پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جاسکیں۔

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی چھوٹی یا بڑی تصنیف ایسی نہیں ہے جس کا نام تاریخی نہ ہو یہ بھی تو تخلیقی ذہن کا کرشمہ ہے۔ حیرت ہے کہ جنہیں اپنی تاریخ پیدائش تک یاد نہیں وہ اعلیٰ حضرت کے منہ لگتے

ہیں' انسائیکلوپیڈیا کا لفظ ہم سب نے سنا پڑھا ہے جس کا معنی ہے "جامع العلوم" وہ کتاب یا تالیف انسائیکلوپیڈیا کہلاتی ہے جس میں متعدد متنوع اور متفرق علوم جمع کردیئے گئے ہوں گے مگر سچی بات یہ ہے کہ چلتی پھرتی اور سانس لیتی انسائیکلوپیڈیا تو فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جنہیں پچپن اقسام علم پر قسام ازل نے دسترس عطا کردی تھی۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم مجلدات ہمارے اس دعوے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

اگر کسی انجان آدمی کے سامنے فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف رکھ دی جائیں جن سے ایک کوٹھا بھرجاتا ہے تو وہ یقیناً یہی سمجھے گا کہ حکومت کی طرف سے کروڑوں روپے کی گرانٹ پر چلنے والے کسی ادارے نے باقاعدہ بیسیوں اہل قلم کا بورڈ بٹھا رکھا ہے جن کے ذمے شب و روز تحقیق و تصنیف کا کام ہے اور وہ قلمکار غم جاناں اور غم دوراں سے بے نیاز ہوکر لکھنے کا کام کرتے ہیں' ہر طرح کی فراغت اور سہولت نے ان سے اتنی کتابیں لکھوائی ہیں' لیکن اسی آدمی کو اگر یہ بتادیا جائے کہ یہ کام کسی ادارے' کسی اکیڈمی' کسی بورڈ اور کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے نہیں کیا بلکہ کتابوں کا یہ انبار ایک ہی شخصیت کا تخلیقی شاہکار ہے تو اسے یہ ماننے کو ذہن بنانے کے لئے کئی ہفتے کا عرصہ درکار ہے' تب جاکر وہ سمجھ پائے گا۔

مت سہل ہمیں جانو' پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا اتنا بھاری بھرکم کام آدمی کے دماغ کا رس نچوڑ لیتا ہے ہر وقت اس کی رگیں پھولی رہتی ہیں جبیں شکن آلود اور احساس کی دنیا گرد آلود ہوجاتی ہے۔ آدمی کرم کتابی بن کر رہ جاتا ہے خشک موضوعات پر لکھتے لکھتے طبیعت پر خشکی کا لیپ چڑھ جاتا ہے ذوق و کیف کا عالم اس کے لئے اجنبی بن جاتا ہے ایسے آدمی کے بارے میں یہ گمان بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اس سے ذرا قریب ہوکر گذرا تو شائد وہ جل جائے کیونکہ یہ تجربے ہے کہ کتابی علم چنگے بھلے اور بانکے سجیلے آدمی کو جلا بھنا اور کھردرا بنادیتا ہے۔ علم کی ہیبت اور خشونت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ لفظ بیچارے کانپتے اور حرف ہانپتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں' لیکن فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مبدا فیاض نے علم و فن اگر منوں کے حساب سے دیا تو ذوق و عشق بحمہ تعالیٰ ٹنوں کی مقدار میں بخشا' ذوق غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عشق ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا' جب وہ مسند افتاء پر ہوں تو بالغ نظر مفتی' حدیث پڑھا رہے ہوں تو عظیم محدث' فقہی مسائل پر بات کررہے ہوں تو فقیہ اعظم اور فن میراث زیر غور ہو تو ماہر علم المیراث دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی قامت پر ہر قبا خوب بجتی ہے مگر جب وہ کوچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں تو ان کی شان گدائی پر دارا و اسکندر کو رشک آنے لگتا ہے۔ جب وہ وقف ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں تو وجدان درود پڑھنے لگتا ہے' جب ان کے ہاتھ میں نعت کا کشکول ہوتا ہے تو فرشتے بھیک مانگنے کو قطار در قطار زمین پر اترتے دکھائی دیتے ہیں' جب ان کے لبوں پر نام

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے تو شہد کی بارش ہونے لگتی ہے۔ جب ان کا موضوع سخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ہوتا ہے تو ساغر دل چھلک چھلک جاتا ہے جب یاد حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند ان کے دل کے آنگن میں اترتا ہے تو شب ہجراں چمک چمک جاتی ہے اور جب وہ اپنی شاعری میں حسن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون باندھتے ہیں تو غنچہ فن چٹک چٹک جاتا ہے۔ ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائے۔ اس مرتبے کا شعر آپ کو کہاں ملے گا؟

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا
طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو علم نے نک چڑھایا اور زہد نے سر پھرا نہیں بنایا کہ گردن اکڑی رہے اور چہرہ سکڑا رہے بلکہ ان کا لہجہ انکساری کا غماز اور سوز کا ترجمان ہے، کہتے ہیں۔

اک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

فتاویٰ رضویہ پر کام کرتے کرتے جب ان کے قلم سے یہ اشعار نکلتے ہیں تو وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلادیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آج کے گتھم گتھا اور چھینا جھپٹ قسم کے دور میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوغات بانٹنے کی ضرورت ہے۔ آج امریکہ اور یورپ ہماری اس متاع کو لوٹنے کی فکر میں ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ امت مسلمہ جب کبھی ڈوب ڈوب کر ابھرے گی، ٹوٹ ٹوٹ کر جڑے گی، گر گر کر اٹھے گی اور مر مر کر جئے گی تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارے ہی ابھرے گی، ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جڑے گی، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھے گی اور یاد حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جئے گی۔

دولت درد اور متاع عشق کوئی معمولی چیز نہیں کہ جس کی حفاظت سے ہم غافل ہوجائیں، اس سے محرومی کا تلخ ذائقہ ہم یورپ سے پوچھیں جس کے پاس سب کچھ ہے مگر اپنا آپ نہیں بچا، دل رہ گیا مگر دھڑکن نام کو نہیں، آنکھیں سلامت ہیں مگر نور سے خالی اور وجود باقی ہے مگر گرمئی احساس سے محروم، آیئے ہم اپنی اس کمٹمنٹ کو حقیقت بنادیں۔

(بشکریہ، کنزالایمان سوسائٹی، لاہور)

امام احمد رضا کے خاندان درسیہ سے مراسم

(از : فاضل سندھ علامہ محمد اصغر درس)

کسی انسان کے کمالات اور امتیازات کا اندازہ کچھ انھیں لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اس کو ہر اعتبار سے پوری تنقید کے ساتھ پرکھ سکتے ہیں کبھی لوگوں کے رجحان کا سبب تصوف و سلوک میں مہارت تامہ اور دستگاہ خاص ہوتا ہے کبھی فضائل علمی و کمالات فقہی پر دنیا فریفتہ ہوجاتی ہے۔

لیکن حقیقی معراج شہرت تک وہی ہستیاں پہنچ سکی ہیں جو ہر گام پر تیز اور ہر معاملہ اور مشاہدہ میں اہل اور باکمال ثابت ہوتی ہیں مگر میرا ممدوح نہ صرف عربی علم و ادب کی حیثیت سے بلکہ شریعت و طریقت' معرفت و حقیقت' سلوک و تصوف' فقہ و اجتہاد' علوم و فنون' نثر و نظم میں اور نہ صرف کئی زبانوں میں ماہر و مشہور ہے بلکہ علوم جدیدہ اور فنون عصریہ بلکہ ہر علم و ادب کا مسلم الثبوت امام ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ان چند باعظمت انسانوں میں سے تھے جن کی شخصیت کسی اتفاق' سہارے یا حادثہ کا باعث نہیں بلکہ وہ اپنے علم و فضل' زہد و تقویٰ اور حسب و نسب کی بناء پر ممتاز و معروف تھے اور ان کی یہ بڑائی ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔ انھوں نے اپنی تمام زندگی قرآن کریم اور حدیث رؤف و رحیم کی خدمت و تشریح میں صرف فرمادی اور اگر یوں کہوں کہ ان کی زندگی قرآن تھی اور ان کی توانائی حدیث تھی تو بے جا نہ ہوگا انھوں نے اپنے آپ کو عبدالمصطفیٰ کہلایا لیکن خلق خدا نے انھیں اعلیٰ حضرت بنایا انھوں نے بذات خود خادم بن کر خدمت اسلام فرمائی لیکن زبان خلق نے انھیں اپنا امام و مخدوم کہا انھوں نے عشق و محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا تھا اور یہی تڑپ' لگن' دھن اور خلوص انھیں اہلسنت و جماعت کا متفقہ قائد و رہنما بناگئی۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ صرف بریلی شریف (یو۔ پی) ہی تک محدود نہ تھے بلکہ

ان کے قلم سے نکلنے والی عشق و محبت کی روشنی نے انھیں عالم اسلام کا مقتداء و پیشوا بنادیا تھا۔ علماء عرب و عجم ان کے مداحوں اور پرستاروں میں شامل تھے۔

سندھ کے علماء و مشائخ اور راسخ العقیدہ اہلسنت و جماعت ان سے گہرا اور اٹوٹ قلبی تعلق رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور میرے جد امجد شیخ الحدیث و التفسیر مفتی اعظم سندھ علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ میں یہی وجہ تھی کہ جغرافیائی فاصلوں کے باوجود کوئی فاصلہ نہ تھا۔ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے ہمعصر، ہم مسلک و مشرب اور خیر خواہ تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں "علم غیب مصطفیٰ" اور "حیات النبی" کے معرکتہ الاراء مسائل پر سندھ کے علماء کرام میں بحث و مناظرہ ہوا تو ایک جانب مدرسہ دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈا اور مظہر العلوم کھڈہ کے علماء جن میں مولوی محمد صادق، مولوی حامد اللہ، مولوی حاجی محمد ہالائی، حکیم فتح محمد سیوھانی، مولوی محمد صدیق سونڈوی اور مولوی دین محمد وفائی تھے جبکہ مدرسہ درسیہ قائم شدہ ۱۸۷۲ء صدر کراچی اور مدرسہ دارالفیض سونی جتوئی سے متعلقہ علماء کرام جن میں علامہ سید اسداللہ شاہ ٹکھڑائی، پیر عبدالقیوم غلام مجدد سرھندی، مولانا عبدالغفور ہمایونی، مولانا عبدالقیوم بختیار پوری، خواجہ محمد حسن جان سرھندی، مولوی عبدالرزاق بوبرکائی، میاں حاجی عبداللہ صاحب جتوئی، مولانا محمد قاسم گڑھی یاسینی و دیگر جید علماء کرام شامل ہیں علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ، کو حق پر سمجھتے تھے اسی دور میں "نورالعینین فی اثبات علم الغیب لسید الثقلین" نامی کتاب لکھی گئی اس کے علاوہ سندھی زبان میں "ایضاح الحق" اور دیگر تحریریں علم غیب، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر عقائد اہلسنت و جماعت کی تائید و توثیق میں لکھی گئیں چونکہ علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک و عقیدہ اور تعلق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نظریات و تشریحات شرعیہ و سنت نبویہ کے مطابق تھا لہٰذا انہوں نے اپنے مطبوعہ رسالہ "ایضاح الحق" کے صفحہ ۱۰ کی چوتھی سطر میں بڑے فخر اور محبت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ

"مهنجا عقائد جناب اعليٰ حضرت مجدد مائة حاضره مولانا حاجي قاري احمد رضا خان صاحب سني، حنفي، قادري، بريلوي جي عقائد موافق آهن۔"

اسی فخریہ تعلق و جذبہ کے پیش نظر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس زمانہ میں شیر اہلسنت، مناظر ملت حضرت مولانا ہدایت رسول لکھنوی (جد بزرگوار مولانا وجاہت رسول قادری) کو کراچی میں عصمت مصطفیٰ، علم غیب مصطفیٰ اور حیات مصطفیٰ کے تحفظ و وضاحت کے لئے اپنا سفیر اور علامہ درس رحمتہ اللہ علیہ کا وزیر بناکر بھیجا جنھوں نے بمبئی سے کراچی تک "حیدری جہاز" (بحری) سے سفر فرمایا اور کراچی پورٹ سے انھیں مدرسہ درسیہ صدر کراچی تک بڑی شان و شوکت سے جلوس کی شکل میں پہنچایا گیا مولانا ہدایت رسول لکھنوی تین چار ماہ تک وعظ و مناظرہ فرماتے رہے۔ انھوں نے سندھ کی سرزمین پر علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ وہ انقلابی تحریک اہلسنت چلائی کہ نجدیت و وھابیت کی بنیادیں

لرزنے اور جڑیں ہلنے لگیں آج کراچی، ٹھٹھہ، ساکرو، نواب شاہ، میرپور خاص، حیدر آباد، سکھر اور سندھ کے دیگر اضلاع میں اہلسنت و جماعت کی جو تنظیمیں، ادارے، مساجد اور خانقاہی رونقیں نظر آتی ہیں وہ انھیں بزرگوں کی تبلیغ و محنت کے ثمرات ہیں۔

چنانچہ جب مولانا ہدایت رسول لکھنوی کا وصال ہوا تو قطعہ تاریخ وصال میں علامہ درس رحمتہ اللہ علیہ نے علامہ لکھنوی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا کہ :

اگر ہے بلبل شیراز سعدی
ہدایت بلبل ہندوستاں ہے

بس اب اے درس یہ تاریخ کہدو
امام الواعظین معجز بیاں ہے

اسی طرح ۱۹۱۴ء میں جب علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر میں شراب نوشی، سود خوری اور زنا وغیرہ و دیگر منکرات کے خلاف علمی جہاد فرمایا اور عوام الناس کو ان گناہوں کے ارتکاب اور شرعی سزاؤں سے خوف دلایا تو اس وقت کراچی کی بعض اہم سرکردہ سیاسی و سماجی شخصیات نے اپنے زیر اثر برادریوں اور افراد پر دباؤ ڈالا کہ علامہ درس رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی تقریبات اور دعوتوں میں نہ بلایا جائے اور "عوامی قطع تعلقات" کی ایک زبردست مہم علامہ درس رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف زور و شور سے چلائی گئی اس موقع پر غلام محمد خان مالک اسلامیہ ہوٹل چوک جونا مارکیٹ کراچی، سیٹھ عبدالحمید یونس، سیٹھ حاجی محمد مولیڈنہ، قاضی عبدالعزیز قاضی شہر کراچی، سیٹھ ڈاڈا ڈوسل کھٹی اور سید محمد شاہ صاحب نے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو تمام صورت حال سے آگاہ فرمایا اور لکھا کہ :

"جب انجمن و مدرسہ اہل سنت و جماعت کے مفتی و مدرس اعلیٰ اور شہر کراچی کے مشہور و معروف عالم و فقیہ و واعظ جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب درس رحمتہ اللہ علیہ دامت فیوضاتہم نے اپنے متعدد وعظوں میں محمڈن لاء چھوڑ کر ہندو لاء قبول کرنے اور سور کا گوشت بیچنے اور گردن مروڑی ہوئی مرغی کھانے اور سود لینے اور شراب بیچنے اور پینے اور زنا و دیگر کبائر کے متعلق شافی و کافی بیان فرمایا جو آپ کا فرض منصبی ہے۔ اس پر بتاریخ ۲۸/ جون ۱۹۱۴ء بروز اتوار کراچی کے میمن جماعت کے لیڈروں (سیٹھ عبدالرحیم صالح محمد عمر ڈوسل، سیٹھ حاجی عبدالستار حاجی احمد کریم، سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون، سیٹھ حاجی ہارون حاجی عبداللہ ڈوسل نے جماعت اکٹھا کرکے اپنی جماعت کے لوگوں کو مولوی صاحب موصوف سے بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا۔"

اس موقعہ پر اعلیٰ حضرت نے علامہ درس کی تائید و حمایت میں بریلی شریف سے ایک مدلل و مفصل فتویٰ جاری فرمایا جس پر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی صدرالعلماء حجتہ الاسلام فرزند اکبر اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی، شہزادہ اصغر، مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی و دیگر علماء کرام کے دستخط اور مواہیر تھیں جو "شرعی فتویٰ" کے عنوان سے اشتہار کی صورت

میں شائع بھی ہوا اس طرح فاضل بریلوی کے اس باطل شکن فتویٰ اور شرعی فیصلہ سے سندھ کے عوام کو صحیح رہنمائی اور توبہ کی توفیق حاصل ہوئی۔

مدرسہ درسیہ صدر کراچی جو کراچی کا قدیم ترین مدرسہ تھا اس کی ایک شاخ جب لیاری کوارٹر میں قائم کی گئی تو حقیقت یہ ہے کہ اس مدرسہ نے سندھ و بلوچستان کے مسلمانوں کو آج سے ایک صدی قبل بے لوث اور جرات مند علماء فراہم کئے نہ صرف یہ بلکہ دارالعلوم منظراسلام بریلی شریف' جماعت رضائے مصطفیٰ' بریلی شریف اور آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے افکار و ارشادات کا اگر کوئی سرزمین سندھ پر منظم ادارہ تھا تو مدرسہ درسیہ کراچی تھا جس میں آج بھی بریلی شریف سے بھیجے جانے والے تبلیغی کتابچے' اعلیٰ حضرت کی تصنیفات' اشتہارات اور خطوط کا ذخیرہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس مدرسہ کا بریلی شریف سے کس قدر گہرا ربط و ضبط تھا مسلک اہلسنّت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے اس واحد مرکز میں اس وقت بریلی سے تعلق رکھنے والے علماء کرام تشریف بھی لائے تھے اور ان کی میزبانی اور پذیرائی کا انتظام بھی یہی مرکز کیا کرتا تھا اس ادارہ میں ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین فاضل بہار' مولانا حکیم سید عزیز غوث بریلوی' حضرت مولانا ایوب علی رضوی' حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی' حضرت مولانا نذیر احمد خجندی' حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی رحمھم اللہ تشریف لاچکے ہیں۔ چنانچہ اس کا اعتراف مولانا احمد مختار صدیقی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جن کے لئے اعلیٰ حضرت "**الاستمداد علی اجیال الارتداد** ۱۳۳۷ھ میں فرماتے ہیں

تیرے رضا پر تیری رضا ہو
اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا
نام لئے گھبراتے یہ ہیں
مجبور احمد مختار ان کو
کرتا ہے مرجاتے یہ ہیں

مولانا صدیقی مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے حقیقی برادر گرامی تھے موصوف ۱۹۲۵ء میں وفد خدام الحرمین" کے ہمراہ جنت البقیع کے انہدام کے خلاف برصغیر میں مسلمانوں کی ملک گیر ہڑتال اور حجاز کانفرنس منعقدہ لکھنؤ کے فیصلہ کے مطابق حجاز اقدس تشریف لے جارہے تھے لہٰذا جب وہ اس وفد کے ہمراہ کراچی تشریف لائے تو علامہ درس رحمتہ اللہ علیہ نے سخت علالت اور زہر دیئے جانے کے باوجود مولانا صدیقی کا پرتپاک استقبال فرمایا جس کا تذکرہ انھوں نے ایک خط مرسلہ ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ بروز اتوار مطبوعہ "اخبار غالب" بمبئی صفحہ ۵ پر اپنے برادر گرامی قدر شاعر اہلسنّت علامہ نذیر احمد خجندی کے نام ان الفاظ میں فرمایا کہ :

"برادرم السلام علیکم۔ تم سے رخصت ہوکر نہایت آرام کے ساتھ بحری سفر طے ہوا' سمندر بالکل ساکن ہے تلاطم مطلق نہیں آج صبح آٹھ بجے کے قریب کراچی پہنچے "رسالت کمیٹی" کراچی کے ارکان و جملہ اکابر اہلسنّت نے مع اپنے مریدین و معتقدین کی بڑی

جماعت کے ساتھ استقبال کیا اور نہایت شاندار جلوس نکالا متعدد موٹریں اور گھوڑا گاڑیاں جلوس میں تھیں اور ہزاروں نفوس تکبیر گویاں پا پیادہ سب سے پہلی گاڑی پر دو بڑے بڑے ہلالی علم پہلی اور دوسری گاڑی میں قصیدہ خوانوں کی جماعت ترنم ریزی کرتی جاتی تھی دس دس پانچ پانچ قدم پر مسلمانان اہلسنّت اپنے اپنے مکانوں اور دکانوں کے سامنے جلوس کو روک کر اور ارکان وفد اور اکابر کو مکلف بڑے بڑے ہار پہناتے اور گلاب پاشی کرتے کراچی میں حضرت مولانا عبدالکریم درس کا وجود باوجود اہلسنّت کے لئے معتنمات میں سے ہے یہ سب کچھ اس ایک ذات ستودہ صفات کے اثرات کاملہ ہیں کہ عام اہلسنّت میں ایک خاص جوش پایا جاتا ہے مگر وہابیہ کی جماعت خلافت کمیٹی کے روپیہ کی مدد سے فتنہ جال پھیلا رہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حق کو غالب فرمائے۔"

۱۳۲۰ھ میں میرے والد ماجد حضرت علامہ ظہور الحسن درس رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت حضرت پیر سید ظہورالحسن بٹالوی قادری (والد محترم ریٹائرڈ جسٹس شمیم القادری لاہور ہائی کورٹ) میرے جد امجد علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ درسیہ صدر کراچی میں تشریف لائے ہوئے تھے اور کسی علمی بحث میں مصروف تھے کہ والد ماجد کی ولادت کی اطلاع دی گئی جس پر سید پیر ظہورالحسن بٹالوی نے بچہ کو لانے کا حکم فرمایا اور خود اذان و اقامت کے بعد اپنا ہی نام نومولود کے لئے تجویز فرمایا لیکن جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو والد ماجد کی ولادت کی اطلاع اور دعا کی درخواست کی گئی تو انھوں نے دعا کے ساتھ مجوزہ نام ظہورالحسن میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ تاریخی نام ظہورالحسنین ۱۳۲۰ھ تجویز فرمایا جس کا تذکرہ میرے جد امجد علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ اپنے غیر مطبوعہ عربی رسالہ میں اس طرح فرماتے ہیں :

"اما بعد فهذه رسالته فی الفرائض سماته بالدرسیه جمعتها فی سنته ثمانیته و ثلثین بعد ثلثمائه والف من الهجرة النبویه الولدالعزیز قرةالعینین ظهور الحسنین تسهیلا علیه و تقربیا الی فهمه و فهم المقتبین اللهم اجعلها لوجهک الکریم و تقبل لفضلک العمیم"

میرے جد امجد کو اعلیٰ حضرت نے ایک عربی خط میں اس طرح خطاب فرمایا کہ

"الحب المتقبر المجب المتبحر المروج المراسم القدیم المجدد المکارم الفتحیم الشفیق الشفیق الدوس عبدالکریم احفظه' عن الوابل الوخیم و اعانه' علی مایفضیه الی روضات دارالنعیم امین۔ بحرمته النون والیاسین"

میرے جد امجد کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد خانقاہ عالیہ رضویہ سوداگران بریلی سے مولانا شاہ محمد حامد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے خط تحریر فرمایا کہ

"حضرت محترم مولانا المکرم ذی المجدوالکریم اکرمکم الاکرم تعالی ذوالکرم"

امام احمد رضا اور علمائے ریاست بہاولپور

از — ڈاکٹر مجید اللہ قادری
شعبہ ارضیات جامعہ کراچی

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) ابن مولانا علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) ابن علامہ مفتی مولوی محمد رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) نے ۱۴ برس کی عمر سے دین و مسلک کی خدمت کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے جدامجد کی قائم کردہ "مسند افتاء" کو والد گرامی کی حیات ہی میں رونق بخشی (۱)۔ امام اہلسنت لگ بھگ ۵۵ برس تک مسلسل برصغیر پاک ہند، عالم اسلام اور دیگر ممالک میں مجددانہ اور مجتہدانہ شان و شوکت کے ساتھ فتوے جاری فرماتے رہے۔ الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے علوم قدیمہ و جدیدہ کے ہر ہر مسئلے کا آسان، مدلل، مفصل اور محققانہ جواب لکھا۔ فاضل بریلوی نے ۷۰ سے زیادہ علوم و فنون کا احاطہ کرتے ہوئے ہر علم و فن پر سیر حاصل لکھا اور انتہائی پیچیدہ اور مشکل ترین مسائل کے حل بھی پیش کئے۔(۲)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اپنی حیات میں مرجع خلائق رہے چنانچہ علماء، عرفاء، فقراء، فقہاء اور وکلاء سمیت تمام فنون سے تعلق رکھنے والے آپ ہی کے فضل و کمال کے معترف نظر آتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے پاس ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور قریہ سے استفتاء آتے تھے، اس کے علاوہ دیگر ممالک خاص کر چین، برما، بھوٹان، نیپال، عراق، سعودی عرب، جنوبی افریقہ، پرتگال، رنگون، سیلون، بنگلہ دیش، افغانستان اور امریکہ جیسے دور دراز علاقوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے تمام قصبوں سمیت اس کے سرحدی اور پہاڑی علاقوں سے بھی استفتاء بریلی پہنچتے تھے۔ ان استفتاء کی تعداد بعض اوقات ایک وقت میں ۴۰۰ سے بھی تجاوز کر جاتی تھی مگر آپ سب کا جواب حسب سوال عنایت فرماتے(۳)۔ آپ یہ جوابات اردو، فارسی اور عربی نثر کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو نظم میں بھی دیتے تھے جو "فتاویٰ رضویہ" کی ۱۲ ضخیم جلدوں کی زینت ہیں۔(۴)

راقم السطور پاکستان کے صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلاء اور مستفتیان پر دو مقالے قلمبند کر چکا ہے۔ پہلا مقالہ بعنوان "امام احمد رضا اور علمائے بھرچونڈی شریف" (۵) قلمبند کیا تھا اور دوسرا مقالہ "امام احمد رضا اور علمائے کراچی" (۶) کے عنوان سے لکھا تھا۔ پھر ان دونوں مقالات کو کتابی صورت میں یکجا کر کے بعنوان "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" (۷)

بھی شائع کر چکا ہے۔ راقم کا معارف رضا کے لئے "مستفتیان پنجاب اور امام احمد رضا" کے عنوان سے مقالہ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن مستفتیان پنجاب کی کثیر تعداد کے پیش نظر اس مقالہ کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلا حصہ صرف ریاست بہاولپور کے علماء و فضلا تک محدود ہے باقی حصوں کو بھی ترتیب دے کر "امام احمد رضا اور علمائے پنجاب" کے عنوان سے اس کی تکمیل کی جائے گی۔ انشاء اللہ

پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب سے عام لوگوں کے علاوہ علماء' فقہاء' وکلا اور مشائخ کی ایک کثیر تعداد امام احمد رضا کی طرف رجوع کرتی نظر آتی ہے۔ چند اہم نام ملاحظہ فرمائیں۔ ہر نام کے آگے قوسین میں "فتاویٰ رضویہ" کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

گجرات/گوجرانوالہ :

۱۔ پیرزادہ محمد معصوم شاہ گجرات (۱۰/۶۵)
۲۔ حافظ شاہ ولی اللہ کھکر گوجرانوالہ (۳/۳۹۶)
۳۔ مولوی نور عالم وزیر آباد گوجرانوالہ (۶/۴۴۴)

لاہور :

۱۔ مولانا انوار الحق (۵/۷۵)' (۳/۲۲۶)
۲۔ مولانا احمد الدین' بیگم شاہی مسجد لاہور (۶/۸۶)' (۷/۹۲)' (۹/۷۰)' (۱۰/۳۱۲)
۳۔ مولانا محمد بخش حنفی چشتی لاہور (۶/۱۰۱)
۴۔ پروفیسر مولانا حاکم علی نقشبندی لاہور (۱۰/۲۷۹)
۵۔ مولانا سید دیدار علی الوری لاہور (۶/۱۲۶) (۱۲/۱۵۵)
۶۔ مولوی عبد اللہ ٹونکی لاہور (۹/۳۱۸)' (۷/۴۱۹)' (۵/۳۴۰)
۷۔ مولانا عبد الحمید قادری رضوی بزم حنفیہ لاہور (۹/۳۷۸)(۱۱/۲۷۸)
۸۔ مولانا ابو الرشید محمد عبد العزیز مزنگ لاہور (۲/۳۵۴)
۹۔ مولانا شاہ محرم علی چشتی صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور (۱۲/۱۲۸)

سیالکوٹ

۱۔ ابو الیاس محمد امام الدین کوٹلی لوہاراں (۱۰/۱۹۲)' (۹/۳۷۴)
۲۔ ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں (۶/۳۱۹)
۳۔ مولانا محمد قاسم قریشی ڈسکہ سیالکوٹ (۹/۱۱۵)' (۱۰/۱۵۸)
۴۔ مولانا محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دہانوں تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ (۱۲/۲۲)

راولپنڈی' گوجر خاں' گولڑہ

۱۔ میر غلام دیوی گوجر خاں پنڈی (۷/۵۴۰)
۲۔ مولانا محمد حئی گوجر خاں پنڈی (۵/۶۹)
۳۔ مولوی غلام محی الدین اٹک پنڈی کھیپ (۵/۸۸)
۴۔ پیر حمید اللہ المعروف نعمان ملا گولڑا پنڈی (۳/۶۶)
۵۔ مولوی قاری عبد الرحمٰن گولڑا پنڈی (۱۰/۳۲) (۷/۴۸۹)
۶۔ مولوی تاج الدین گوجر خاں پنڈی (۶/۱۱)' (۹/۶۹)

۷۔ مولوی تاج محمود گوجر خاں (۳۱/۲)' (۵۴۲/۷)' (۸/ ۱۵)

ڈیرہ غازی خاں

۱۔ مولانا امام بخش فریدی ڈیرہ غازی خاں (۱۳۳/۱۰)
۲۔ مولوی احمد بخش ڈیرہ غازی خاں (۳۹۱/۳)(۸۹/۹)

جہلم سرگودھا

۱۔ فضل حق چشتی بھیرہ شاہ پور (۶۰۸/۳)' (۲۲۵/۴)
۲۔ سید مجیدالحسن جہلم موضع غازی نارہؔ (۴/۴)

اٹک' ڈیرہ اسمٰعیل خاں' ہری پور ہزارہ

۱۔ مولوی عبداللہ خاں وزیرستان ڈیرہ اسمٰعیل خاں (۳/ ۳۶۲)
۲۔ قاضی غلام ربانی (۱۷۵/۶)
۳۔ قاضی غلام گیلانی کیمبل پور ضلع اٹک (۲۱/۴)' (۵/ ۱۲۴)' (۴۱۶/۶)' (۵۲۳/۷)
۴۔ مولوی شیر محمد ہری پور کوٹ نجیب (۳۸۴/۲)(۴/ ۳۳)(۱۸۰/۴)

ریاست بہاولپور

۱۔ مولانا محمد دین جج چیف کورٹ بہاولپور (۲۱۲/۱۱۔۲۷۷)
۲۔ مولوی سراج الحق جج بہاولپور کورٹ (۳۰۳/۷)
۳۔ سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپور (۳۸۵/۹)
۴۔ مولانا محمد غوث بخش خانپور (۱۱۰/۸)
۵۔ مولانا نور احمد فریدی بہاولپور (۱۷/۸)' (۱۳۲/۶)' (۸/ ۸۵)
۶۔ مولوی محمد یار چاچڑاں شریف بہاولپور (۵۶۹/۷)
۷۔ پیرنور محمد ولد پیر قمرالدین صادق پور (۴۴۳/۷)
۸۔ احمد بخش چشتی بہاولپور جہ شریف (۱۱۰/۸)
۹۔ مولوی عبدالرحیم مدرس ریاست بہاولپور (۶/ ۱۵۸)' (۱۷۱/۶)
۱۰۔ مولانا سید سردار احمد شاہ قادری گڑھی اختیار خاں رحیم یار خاں (۹۹/۵ حصہ سوم)

ریاست بہاولپور ایک قدیم اسلامی ریاست ہے جو دریائے ستلج' پنجند اور سندھ کے بائیں کنارے پر ۳ سو میل تک پھیلی ہوئی تھی اور عرض اس کا اوسطاً" ۴۰ میل تک صحرا میں پھیلا ہوا تھا جس کی بنیاد سندھ کے داؤد پوتا خاندان کے دوسرے حکمران محمد بہاول خاں نے رکھی تھی اور شہر کی بنیاد ۱۷۴۸ء میں پڑی تھی جس کو اس نے اپنے ہی نام سے موسوم رکھا۔ یہ خاندان جو مصر کے عباسیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا مگر کسی مورث اعلیٰ عباس نام کی نسبت سے عباسی بھی کہلاتا ہے۔ اس خاندان نے ۱۸۳۸ء میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ (۸)

قیام پاکستان کے بعد ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو یہ ریاست پاکستان میں شامل ہو گئی۔ اس ریاست کا جداگانہ وجود ۱۹۵۵ء میں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا اور ریاست مغربی پاکستان میں مدغم کر دی گئی۔ بہاولپور کمشنری میں ۱۹۵۱ء تک بہاولپور اور رحیم یار خاں اضلاع شامل تھے۔ اور ۱۹۵۴ء میں بہاولنگر ضلع کو بھی اس کمشنری میں شامل کر لیا گیا۔(۹)

ریاست بہاولپور پنجاب کے دیگر علاقوں کی طرح

اولیاء اللہ کا مسکن رہی ہے۔ یہاں قدیم ترین اولیاء اللہ چوتھی صدی ہجری کے ملتے ہیں ممکن ہے اس سے قدیم صوفیائے کرام بھی موجود ہوں۔ اس علاقے میں آنے والے اولیاء اللہ میں حضرت صفی الدین گازرونی حقانی (م۳۹۸/۱۰۰۷ء) کو شرف اولیت حاصل ہے۔ آپ کا مزار اوچ شریف میں مرجع خلائق ہے۔ (۱۰) اس کے علاوہ اور بھی سینکڑوں اولیاء کرام مشائخ عظام اس خطے میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہاں کی مشہور خانقاہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (م۷۸۵ھ) کی ہے۔ (۱۱)

ریاست بہاولپور میں امام احمد رضا بریلوی کے ہم عصر کئی علماء و فضلاء موجود تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام و مرتبہ اور فضیلت عطا کی تھی اس کے باعث بڑے بڑے فقہاء قاضی اور وکلاء حضرات امام احمد رضا ہی کی طرف رجوع کرتے نظر آتے ہیں۔ ریاست بہاولپور جو اسلامی مزاج کی ریاست تھی یہاں کے علماء و فضلاء اور جج صاحبان بھی جب کسی شرعی مسئلے کا حل معلوم کرنے میں قاصر رہتے یا پیچیدگی پاتے تو بریلی شریف کی "مسند افتاء" کی طرف ہی استفسار کرتے {۱} ریاست بہاپور سے اگرچہ کئی استفتاء بریلی بھیجے گئے مگر ان تمام استفتاء میں چند بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسائل میں اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا گیا اور آپ نے تمام استفتاء کے معرکتہ الاراء جواب دیئے جس پر علماء و فضلاء ششدر رہ گئے مثلاً مولوی محمد دین جج چیف کورٹ بہاولپور، سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری وغیرہ۔

مولوی محمد دین جج

ریاست بہاولپور کے کورٹ میں ایک وراثت کے سلسلہ کا مسئلہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۱ء میں پیش کیا گیا مگر اس مسئلے کو کورٹ میں طے نہیں کیا جاسکا۔ کورٹ کے چیف جج مولوی محمد دین نے ریاست بہاولپور کے مفتیوں کے ساتھ ساتھ لاہور کے کچھ مفتیان کرام سے بھی اس سلسلے میں استفسار کیا مگر مسئلہ مزید الجھ گیا اس سے قبل سیشن کورٹ کے جج ججی خانپور {۲} بھی اپنا فیصلہ دے چکے تھے مگر وہ بھی مطمئن نہ تھے چنانچہ انھوں نے بھی ایک استفتاء بنایا تھا۔ مولوی محمد دین نے اس پیچیدہ مسئلے کے حل کے لئے بریلی کے دالافتاء کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان کی طرف ایک استفتاء تیار کرکے بریلی شریف بھیجا ساتھ میں آٹھوں مفتیوں کے جوابات معہ ججی خانپور کے استفتاء اور چیف کورٹ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کو بھیج دیا گیا۔ یہ استفتاء فتاوی رضویہ کی ۱۱ ویں جلد میں موجود ہے۔ یہاں چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از کچہری چیف کورٹ، ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب جج ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

آج یہ مسل پیش ہوئے، فتاوائے مصدرہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہو چکے ہیں اون کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذیل میں ان سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے..... الخ۔ نقول فتاویٰ علمائے منسلکہ مسل معہ نقل استفتاء و نقل "وصیت نامہ" خدمت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرسل ہووے اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرماویں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق

اپنی رائے معہ استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرما دیں۔ مبلغ (۵ روپے) بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوادیے جائیں اور یہ بھی التماس ہو کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں' ملاحظہ فتاویٰ سے اختلاف علماء کے تمام جزئیات اور صورتیں واضح ہوں گی ہر ایک فتویٰ پر علیحدہ علیحدہ نمبر دئے گئے ہیں' مقدمہ چونکہ عرصہ سے دائر ہے اس لئے نتیجے کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوا دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ص۔۲۱۳۔۲۳۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

وراثت سے متعلق مختصراً مسئلہ یہ تھا کہ مسمی واحد بخش نے اپنی جائداد سے متعلق انتقال سے چند یوم قبل ایک وصیت لکھوائی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کو جائداد میں سے کچھ زیوارت دے دیئے جائیں اور بقیہ تمام جائداد مکان سمیت اپنے ایک خادم کے نام کر دی جبکہ بیوی کے علاوہ اور کوئی وراثت میں دعویدار بھی نہیں ہے۔ مگر بیوی نے بقیہ جائداد میں بھی دعویٰ دائر کیا ہے اور خادم نے واحد بخش کی بیوی پر سنگین الزامات لگائے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد دین کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کے ساتھ جو آٹھ فتاویٰ کی نقل اور وصیت نامہ بھیجا گیا تھا وہ فتاویٰ رضویہ کی گیارھویں جلد کے صفحہ ۲۱۴ تا ۲۳۱ پر موجود ہے اس کے بعد فقیہہ اعظم امام احمد رضا کا جواب ص ۲۳۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۷۷ پر ختم ہوتا ہے یعنی استفتاء اور فتویٰ مجموعی طور پر جہازی سائز کے ۶۵ صفحات پر مشتمل ہے امام احمد رضا نے استفتاء کے جواب سے قبل چند باتیں تمہیداً تحریر فرمائی تھیں ملاحظہ کیجئے :

الجواب : الحمد للہ رب العلمین و بہ نستعین برسولہ نستعین صلی اللہ تعالیٰ وسلم و بارک علیہ وعلی الہ و صحبہ اجمعین۔

"الحمد للہ یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی' ان اجری الا علیٰ رب العلمین۔ منی آرڈر واپس کردیا ہے۔ سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے۔ مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا۔ ایک فتوے میں جو دوسرے کا ذکر تھا وہ لکھ کر محو کردیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے۔ یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہ عزوجل تحقیق حق سے کام ہے مگر اتنی گزارش مناسب ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے کیا ہمارے رب عزوجل نے نہ فرمایا۔

" **یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ ولو علی انفسکم**"۔

نہ کسی مخالف سے ضد اور نہ نفسانیت ۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے نہ فرمایا:۔

"**لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی**"۔

مولا سبحنہ تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ یخافون لومتہ لائم سے بہرۂ وافی عطا فرمایا ہے۔ وللہ الحمد۔

اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش کہ آٹھوں فتوؤں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں اکثر سراپا غلط ہیں۔ اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ اولاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فوائد متفرع ہوئے اوس کے ساتھ لکھیں جس سے وضوح احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان مفتیوں نے کہاں

کہاں کیا کیا غلطیاں کیں اور ان کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں ان کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعث ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہ شکر کے مقصود بیان حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام

ثانیاً" پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثاً" ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو اون مفتیوں سے کئے گئے اور جواب غلط و ناقص ہے۔ یہ اس لئے کہ محکمہ قضاء جن امور کی نسبت تحریر فرما دیا ہے کہ وہ فتاویٰ مصدرہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہوچکے ہیں اونکی ذکر کی ضرورت نہیں، ان میں بھی اظہار ہوکہ قابل اطمینان بات صاف نہ ہوئی تھی۔ اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دارالقضاء کے بعد بدرجہ اولیٰ کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

رابعاً" حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دارالقضاء کو کیا کرنا چاہیے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ منیب۔

(فتاویٰ رضویہ ج-۱۱ ص ۲۳۱-۲۳۲)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے "الافادات و التفریعات" کے عنوان کے تحت ۱۲ افادات اور ۱۲۴ تفریعات تفصیل سے بیان فرمائیں پھر ان افادات اور تفریعات کے اندر جو مزید فائدے آئے ان کو بھی بیان فرمایا اور ان افادات اور تفریعات کا اختتام ان کلمات پر کیا۔

"الحمد للہ تحقیق اپنے ذروۂ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتہی، کو اب بتوفیق تعالیٰ جواب سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت، اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہوچکی ہیں۔ وللہ الحمد۔

(فتاویٰ رضویہ ج-۱۱ ص ۲۷۳)

امام احمد رضا نے اس کے بعد ججی خانپور ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کے استفتاء کے پانچوں سوالات کے جوابات دیئے اور آخر میں جج محمد دین کے ساتوں سوالات کے جوابات اور سب سے آخر میں "حکم اخیر" میں دارالقضاء کے لئے فیصلہ لکھ کر بھیجا اس طرح یہ طویل فتویٰ ۶۵ صفحات کے بعد اختتام کو پہنچا۔ اس طرح علم میراث کے سلسلے کا یہ پیچیدہ مسئلہ جس کو چیف کورٹ، ڈسٹرکٹ جج اور آٹھ مفتیان بہاولپور اور لاہور حل نہ کرسکے اس کو اس زمانے کے علم میراث کے سب سے بڑے عالم امام الفقہاء امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے حل کردیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیف کورٹ بہاولپور نے اپنی عدالت عالیہ میں جب اعلیٰ حضرت کا تفصیلی جواب یا فیصلہ پڑھ کر سنایا ہوگا تو سب ہی متاثر ہوئے ہوں گے۔ جج صاحبان بھی مطمئن ہوئے ہوں گے اور ممکن ہے اس فیصلے پر اظہار خیال بھی کیا ہو اگر بہاولپور کورٹ کے کتب خانے میں ۱۳۳۱ھ کے سال کی فائلوں کو تلاش کیا جائے تو بہت ممکن ہے اس فیصلے کی فائل بھی موجود ہو جو وراثت کے سلسلے میں عدلیہ کے لئے ایک نظیر ہوگی اور اس سے وکلاء اور جج صاحبان آج بھی افادہ کرسکیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ فیصلہ ان مفتیان کرام کی نظر سے بھی گزرا ہو۔ جس کو سن کر یا پڑھ کر مفتیان کرام حضرت فقیہ اعظم کی فقاہت اور منصب افتاء کے بادشاہ کی علمی وجاہت و جلالت سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے۔

مولوی سراج الدین جج بہاولپور کورٹ :

میر سراج الدین{۳} ریاست بہاولپور کورٹ کے چیف جج رہ چکے ہیں۔ آپ مظفر نگر یوپی انڈیا کے رہنے والے تھے۔ لیکن ملازمت کے ساتھ ساتھ اس اسلامی ریاست ہی کو وطن بنالیا۔ اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل رہے۔ اپنے گھر پر درس گاہ کی بنیاد ڈالی۔ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ درس قرآن وحدیث کا بھی اہتمام کیا۔ آپ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتے اور اکل حلال پر بھی بہت زور دیتے۔ جناب محمد حسن خاں میرانی نے آپ کے وصال پر ایک قطعہ کہا تھا۔

حقیقت میں تھے دین کے جو سراج
اٹھے بزم ہستی سے وہ آج آہ
لکھو ان کی تاریخ رحلت حسن
خلیق جہاں و عدالت پناہ(۱۲)

------ ۱۳۴۸ھ ----------

مولوی سراج الدین جج ریاست بہاولپور کورٹ کا بھی ایک استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم میں ملتا ہے۔ یہ استفتاء امام احمد رضا خاں بریلوی سے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت سے متعلق ہے۔ استفتاء ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : مسئولہ سراج الدین جج بہاولپور (پنجاب) ۱۵ شعبان المکرم شنبہ ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعالی خدمت حضرت مولانا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب مدفیو ضکم

کیا فرماتے علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد عورت کے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پر حصر کرنا جائز ہے۔.........الخ

(فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۳۰۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کا جواب ملاحظہ ہو :

الجواب : نہ پہلی صورت میں نکاح ثابت ہوسکتا ہے در مختار میں ہے "**شرط حضور شاھدین مسلمین لنکاح مسلمۃ**"

(ج ۲ ص ۳۷۳)

نہ ہی دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے در مختار ہی میں ہے۔ "**الشھادۃ شرطھا الولایۃ فیشرط الاسلام لوالمدعی علیہ مسلما**" (ج ۴ ص ۵۱۳)

اور قاعدہ کلیہ یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح، طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت جہاں بھر کے کسی معاملے میں کافر کی شہادت اصلاً" کسی طرح مسموع نہیں قال اللہ تعالیٰ "**ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا**""

(فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص ۳۰۵)

سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری :

مفتی سراج احمد ابن مولانا احمد یار ابن مولانا محمد عالم قصبہ مکھن بیلہ مضافات خانپور ریاست بہاولپور میں ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ فریدیہ چاچڑاں شریف میں مولانا تاج محمود اور مولانا غلام رسول سے تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث بہاولپور میں مولانا امام بخش سے کیا اور ۱۳۱۷ھ میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ آپ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ{۴} سے بیعت تھے۔(۱۳) مفتی سراج احمد

صاحب نے چاچڑاں شریف کے مدرسے کے علاوہ اپنے قصبہ میں بھی کافی عرصے تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ آپ کچھ عرصے مدرسہ انوارالعلوم ملتان میں بھی مدرس رہے۔ اس کے علاوہ سندھ کی معروف خانقاہ و مدرسہ بھرچونڈی شریف ڈہرکی سکھر میں بھی کئی سال تدریس فرماتے رہے۔ مولانا پیر عبدالرحمٰن (م ۱۳۸٦ھ) ابن حافظ مولانا محمد عبداللہ قادری (م ۱۳۴٦ھ) اور پیر عبدالرحیم شہید (م ۱۳۹۱ھ) جد امجد موجودہ سجادہ نشین پیر عبدالخالق ولد پیر عبدالحلیم (م ۱۳۹۴ھ) آپ ہی کے تلامذہ میں سے ہیں جو درگاہ شریف بھرچونڈی کے اکابر علماء اور مشائخ میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مفتی سراج احمد کے بہت سے تلامذہ نے نہ صرف شہرت پائی بلکہ علمی اور قلمی کارنامے انجام دیے۔ مثلاً مولانا ابو صالح محمد فیض احمد اویسی جو نہ صرف شیخ الحدیث و تفسیر ہیں بلکہ بہاولپور کی سرزمین کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ عربی "تفسیر روح البیان" کا اردو زبان میں "فیوض الرحمٰن" کے نام سے ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر مشتمل کلام "حدائق بخشش" کی ۵ جلدوں پر مشتمل شرح بھی لکھی ہے۔ جس کی تین جلدیں اب تک شائع ہوچکی ہیں۔ آپ کے ایک اور نامور شاگرد کا تعلق گڑھی اختیار خان ہے سے جو سید مغفور القادری (م ۱۳۹۰ھ) کے نام سے معروف ہیں۔

مولانا سراج احمد خانپوری ۷۰ سال تک علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے اور مفتی کی حیثیت سے ریاست بہاولپور میں "منصب افتاء" پر بھی کافی عرصے فائز رہے۔ غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ (م ھ/ ء) نے آپ کو "سراج الفقہا" کے خطاب سے نوازا تھا۔ (۱۴) مفتی سراج صاحب کا وصال ۵ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ/۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو ہوا علامہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے "رحلت عالی مراتب" (۱۳۹۲ھ) سے تاریخ وفات کی تخریج کی۔

حضرت مفتی سراج احمد سے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ مفتی صاحب ابتداء میں امام احمد رضا سے حسن اعتقاد نہیں رکھتے تھے کیونکہ ان کے بعض اساتذہ نے آپ کو اعلیٰ حضرت سے بدظن کردیا تھا۔ لیکن جب آپ منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں الجھن پیش آئی تو مجبورا" انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا۔

استاد محترم مسعود ملت شیخ طریقت پروفیسرڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی بھی اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:

"انہوں نے جب مسئلہ میراث پر امام احمد رضا خاں سے رجوع کیا اور امام احمد رضا نے تشفی بخش جواب دیا تو مفتی سراج احمد حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہوگیا۔"

"آگے چل کر مفتی سراج احمد کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

"انہیں ایام میں مفتی سراج احمد کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولوی نظام الدین سے ہوئی جو ان کے مخلصین میں سے تھے۔ سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ "الفضل الموہبی"

ان کو دکھایا تو وہ حیران رہ گئے اور عالم حیرت میں فرمایا "یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے" افسوس کہ ان کے زمانے میں رہ کر میں بے فیض و خبر رہا"۔(۱۴)

مفتی سراج احمد خانپوری امام احمد رضا سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش رہی کہ وقت کے امام الفقہا سے ملاقات کرسکیں لیکن زمانے کی مجبوریاں آڑے آتی' شرف ملاقات تو حاصل نہ ہوا لیکن آپ کی یہ تڑپ آپ کو بریلی شریف لے ہی گئی اور انہوں نے آپ کے مرقد اور علمی کارناموں کو دیکھ کر اپنی پیاس بجھائی چنانچہ وقار ملت حضرت مفتی وقار الدین پیلی بھیتی {۵} (م ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء) نے اپنے ایک مضمون میں اس وقعہ کو چشم دید گواہ کی حیثیت سے قلمبند کیا ہے آپ رقمطراز ہیں :

"میں منظر الاسلام میں جس وقت طالب علم تھا اس زمانے میں پنجاب کے معمر جلیل القدر عالم و فقیہ مولانا سراج احمد صاحب جنہوں نے زمانہ دراز تک فتویٰ نویسی کا کام کیا تھا اور اعلیٰ حضرت سے شاگردی یا ارادت کا کوئی تعلق بھی نہیں رکھتے تھے' بریلی شریف تشریف لائے' وہاں کسی سے تعارف بھی نہ تھا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) سے جو اس وقت بریلی میں مدرس تھے ملاقات کی اور فرمایا :

"اعلیٰ حضرت کی حیات میں علم وراثت کے سلسلے میں ایک رسالہ لکھ رہا تھا اور اس فن کی مشہور کتاب "سراجی" کی ایک عبارت میں جو ذوی الارحام کے بارے میں ہے ایک پیچیدگی تھی۔ میں نے اس کو لکھ کر بریلی' دیو بند اور کئی دوسری جگہ کے مشہور علماء کے پاس بھیجا اور اس کا حل طلب کیا۔ جو جواب آئے ان میں اعلیٰ حضرت کا جواب سب سے بہتر اور تسلی بخش تھا۔ اس کو پڑھ کر دل چاہا کہ خود جا کر ان سے ملاقات کروں لیکن حالات کی مجبوری سے حاضر نہ ہوسکا اور ان کا وصال ہوگیا۔ میرا شوق باقی تھا اس لئے یہ خیال کیا کہ ان سے ملاقات نہ ہوسکی تو کم از کم ان کے کتب خانے کو دیکھ کر علمی کارناموں سے مزید استفادہ کروں اس شوق میں یہاں آیا ہوں"۔

اتفاق سے اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مفتی مولانا محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کے پاس کتب خانے کی چابیاں تھیں موجود نہ تھے باہر تشریف لے گئے تھے۔ صرف فتاویٰ شامی کی ایک جلد جس پر اعلیٰ حضرت کا مبسوط حاشیہ تھا{ ۶} مولانا سردار احمد صاحب کے پاس تھی۔ انہوں نے مفتی سراج احمد صاحب کو مطالعہ کے لئے دے دی۔ وہ چند گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد مدرسہ واپس آئے میری موجودگی میں مولانا سردار احمد صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ حاشیہ کیسا ہے مولانا سراج احمد خانپوری نے جواب دیا کہ :

"واللہ اگر علامہ شامی زندہ ہوتے تو اعلیٰ حضرت سے پڑھتے"۔

یہ رائے اپنے علاقے (ریاست بہاولپور) اور اپنے وقت کے مایہ ناز فقیہ مولانا سراج احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہے اس سے منصف مزاج اندازہ کر سکتا ہے کہ حواشی کا غیر مطبوعہ سرمایہ کیسا قیمتی ہے اور اعلیٰ حضرت کے علمی کارنامے کتنے بے بہا ہیں"۔(۱۷)

مفتی وقار الدین صاحب نے مفتی سراج احمد صاحب کے جس استفتاء کی طرف اشارہ کیا ہے وہ استفتاء فتاوی رضویہ جلد کی جلد نہم میں درج ہے۔ مفتی

سراج احمد نے اپنے استفتاء میں جس طرح فقیہ اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مخاطب کیا اور خطابات سے نوازا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ بعض مئورخین کے خیال کے خلاف استفتاء بھیجنے سے قبل ہی امام احمد رضا سے بہت زیادہ متاثر تھے اور اعلیٰ حضرت کی علمی جلالت اور فقہی عظمت کے بھی قائل تھے ورنہ استفتاء میں صرف مدعا لکھ کر بھیج دیتے اور اس قسم کے تعریفی القاب نہیں لکھتے جیسا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو "علامتہ الدھر" حل المشکلات اور "صاحب کمال" وغیرہ لکھا ہے۔ مفتی سراج احمد نے یہ استفتاء بتوسط احمد بخش صاحب چشتی سجادہ نشین بجبہ شریف ریاست بہاولپور روانہ کیا جب آپ علوم عربیہ میں مدرس تھے۔ یہ استفتاء ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ / ۲۸ مارچ ۱۹۱۸ء میں بریلی روانہ کیا گیا۔ استفتاء کے کلمات ملاحظہ کیجئے :

بخدمت حضرت مولانا صاحب علامتہ الدھر مولوی احمد رضا خاں سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

چونکہ یہ خاکسار اس وقت ایک رسالہ علم میراث کی تصنیف میں لگا ہوا ہے جو نہایت سہل مختصر اور منضبط قواعد پر مشتمل ہو۔ تقلید قواعد قدیمہ کی بالکل ترک کرکے جدید قواعد ایسے ایجاد ہوچکے ہیں جو ایک ہی عمل کے ذریعے سے مناسخہ تک مسئلہ بن جاتا ہے.......... چونکہ اولاد ضعف رابع کے قاعدہ تحریمی میں سخت اختلاف ہے لہٰذا حل ہونا اس مشکل کا بغیر امداد آں حل المشکلات' صاحب کمال کے سخت مشکل ہے اور کوئی دوسرا اہل فن باکمال میری رائے میں موجود نہیں کہ حل کرسکے۔ بس بہر حال دوسرے شغل کو بالفعل بند فرما کر مکمل قاعدہ مفتی بہ بمعہ نقل عبارت فقیہ لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ بعینہ آپ کے فتویٰ کو درج رسالہ کیا جائے.......... جب تک جواب آپ کا نہیں آئے گا میں سخت انتظار میں مضطرب رہوں گا اور رسالہ بھی ناقص رہے گا۔

راقم خادم الشرع سراج احمد از طرف فقیر احمد بخش چشتی

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۸۵)

مفتی سراج احمد صاحب کا یہ استفتاء حسن اتفاق سے بریلی شریف دیر سے پہنچا اور جب انتظار کے باوجود جواب نہیں ملا تو مفتی صاحب نے دوبارہ استفتاء بنا کر بھیجا اور اس دفعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) خلیفہ اعلیٰ حضرت و منصف بہار شریعت کو بھی ایک خط لکھا جس میں ایک دفعہ پھر اعلیٰ حضرت کو خراج عقیدت پیش کیا اور علم فقہ میں علامہ تبحر اور شمع روشن تسلیم کیا آپ کا یہ خط قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں پیش کیا جارہا ہے ملاحظہ کیجئے :

بخدمت جناب ابو العلاء امجد علی صاحب سلمہ المذہب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ :

مسئلہ قاعدہ تحریم ضعف رابع ذوی الارحام مندرجہ لفافہ ہمارے علاء گرد و نواح کا مختلف فیہ واقعہ ہوا ہے۔ کوئی متون کو ترجیح دیتے ہیں دیوبندیوں کا فتویٰ بھی یہی تھی کہ "مفید الوارثین" کتاب میں بالتصریح مذکور ہے اور کوئی فتاویٰ خیریہ کو مقدم سمجھتا ہے۔ جس کی شامی نے بھی تائید کی ہے۔ اب مسئلہ معرکتہ بن گیا۔ ایک اس کا استفتاء مولوی عبدالغفور ہمایونی (م ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء) بن مولوی خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی (م ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) کو بھیجا گیا ہے مگر افسوس وہ فوت ہوگئے

ہیں باقی دیوبندی علماء غیر مقلد ہیں ان کے فتوے پر اعتبار نہیں آتا۔ آج کل فقہ حنفی کا عالم متبحر بغیر علماء مولوی احمد رضا خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک خط پہلے دربارہ استفتاء مذکور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے پاس بھیجا گیا سب علماء اس جگہ والے منتظر جواب ہیں اس لئے آج دوسرا استفتاء مذکور کا نقل آپ کی وساطت سے بجناب مولوی صاحب بھیجا جاتا ہے۔ برائے عنایت و اعانت دین آپ بنفس نفیس یہ استفتاء مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کرکے جواب لکھوا کر واپس فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کو اس تکلیف کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ مگر جواب صرف "نعم" یا "لا" میں نہ ہو بلکہ بہ نقول و حوالہ کتب فقہ حنفی مدلل و مبرہن لکھوا دیں۔ ایسے اختلاف عظیم کا مٹانا اور حق دریافت کرنا جس میں علامہ شامی جیسا محقق بھی عاجز ہو کر دوسروں کو فیصلہ پر امر بمراجعہ کتب فرمایا ہے کہ بجز مولوی صاحب جیسے علامہ تبحر کے سوا اور کوئی قادر نہ ہوسکے گا۔ آج مولوی جیسی شمع روشن ہے کل کو خدانخواستہ کوئی شخص اس کو حل نہ کرسکے گا۔ مولوی صاحب کے ذخیرہ کتب موجود ہے امید ہے کہ کسی عالم مصر یا ملک شام کے کسی عالم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر اس جزئی کا کیا ہو وہ ضرور نقل فرمائیں فقط

(۱۱ اگست ۱۹۱۸ء)

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۳۸۵۔ ۳۸۶)

امام احمد رضا نے اس استفتاء کا تفصیلی جواب معہ حوالہ جات کتب حنفی آٹھ صفحات پر مشتمل قلمبند کیا۔ اس میں مصری عالم سید احمد مصری طحاوی کا حوالہ بھی دیا۔ یہ جواب جلد نہم کے صفحہ ۳۸۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۹۴ پر ختم ہوتا ہے۔

مفتی سراج احمد کے دونوں استفتاء سے اعلیٰ حضرت کی ان کے دل میں قدر دانی عیاں ہے۔ ممکن ہے ابتدائی اساتذہ میں اہل دیوبند بھی ہوں اور انہوں نے آپ کو اعلیٰ حضرت کی طرف سے بدظن کردیا ہو مگر جب اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کو پڑھا تو پھر عقیدت قائم ہوگئی۔ راقم کے خیال میں چیف کورٹ بہاولپور جج محمد دین والے مسئلے میں ممکن ہے آپ بھی ریاست بہاولپور کے مفتیوں میں شامل ہوں اور اعلیٰ حضرت کا جواب جب آپ کے علم میں لایا گیا ہو تو آپ کے دل پر علمی جلالت کا سکہ بیٹھ گیا ہو اور جب خود علم میراث کے مسئلے میں الجھے تو اسی کنویں سے پیاس بجھائی جس کا اس زمانے میں کوئی ثانی نہیں تھا۔

مفتی سراج احمد خانپوری کے علمی روابط امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے وصال (۱۳۴۰ھ) کے بعد بھی بریلی شریف کے مستند مفتیوں سے قائم رہے چنانچہ مفتی سراج احمد نے مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو ۱۳۵۰ھ میں ایک استفتاء بھیجا تھا جو فتاویٰ امجدیہ جلد دوم کے ص ۱۳۸ پر موجود ہے۔ مفتی سراج احمد کے علاوہ ریاست بہاولپور کے اور بھی کئی مستفتیان کرام نے بریلی شریف کی مرکزی "مسند افتا" سے رجوع کیا جس پر اعلیٰ حضرت کے بعد کئی برس تک مفتی امجد علی اعظمی فتوے جاری فرماتے رہے۔ ان علماء میں مولانا محمد صادق (م ۱۹۶۴ء) معلم جامعہ عباسیہ کا استفتاء فتاویٰ امجدی جلد دوم میں ص ۸۳ پر موجود ہے ایک اور استفتاء مولانا محمد حسن شاہ ریاست بہاولپور کا بھی جلد دوم ص ۵۳ پر

مرقوم ہے۔

مولانا نور احمد فریدی :

ریاست بہاولپور کے معروف عالم دین حضرت مولانا نور احمد موضع پائی آہنہ تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تحصیل علم مولانا الٰہی بخش تلمیذ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی سے کیا اور گھر ہی سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا نور احمد خواجہ محمد بخش نازک ابن خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف سے بیعت تھے اور خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کو اپنے دادا مرشد خواجہ غلام فرید سے بہت محبت تھی چنانچہ اپنے گاؤں کا نام بھی فرید آباد رکھ لیا اور خود فریدی یا فرید آبادی سے مشہور ہوگئے۔(۱۸)

مولانا فریدی مسلک اہلسنّت کے زبردست داعی تھے۔ جب قادیانیوں نے خواجہ غلام فرید کے جعلی خطوط سے اپنے حق میں استدلال پیش کیا تو آپ نے دلائل و شواہد سے حقیقت حال واضح کیا۔ آپ نے اپنے آبائی گاؤں میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں تدفین بھی ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق مولانا محمد یار گڑھی اختیار خاں آپ ہی کے خلیفہ تھے۔(۱۹)

ریاست بہاولپور سے اگرچہ کئی علماء اعلیٰ حضرت کے گرویدہ تھے اور آپ کو اپنے زمانے کا تبحر عالم جانتے تھے مگر مولانا نور احمد فریدی نے تحریراً" آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین و ملت تسلیم کیا اس کا اظہار آپ نے اپنے استفتاء میں بھی کیا۔ جو آپ وقتاً" فوقتاً" بریلی شریف بھیجتے رہتے تھے۔ آپ کے بھیجے ہوئے استفتاء کا متن ملاحظہ کیجئے :

از: ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاکخانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھوالحق! شرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجدد مائتہ حاضرہ یا حضرت اقدس دام فیوضا تکم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ :

صد آداب نیاز مندانہ بجالا کر عارض ہوں کہ اس جگہ دربارہ مسئلہ وحدۃ الوجود و سماع علماء میں سخت اختلاف ہے۔ زید کہتا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے............. اور سماع لا حلہ شرعاً" درست ہے.......

بکر اس کے خلاف ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام تر کافر ہیں اور سماع بلا تخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذاللہ ملعون و کافر ہے۔ ...... جو اب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت نے اس کا قدرے تفصیل سے جواب دیا ملاحظہ کیجئے :

الجواب : وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! یہاں تین چیزیں ہیں توحید' وحدت اور اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر اور وحدت وجود حق ہے۔ قرآن عظیم و احادیث و ارشادات اکابرین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے۔ رہا اتحاد تو وہ بے شک زندقہ و الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر......... الخ

سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے۔ اس پر انکار ۷۰ صدیقوں پر انکار اور معاذاللہ

صدیقین کی تکفیر کرنے والا خود کفر اخبث کا سزاوار ہے۔ اس کی تفصیل فتاویٰ فقیر رسالہ "اجل التجر فی حکم سماع لمزا میر" میں ہے۔ ہاں مزا میر شرعاً" ناجائز ہیں۔

حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فوائد الفواد" شریف میں فرماتے ہیں "مزا میر حرام ست" اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ٦ ص ۱۳۲۔ ۱۳۴)

مولانا نور احمد فریدی کے دو اور استفتاء فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں ایک پنجم کے صفحہ ۸۵ پر اور دوسرا جلد ہشتم کے صفحہ ۱۱۶ پر جو آپ نے ۱۳۳۸ھ میں روانہ کئے تھے۔ آخری مسئلہ بھی وراثت سے متعلق ہے اس استفتاء میں مولانا نور احمد فریدی نے اپنے آپ کو سجادہ نشین فرید آباد لکھا ہے۔

مولانا محمد یار فریدی چاچڑاں شریف :

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد یار ملقب بہ عبدالنبی المختار ابن مولانا عبدالکریم گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور میں ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب علامہ محمد حیات اور مولانا رحمت اللہ سے پڑھیں بعد میں جامعہ فریدیہ چاچڑاں شریف میں پڑھتے رہے جہاں مولوی تاج محمود سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹ سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہوگئے(۲۰)۔ آپ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز کے دست پر بیعت ہوئے اور شیخ طریقت کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش نازک سے دس سال کسب فیض کیا اور پھر آپ کے صاحبزادے یعنی پیرو مرشد کے پوتے حضرت خواجہ محمد معین الدین کی خدمت میں رہے اور خلافت سے نوازے گئے اس کے علاوہ مولانا نور احمد فریدی سے بھی خلافت حاصل تھی۔(۲۱)

مولانا محمد یار فریدی عرصہ دراز تک "جامعہ فریدیہ" میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر آبائی وطن گڑھی اختیار خاں تشریف لے آئے۔ آپ ۱۳۳۳ھ میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ آپ کی تقریر انتہائی پر اثر ہوتی مثنوی مولانا روم حفظ تھی۔ خود بھی کلام کہتے "محمد" اور "بلبل" تخلص فرماتے۔ آپ کا دیوان "دیوان محمد" کے نام سے شائع ہوچکا ہے(۲۲)۔ خواجہ محمد یار فریدی علیہ الرحمہ نے اپنے علاقے کے علاوہ لاہور، امرتسر، فیروزپور، بٹیالہ، لدھیانہ کے دور دراز علاقوں تک تبلیغ فرمائی اور ہزاروں کو مرید کیا۔

مولانا محمد یار فریدی نے اپنے دورۂ ہندوستان کے دوران بریلی شریف میں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کی شیریں بیانی سن رکھی تھی چنانچہ اپنی خانقاہ میں آپ کو تقریر کرنے کا حکم دیا اگرچہ ان دنوں آپ کی طبیعت ناساز تھی مگر اس لمحہ کو سعادت سمجھتے ہوئے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔ آپ نے جب منبر رسول پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر کا خطبہ پڑھنا شروع کیا تو ایک سماں بند گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اٹھ کر آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا اور فرمایا "سر آمد و اعظین پنجاب"(۲۳)

اسی طرح ایک دفعہ لاہور میں حزب الاحناف کے جلسے میں جب آپ نے مثنوی روم کے اشعار پڑھے تو

آپ کی خوش الحانی کو سن کر محفل میں موجود سید احمد اشرف محدث اعظم کچھوچھہ شریف سمیت کئی علماء نے آپ کو زبردست داد دی۔(۲۴)

حضرت خواجہ محمد یار فریدی علیہ الرحمہ کا ۶۷ سال کی عمر میں ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں انتقال ہوا۔ لاہور میں ۶ ماہ امانتہ" تدفین کے بعد گڑھی اختیار خاں میں سپرد خاک کیا گیا۔(۲۵)

حضرت خواجہ صاحب کا امام احمد رضا سے قلمی رابطہ بھی قائم رہا اور اس رابطے کی ایک کڑی استفتاء کی صورت میں فتاوی رضویہ کی جلد ہفتم میں موجود ہے۔ آپ نے بزبان فارسی ایک استفتاء بریلی شریف روانہ کیا اس وقت آپ چاچڑاں شریف کے مدرسے میں مدرس تھے یہ استفتاء ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ میں بھیجا گیا جو وراثت کے سلسلہ کا مسئلہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس کا فارسی ہی زبان میں جواب دیا۔(۲۶)

مولانا غوث بخش خانپوری اوچی :

ریاست بہاولپور تحصیل خانپور کی ایک اور جلیل القدر شخصیت مولانا غوث بخش خانپوری کی ہے مگر افسوس کہ آپ کے حالات تذکروں کی زینت نہ بن سکے تلاش کے بعد چند سطور اختر راہی کے تذکرہ علمائے پنجاب میں ملیں ملاحظہ کیجئے :

"مولانا غوث بخش بن محمد بخش بن خدا بخش کی ولادت اوچ شریف میں ہوئی آپ کے دادا خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی (م ۱۱۴۲ھ) کے مرید تھے جبکہ والد خواجہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ) کے مرید تھے۔ آپ نے فن طب میں مہارت حاصل کی۔ دینیات، طب اور فلسفہ میں بہت شہرت پائی۔ نواب بہاول خاں ثالث ان کے مرتبہ شناس تھے آپ اوچ شریف میں ہی فوت ہوئے اور خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے احاطے میں تدفین ہوئی۔ آپ کی دو جلدوں پر مشتمل قلمی شاہکار "تحفہ غوثیہ" عمدہ تالیف ہے۔(۲۷)

حضرت محمد غوث بخش علیہ الرحمہ نے ہبہ سے متعلق ایک مشکل اور لاینحل مسئلہ میں امام احمد رضا کی طرف رجوع کیا آپ نے ایک استفتاء ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ میں اعلیٰ حضرت کو روانہ کیا لیکن وہ نہیں ملا اس لئے کچھ عرصے بعد ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء میں دوبارہ استفتاء روانہ کیا۔ اس استفتاء کے ساتھ ایک دیوبندی عالم کا فتویٰ اور ڈسٹرکٹ جج بہاولپور ججی خانپور کا فیصلہ بھی آپ کو روانہ کیا آپ کا بھیجا ہوا استفتا فتاویٰ رضویہ کی آٹھویں جلد کے ص ۱۱۳ پر اس طرح درج ہے :

از! ابوالمنظور محمد غوث بخش مقیم بیت العلم والحکم پروچڑ ان موضع کو ٹلہ مدہو ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور تحصیل خانپور ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ۔

بعالی خدمت اسم درجت مدراء سجال العلوم علی العمود حضرت مولانا و مخدومنا قبلہ آماں و آماں نیار عباداللہ القال حضرت احمد رضا خاں صاحب مدظلہ :

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ :

خدمت میں ضروری عرض ہے توجہ سے سن کر جواب بتوفیق و غور تمام بعجلت عطا فرمائیں۔ ایک استفتاء متعلق ہبہ مشاع و طلاق صبی' بمعہ ٹکٹ کچھ عرصے سے خدمت میں بھیجا تھا' مولانا امجد علی اعظمی کے خط سے معلوم ہوا کہ نہیں ملا' پس حسب الایماء ان کے دوسری نقل ارسال ہے کرم نوازن

من

عدالت ڈسٹرکٹ جج خانپور میں دعویٰ عن ابہ گزرا ہے کہ جس کا رجوع شرع مقدس کی طرف ہے علمائے علاقہ ہذا آپس میں مختلف ہیں۔ حضرت اعلیٰ کی خدمت میں فتویٰ میں مع الجواب ارسال ہے' براہ کرم بخشی و حبۃ للہ تعالیٰ بامعان نظر فتوی مرسلہ پر دستخط و مہرہا بشمولیت جماعت علمائے کرام ثبت فرمادیں۔ بمعہ مزید تائید جواب اس کے کہ واقعات صورتحال ازکتاب القضاء و مخالفت دعویٰ وغیرہ وغیرہ رجوع عن ابہ سے مانع ہے' اپنی ذات باحسنات سے اضافہ فرمادیں۔ جناب والا ایک نقل دیوبند بھی ارسال کیا گیا تھا مگر مفتی دیوبند (مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی م ۱۳۴۷ھ) نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کردیا جس پر بڑی حیرت دامن گیر ہے کہ یہ کیا جواب ہے کہ کتاب القضاء و مخالفت دعویٰ وغیرہ پر کچھ بھی غور و توجہ نہیں کی

مرکز فتاویٰ جناب اقدس میں التجا ہے کہ بجنسہ استفتاء جس پر مفتی دیوبند کا جواب ہے غور فرما کر بجلدی جواب مفصل بحوالہ صفحہ کتاب وغیرہ معزز فرمادیں اور چند پیشی پہلے گزر گئی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۱۳)

امام احمد رضا نے اس کا تفصیل سے جواب دیا خاص کر دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولوی عزیز الرحمٰن ابن مولوی فضل الرحمٰن برادر اکبر مولوی شبیر احمد عثمانی و تلمیذ مولوی محمد قاسم نانوتوی جو ۱۳۱۰ھ سے دارالعلوم دیو بند کے مفتی تھے (۲۸) اور جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

"حضرت مفتی صاحب کو فن افتاء میں اس قدر مہارت ہو گئی تھی کہ مشکل ترین معاملات پر بھی برجستہ فتویٰ تحریر فرما دیتے آپ کی حیات ہی میں ملک کے طول و عرض میں آپ کے فتاویٰ کو درجہ استناد حاصل ہوگیا تھا فتاویٰ میں آپ کا طرز تحریر نہایت جامعہ ہے۔"(۲۹)

مگرامام احمد رضا نے مفتی عزیز الرحمٰن کا فتوی دیگر استفتاء کی عبارات کی روشنی میں علمی دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا کیونکہ مولوی عزیز الرحمٰن نے استفتاء مین پوچھے گئے سوال :

"...کیا باوجود قبضہ قدیم (۴۰ سال) کے اس کو .عذر مذکور دیا تہ حق رجوع ہو سکتا ہے اور باوجود اطلاع علی التصرف و ابرار عن الدعویٰ و مرور میعاد ساعت شرع اقدس میں قضا دعویٰ اس کا قابل ساعت ہے یا نہ۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۰)

کا انتہائی مختصر' نا مکمل اور بغیر تحقیق کے چند سطروں میں جواب دے دیا جس کا ذکر محمد غوث بخش نے بھی اپنے استفتاء میں کیا کہ "مفتی دیوبند نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کر دیا جس پر بڑی حیرت دامن گیر ہے"۔ اعلیٰ حضرت نے مفتی دیوبند کی علمی گرفت فرمائی چنانچہ آپ رقمطراز ہیں :

"ایک شخص دوسرے کو مدت تک کسی شی میں مالکانہ تصرف کرتے دیکھے اور بلا عذر ساکت رہے پھر کہنے لگے کہ یہ تو میری ملک ہے' علمائے کرام نے قطع تزویر وحیل کے لئے اس کا دعویٰ نا مسموع رکھا اور یہ حکم فقہی ہے نہ بر بنائے منع سلطانی اس کی بعض عبارات فتاویٰ بہاولپور (فتویٰ جج خانپور ص ۱۱۰-۱۱۲ فتاویٰ رضویہ) میں ہیں اور کثیر وافر ہمارے فتاویٰ میں۔ یہ حکم دیا تہ نہیں محض قضا ہے کہ نظر بظاہر حال

ممانعت فرمائی کما نصوا علیہ

سائل نے سوال ہی میں اس کا اشعار کر دیا تھا کہ باوجود اطلاع علی التصرف قضاء دعویٰ اس کا قابل سماعت ہے یا نہ مجیب نے تصریح کر دی تھی کہ صحت قضا کے لئے صحت دعویٰ شرط ہے اور وہ یہاں نہیں' دعویٰ قضا قابل اخراج ہے اور یہ عبارت (علامہ شامی کی) کہ "الحق لایسقط بتقادم الزمان" حکم دیانت ہے تو اس کے مقابل اسے پیش کرنا فتویٰ دیوبند (مفتی عزیز الرحمٰن) کی حماقت ہے۔ ان محقق شامی نے جن کے مسائل شتی آخر الکتاب کا حوالہ دیا اسی جگہ فرما دیا تھا۔

"ثم اعلم ان علم سما عها لیس مبنا علی بطلان الحق حتی یردان هنا قول مهجور لانہ لیس ذلک حکما ببطلان الحق و انما هو امتناع عن القضاة عن سماعها خوفا من التزویر و للدلالتہ الحال کمادل علیہ التعلیل والا فقد قالوا ان الحق لایسقط بالتتقادم کمافی قضا الاشباہ فلا تسمع الدعوی فی ہذہ المسائل معہ بقاء الحق للاخرة ولذا لواقربتہ الخصم یلزمہ" (الشامی ج ۵ ص ۷۳۶)

یہاں علامہ شامی نے "الحق لا یسقط بالتقادم' جواب دینے کے لئے نقل فرمایا ہے اس کی کوئی تحقیق نہ کی' تحقیق اس کی لکھی ہے کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع نہیں اور یہ کہ اس پر "الحق لا یسقط بالتقادم " وارد نہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر شامی کا الٹا حوالہ دینا اور جس سے وہ جواب دے چکے اس کو پیش کرنا اور ان کے سر دھرنا عجب جہالت ہے بلکہ جواب صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ صورت مسئولہ سے متعلق نہیں جہاں مدعی علیہ کا اقرار موجود ہو اگر سو برس بھی گزر جائیں مانع دعویٰ نہیں.........."

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۳-۱۱۷)

آخر میں مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی کا فتویٰ بھی من و عن نقل کیا جا رہا ہے تاکہ اہل علم حضرات ان کی فتاویٰ نویسی کا اندازہ کر سکیں کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کا افتاء میں کیا مقام ہے۔ فتویٰ ملاحظہ کیجئے :

جواب دیوبند :

"اقول قال فی الدرالمختار' لاتتم بالقبض فیما یقسم ولووهبہ شریکہ اولا جنبی لعدم تصور القبض الکامل کمافی عامتہ الکتب فکان هو المذهب ... الخ ولو سلمہ شایعا لایملکہ الخ درمختار "وفی رد المحتار وکما یکون لواهب الرجوع یکون لوارثہ بعد موتہ الخ فهذا یفید ان للواهب استر دادہ من ورثتہ الموهوب لہ و ایضا الحق لایسقط بتقادم الزمان کماحققہ المحقق الشامی فی مسائل شتی من اخر الکتاب واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ ۲۰ رجب ۱۳۳۷ھ

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ السامی علم فقہ کی سب سے مشکل شاخ "علم المیراث" میں بھی تمام علوم کی طرح بھرپور دسترس رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست بہاولپور کے علاوہ دیگر ریاستوں کے مفتیوں اور قاضی حضرات اور عدالتوں کے جج اور وکلاء حضرات کے کثیر تعداد میں' استفتاء بریلی پہنچتے تھے اور آپ ہمیشہ سہل اور مدلل جواب تحریر فرماتے۔ یہ حقیقت ہے کہ علم میراث ایک مشکل فن ہے اور ہر دور میں بہت کم فقہا اس پر عبور رکھنے والے پائے جاتے ہیں یہاں صرف ریاست بہاولپور سے بھیجے گئے استفتاء

کی روشنی میں جائزہ لیں کہ وراثت سے متعلق جن جن مسائل میں بھی اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا گیا وہ تمام جج صاحبان، مفتیان کرام اور فقہا پر مکمل عبور رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں آپ نے مفتیان کرام کے فتوؤں اور جج صاحبان کے فیصلوں کو بھی درست کیا ان کی اغلاط کی نشاندھی بھی کی وغیرہ وغیرہ اگر ان معاملات میں اعلیٰ حضرت سے رجوع نہ کیا جاتا تو تمام فیصلے اور فتوے غلط تھے جو کسی کے حق تلفی کا باعث ہوتے۔ معلوم ہوا کہ فقیہہ اسلام امام احمد رضا خاں محدث بریلوی فقیہہ بھی ہیں اور قاضی بھی ایک بہترین منصف و جج بھی ہیں اور مفتی بھی، وکیل بھی ہیں اور محقق بھی۔ یہ ساری خوبیاں جس فرد واحد میں جمع تھیں، اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور وہ سب کے لئے قابل قبول ہی ہوتا ہے اس کو اپنے فتوے سے رجوع کرنے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی امام احمد رضا پر خصوصی کرم نوازی تھی وہ جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمائے۔

یوتی الحکمتہ من یشاء ومن یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرہ : ۲۶۹)

پیر نور محمد ولد پیر قمر الدین صادق پور :

علم میراث ہی سے متعلق ایک اور پیچیدہ مسئلہ ریاست بہاولپور سے ۳ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ میں پیر نور محمد صاحب ولد پیر قمر الدین صاحب نے تحصیل منچن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع واڑہ سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پیر نور محمد صاحب کے حالات تذکروں میں نہیں مل سکے مگر آپ کا دلچسپ، نہایت پیچیدہ اور طویل استفتاء اس بات پر غمازی کرتا ہے کہ آپ خود عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کی اچھی سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے۔ پہلے اس استفتاء کی چیدہ چیدہ گزارشات نقل کی جا رہی ہیں پھر اعلیٰ حضرت کے جواب سے چند اقتباسات بھی نقل کئے جائیں گے تاکہ پڑھنے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث بنیں۔ پیر نور محمد استفتاء کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

مسئلہ ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر صدر الدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طوائف مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے دو نابالغ بیٹے اللہ بخش و الٰہی بخش موجود تھے۔ اور تیسرا جوان بیٹا اللہ دتہ تھا۔ صدر الدین نے وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو مثل زوج کے پردے میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ حرام میں تھی۔ یہ دونوں بچے کہ خورد سال تھے ماں کے ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں سے ایک کی شادی بھی پیر موصوف نے کر دی تھی۔ رنگ بھری کا بڑا بیٹا اب تک الگ اور اپنے پیشہ حرام میں ہے۔ صدر الدین کے دو بیٹے زوجہ خاندانی مسماۃ نور سائن سے تھے، بدر الدین اور سراج الدین۔ پیر مرحوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بہاولپور اور کچھ پاک پٹن شریف علاقہ انگریزی میں تھی جس کی تفصیل بھی منسلک ہے۔

صدر الدین نے ۱۳ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا۔ اللہ بخش و الٰہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دے کر ضلع منٹگمری میں بعض جائداد واقع علاقہ انگریز کا داخل خارج چاہا، جون ۱۸۹۳ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جن میں بدر الدین نے ان (اللہ بخش اور الٰہی بخش) کے پسران صدر الدین

ہونے سے انکار کیا۔ شیخ لطافت علی نائب تحصیل دار نے ۲۷ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقوام چشتی کے بنا پر جو بغرض ملاحظہ حاضر ہے چاروں کو فرزند صدر الدین قرار دے کر اندارج نام کا حکم دیا۔ بدر الدین نے منشی عزیز الدین اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر کے یہاں اپیل کی بالآخر تنہا بدر الدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کر لیا۔۔۔ الخ سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا نہ وہ وہاں موجود تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۴۳۔۴۴۴)

وراثت کے اس مسئلے میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہیں اور مسئلہ تحصیل منچن آباد میں ۱۸۹۲ء سے لے کر ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء تک چلتا رہا یہاں تک کہ پھر بحکم مولوی عبد الملک افسر مال نے ثالثی کی طرف طرفین کو رجوع کروایا اور چار ذی علم ثالث مقرر ہوئے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۔۔ مولوی عطا محمد مدرس پھونگاوالہ

۔۔ مولوی عبد الرحیم صاحب مدرس اول خانقاہ مہاران شریف

۔۔ مولوی اللہ بخش چک نادر شاہی

۔۔ مولوی جمال الدین ساکن ماڑی میاں صاحب

چاروں ثالث کے درمیان شرط تحریر ہوئی اگر روداد مسل سے مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین ہونا شرعا ثابت ہو تو ان کی وراثت کے باب میں فتوائے ثالثان ناطق ہو گا۔ ثالث اول الذکر نے نسب ثابت نہ مانا باقیوں نے اثبات کیا' افسر مال نے کثرت رائے پر فیصلہ دے دیا۔۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۔۴۴۵)

پیر نور محمد استفتاء کی تفصیل کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

ہر دو فتوائے ثالثان و فیصلہ نظامت و فیصلہ افسر مال و اظہارات گواہان فریقین و جملہ کاغذات متعلقہ کے نقول باضابطہ خدمت علمائے دین میں حاضر کرکے امیدوار کہ خالصا لوجہ اللہ حکم شریعت مطہرہ سے آگاہ فرمائیں کہ تین ثالث صاحبوں کا پہلا فتویٰ اور ثالث چہارم کا فتوائے دوم ان میں کونسا مطابق شرع شریف ہے اور فتوائے اول میں جن جن وجوہ سے مدعیان کو ثابت النسب مانا ہے وہ شرعا صحیح ہیں یا غلط۔ نیز از روئے اقرار نامہ ثالثی مدعا علیہم اس فتوائے ثالثان کے پابند ہوئے یا نہیں اور بالجملہ روداد مسل موجود سے بحکم شرع شریف دعوائے مدعیان ڈگری ہونا چاہئے یا ڈس مس۔ کاغذات متعلقہ کی مکمل نقول تو حاضر خدمت ہیں مگر آسانی ملاحظہ کے لئے واقعہ اسثنا کا خلاصہ یہاں گذارش ..... الخ (یہ تفصیلا ۲۱ نکات پر فتاویٰ رضویہ کے صفحہ ۴۴۵ سے ۴۵۱ تک موجود ہیں)

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص۔۴۴۵)

امام احمد رضا محدث بریلوی کا جواب انتہائی تفصیل کے ساتھ جلد ہفتم ص ۴۵۱ تا ۴۶۹ تک پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے آپ نے پہلے تمام دی گئی تفصیلات کا تجزیہ کیا پھر ہر بیان اور پیشی پر غلطیوں کی نشاندہی کی اور پیچدگیوں کو سلجھایا' چاروں ثالثان کی لاپرواہی کی جانچ پڑتال بھی فرمائی اور افسرمال کے فیصلے کو باطل قرار دیا۔ یہاں اعلیٰ حضرت کے اس طویل جواب کا نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ آپ نے خود جو ابتداء میں خلاصہ جواب لکھا ہے وہ نقل کیا جا رہا ہے تفصیل فتاویٰ کی جلد ہفتم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

الجواب : اللھم ہدایہ الحق و الصواب ! قبل اس کے کہ ہم بتوفیق الٰہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین

مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے' ریاست مسلمانوں کی ہے۔ ابتدا ہی میں فریقین پر فرض تھا کہ حکم شرع پر گردن رکھتا۔ حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہرہ کے موافق فیصلہ کرتے قال اللہ تعالیٰ

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک الایۃ......... الخ (مزید دلائل فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں)

اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل ثالث کئے گئے اور ان سے فتویٰ طلب ہوا تو خود ہی تمام بادی چھنٹ گئی اور صرف شرع مطہرہ پر بنائے کار رہی و لہٰذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ

"کل مقدمہ سپرد ثالثان کرکے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دیئے گئے ہیں۔"

اب صرف اتنا دیکھنا رہا فتوائے ثالثان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں اور اس جانچ میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظرلازم' قانون یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلا التفاق نہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ شرعی احکام کو تاویلات دور ازکار کرکے قانون و رواج کی طرف ڈھالنا کہ یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہو گا۔ واللہ الھادی۔

اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وباللہ التوفیق !

کاغذات ملاحظہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر افسر مال نے مدار حکم رکھا شرعا محض باطل ہے اس کا بطلان بہت وجہ سے ہے۔

-ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعا ثالث ہی نہ تھے' نہ ان کو اصلا فیصلہ کا اختیار تھا' نہ ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

-دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انہیں خاص اس فیصلہ کا اختیار نہ تھا جو انھوں نے دیا۔

-سوم اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نہ معتبر ہے۔

-چہارم ان سب سے درگزرئے اور نفس فیصلہ کو دیکھئے جو تین ثالثوں نے کیا وہ خود ہی یکسر مخالف شرع واقع ہوا۔

اب ان سب وجوہ کو بتوفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص-۴۵۱-۴۵۲)

امام احمد رضا نے بدولائل شرعیہ اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے اول پنچائیت کے فیصلے سے متعلق اظہار خیال کیا اور چار وجوہات سے غلط قرار دیا پھر کاغذ اول رپورٹ پٹواری پر ۱۳ اعتراضات فرمائے اس کے بعد "کاغذ دوم رواج عام" پر دس نکات پر تعجب کا اظہار فرمایا۔ "کاغذ سوم صلح نامہ پیربدر الدین" کو ۷ وجوہ سے کالعدم قرار دیا۔ "کاغذ چہارم شجرہ نسب" سے متعلق فرمایا کہ یہ تحقیق پر مبنی نہیں۔ "کاغذ پنجم اظہار منچن آباد" کی رپورٹ پر بھی ۴ اغلاط کی نشاندہی فرمائی۔ اسی طرح "کاغذ ششم تحریر مولوی نور الدین" پر بھی ۶ اعتراضات فرمائے اور آخر میں ثالثان کے فیصلے پر ۸ اعتراضات بتائے اور ان سب کا حل بھی بتاتے رہے یہاں صرف آخری بحث ہی قارئین کی دلچسپی کے لئے لکھی جا رہی ہے ملاحظہ کیجئے :

"بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ ثالثوں نے جتنی سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار۔ روئداد مسل مدعیوں کا نسب اصلا ثابت نہیں کرتی۔ سخت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل

کے موجودہ کاغذات و شہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقات مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آ سکتی ملاحظہ ہو رپورٹ ثالثان کاغذ نمبر ۲۰ .... الخ اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسر مال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور علاقے کے تمام سربر آوردہ اشخاص اور چشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعا ضرورت تھی معاملہ بر بنائے روئداد ناکافی مسل سپرد ثالثان کرادیا دیکھو فیصلہ افسر مال فقرہ ۲۴ میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین نہ ہونا ثابت ہے'

غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا اولاد پیر صدر الدین ہونا ثابت نہیں۔۔۔ تمام کاغذات و شہادت موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں' ان کا دعویٰ نا مسموع ہونے کے لئے ثبوت عدم درکار نہیں عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلاشبہ حاصل' لہٰذا دعویٰ مدعیان باطل۔۔ یہاں اور ابحاث تقیہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گذارش ہوا ذی انصاف متبع شرع کے لئے اس قدر بہت ہے۔ وباللہ توفیق سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص۔۴۵۲۔۴۶۹)

مولانا عبد الرحیم :

مولانا عبد الرحیم کا تعلق ریاست بہاولپور کے علاقے خیر پور ٹالی اسٹیشن ٹامی والے سے ہے۔ آپ کے حالات حاصل نہ کئے جا سکے البتہ فتاویٰ رضویہ میں ان کی طرف سے بھیجے جانے والے استفتاء سے معلوم ہوا کہ آپ مدرسہ عربیہ خیرپور میں معلم کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ پیر نور محمد کے استفتاء میں جن ۴ ثالثان کا ذکر ہے اس میں بھی آپ کا نام شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے علاقے کے معزز علماء میں شمار ہوتے ہوں گے جبھی شرعی معاملات میں عوام الناس آپ کی طرف رجوع کرتی تھی۔

مولانا عبدالرحیم نے جس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت سے استفسار فرمایا وہ بھی وراثت سے متعلق ہی مسئلہ تھا آپ اعلیٰ حضرت کی طرف استفتاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مسئلہ ! ازخیر پور ٹالی اسٹیشن ٹامی والے ریاست بہاولپور برخانقاہ مبارک مسئلہ عبد الرحیم نائب معلم مدرسہ عربیہ خیر پور اشرفیہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور خالد دونوں بھائی حقیقی ہیں' مسمی زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ہے اور اس کا برادر خالد موجود ہے اور زید مرحوم کی دو بیٹیاں اور دو بیویاں موجود ہیں۔ زید مرحوم کے داماد نے مسمی خالد کو کہا بموجب شریعت مبارکہ حصہ تقسیم ہونا چاہئے۔ کیوں کہ ہم تم اہل اسلام پابند شریعت کے ہیں شرع محمدی پر فیصلہ ہونا چاہئے۔ خالد جو مال متروکہ زید پر قابض و جابر ہے صاف کہہ دیا کہ ہم کو شریعت نا منظور ہے بلکہ رواج منظور۔۔ اب فرمائیے کہ عند الشریعت خالد کا کیا حکم ہے نکاح رہا یا فسخ ہو گیا۔۔

الجواب : اگر یہ بیان واقعی ہے تو خالد پر حکم کفر ہے اور یہ کہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا اس پر توبہ فرض ہے نئے سرے سے اسلام لائے۔۔۔ اس کے بعد عورت اگر راضی ہو اس سے دوبارہ نکاح کرے (اس کے بعد عالمگیریہ اور دیگر کتب سے دلائل دیئے گئے ہیں)

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۵۸-۱۵۹)

مولانا عبد الرحیم صاحب نے اس سے ملتا جلتا ایک

اور مسئلہ دوبارہ دریافت کیا اور بہت ممکن ہے اسی مسئلہ پر اتمام حجت کے لئے دوبارہ استفتاء کیا ہو یہ مسئلہ آپ نے ۲ صفر ۱۳۳۹ھ میں بریلی بھجوایا تھا استفتا ملاحظ کیجئے :

مسئلہ : کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیانی ہے کہ مجھے فیصلہ شرع محمد کا منظور و قبول نہیں ہے، بلکہ رواج و قانون منظور ہے۔۔ یہ سخن بلا دریغ عوام الناس میں کہہ دیا ہے، عند الشریعت اس کے ساتھ یعنی زید کے ساتھ شریعت مبارکہ کا کیا ارشاد ہے صاف خوشخط استفتاء پر جواب فرما دیں۔۔ اجرت جواب آنے پر دی جائے گی۔

الجواب : یہاں فتوے پر کوئی اجرت نہیں لی جاتی، نہ پہلے نہ بعد میں، نہ اپنے لئے روا رکھا جاتا ہے۔۔ بیان مذکورہ سوال اگر واقعی ہے تو زید پر تجدید اسلام واجب ہے، توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۱۷)

اس استفتاء میں اور جج محمد دین کے بھیجے ہوئے استفتاء میں جواب طلبی پر اجرت دینے کا ذکر ہے مگر امام احمد رضا نے اس کو سختی سے رد فرمایا۔۔ جج محمد دین کے بھیجے ہوئے منی آرڈر کو واپس کر دیا اور اسی طرح مولانا عبد الرحیم کے اس جملے کا کہ اجرت "جواب آنے پر دی جائے گی" کا سختی سے جواب دیا کہ نہ اول اجرت لی جاتی ہے نہ بعد اور نہ اس کو روا رکھا جاتا ہے مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ مفتیان حضرات فتویٰ فیس لیتے ہوں گے اس لئے اعلیٰ حضرت کو بھی بھیجی گئی اور اس کے بھیجنے کا اظہار کیا لیکن اعلیٰ حضرت کا تقویٰ اور عمل یہ ہے کہ **"ان اجری الا علی رب العالمین"**۔

سید سردار احمد شاہ گڑھی اختیار خاں : ۔

ریاست بہاولپور میں ضلع رحیم یار کے علاقے گڑھی اختیار خاں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں کی سرزمیں پر بھی کثیر تعداد علماء و مشائخ کی پائی جاتی ہے۔۔ ابو النصر سید سردار احمد شاہ قادری کا خاندان علم و فضل اور شریعت و طریقت کا اپنے علاقے میں بالخصوص امین رہا ہے۔۔ آپ کے والد ماجد پیر سید محمد جعفر شاہ گڑھی اختیار خاں کے نوابین کے اصرار پر شکار پور سندھ سے نقل مکان کر کے گڑھی اختیار خاں میں آباد ہو گے جہاں ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں سید سردار احمد شاہ قادری کی ولادت ہوئی (۳۰) تکمیل علوم کے بعد سندھ کی معروف درگاہ بھرچونڈی شریف{۷} سکھر کے سجادہ نشین غوث وقت، ہادی گمراہان، حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۶ھ) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے بھی نوازے گئے۔۔ آپ کو عربی فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو زبان پر یکساں عبور حاصل تھا۔ اپنے دور کے نامور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام فارسی، سندھی، عربی اور سرائیکی زبانوں پر مشتمل ہے۔۔ (۳۱)

سید سردار احمد شاہ قادری علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا بریلوی سے عشق کی حد تک عقیدت تھی۔۔ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتا یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی شب و صال اپنے صاحبزادے سید مغفور القادری{۸} سے اعلیٰ

حضرت کی نعت سنی۔ (۳۲)

سید سردا احمد شاہ کئی سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ دوسرے حج کے موقعہ پر جب مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے تو سید سردار احمد شاہ سے آپ کی اکثر ملاقاتیں رہتیں تھیں۔ ان ملاقاتوں کی تفصیل اور ایک وقت کا کھانا ساتھ کھانے کے واقعہ کو آپ کے نبیرہ مولانا پیر سید محمد فاروق القادری ساکن آستانہ عالیہ شاہ آباد گڑھی اختیار خاں مولف "فاضل بریلوی اور امور بدعت" نے اپنے ایک مکتوب میں کی جو انھوں نے ماہنامہ رسالہ "جہان رضا" کے ایڈیٹر کو لکھا تھا۔" (۳۳)

سید سردار احمد شاہ قادری نے ۱۳۳۹ھ میں بزبان فارسی ایک استفتاء نکاح سے متعلق درگارہ بھرچونڈی شریف سے روانہ کیا تھا جس زمانے میں آپ یہاں مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے اس کا ذکر راقم اپنی تالیف امام احمد رضا اور علمائے سندھ" میں کرچکا ہے۔ مگر آپ کا تعلق کیوں کہ ریاست بہاولپور سے ہے اس لئے یہاں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔۔ آپ کا استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد پنجم کے حصہ سوم کے صفحہ ۹۹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ابو النصر سید سردار احمد شاہ قادری کا وصال ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء میں ہوا اور وہیں آبائی گاؤں میں آپ کا مرقد مرجع خلائق ہے۔

سید سردار احمد شاہ قادری کے نبیرہ صاجزادہ پیر سید محمد فاروق القادری ابن سید مغفور القادری اپنے اسلاف کی ریاست بہاولپور میں خدمات کا اظہار فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :

میں فخرا یہ بات کہتا ہوں کہ سابق ریاست بہاولپور اور سندھ میں ہمارے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے فاضل بریلوی (مولانا احمد رضا) سے رابطہ کیا اور ان کے سیاسی اور روحانی افکار کی اشاعت کا پلیٹ فارم مہیا کیا (۳۴)

اسی مکتوب میں اپنی جدا مجد حضرت ابو النصر سید سردار احمد شاہ قادری کی اہم ترین خدمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"فتاویٰ رضویہ میں متعدد مقامات پر بھرچونڈی شریف کے شیخ الثانی ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبد اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ اور راقم کے جدامجد شیخ المشائخ حضرت ابو النصر سید سردار احمد شاہ قادری کا ذکر آیا ہے۔ ان بزرگوں نے تحریک ہجرت کے موقعہ پر اعلیٰ حضرت سے فتوے منگوا کر پورے سندھ میں ان کی نشرو اشاعت کی کہ ہندوستان اور سندھ دارالحرب نہیں ہیں اسی طرح ان بزرگوں نے تحریک ہجرت کو اپنے گڑھ میں ناکام کرکے لاکھوں مسلمانوں کو نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ سے بچایا۔" (۳۵)

ریاست بہاولپور ایک سنی المذہب اسلامی ریاست تھی وہاں کے علماء و فضلا اور مفتیان مجدد دین و ملت امام احمد رضا سے اکثر استفتاء کرتے اور ہر علمی الجھن کے سلسلے میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے جیسا کہ اس مقالے میں ظاہر ہے۔ امام احمد رضا کا علمی اور روحانی فیض آج بھی موجود بہاولپور، رحیم یار خاں اور ڈیرہ غازی خاں میں جاری و ساری ہے۔ کئی مدارس اور دارالعلوم آپ کے نام سے موسوم ہیں۔

بہاولپور سے مسعود حسن شہاب دہلوی ہفت روزہ "الہام" نکالتے تھے جو ان کے انتقال کے بعد بھی جاری ہے اس اخبار میں اکثر امام احمد رضا کی نعتیں شائع ہوتی ہیں اور ان کے یوم

وصال کے موقعہ پر مضامین بھی شائع ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اعلیٰ حضرت نمبر کا بھی اجراء ہوتا ہے۔ مفتی سراج احمد خانپوری کے تلمیذ رشید حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مہتمم دارالعلوم اویسیہ رضویہ" مسلک اعلیٰ حضرت کو پچھلے کئی دھائی سے بہاولپور میں فروغ حاصل دے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف صدر شعبہ اردو، ایس ای کالج بہاولپور ایک جانی پہچانی علمی شخصیت ہیں آپ نے سندھ کے حوالے سے امام احمد رضا پر پہلا مقالہ قلمبند کیا تھا جو معارف رضا شمارہ ۱۴۰۴/۱۹۸۳ء میں شائع بھی ہوا۔ گڑھی اختیار خاں کے معروف علمی شخصیت پیر محمد فاروق القادری نے بھی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ایک بہت عمدہ تالیف "فاضل بریلوی اور امور بدعت" کے نام سے تحریر فرمائی تھی جس کو عوام الناس نے بے حد پسند فرمایا۔ الغرض خط ریاست بہاولپور میں امام احمد رضا پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل بھی مشہور و معروف تھے اور دشمنان دین کے منفی کوششوں کے باوجود بھی آج مقبول و معروف ہیں۔

نوٹ : راقم اس مقالے کے سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا مشکور ہے جن کے قیمتی مشوروں نے میری بہت مدد فرمائی اور ساتھ ہی نبیرہ حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمتہ، حضرت مولانا عطا المصطفیٰ مدظلہ العالی کا ممنون ہے جنھوں نے اس مقالے کو مکمل پڑھا کیوں کہ اس میں خاصے ٹیکنیکل قسم کے استفتاء تھے۔ مولانا عطا المصطفیٰ آج کل دارالعلوم امجدیہ رضویہ میں مفتی عبد العزیز حنفی کے ساتھ مسند افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(زمین)

: نوٹ :

{۱}....اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی حیات میں مرجع خلائق تھے اس کا اعتراف نہ صرف بریلی اور ہندوستان کے علماء و فضلاء کرتے ہیں بلکہ موجودہ پاکستان کے بھی بیشتر علاقوں سے جب استفتاء بریلی پہنچتے تو اس میں مستفتی برملا بریلی کے دارلافتاء کو مرکز قرار دیتا۔ ایسا ہی ایک اعتراف مجلس "جمعیتہ الاحناف" جو ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں سندھ کے شہر کراچی میں حضرت مولانا غلام رسول القادری القلندری (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کی سربراہی میں قائم ہوئی اس کے ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد حسن قادری عرف محمد علم الدین حنفی القادری نے ۱۳۳۴ھ میں بریلی شریف بھیجے گئے ایک استفتاء میں کیا : یہ استفتاء انجمن خدام کعبہ سے متعلق ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے : ۔

"چونکہ آج کل تمام اہلسنّت کا رجوع درالافتاء بریلی ہی کی طرف ہے لہٰذا یہاں سے خاطر خواہ جواب آنے پر ہم سب مسلمانوں کو تشفی ہو جائے گی خاص کر ہم سینوں کے پیشوا، مسلمانان ہندوستان کے امام و مقتدا اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کی مہرو تصیح و تصدیق ہم سب کی مشکل کشائی و بے حد تسلی و خاطر خواہ تشفی کا موجب ہوگی۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ص۔۲۴۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

{۲}... ججی خانپور ڈسٹرکٹ بہاولپور کے جج تھے یہ غالباً جج محمد اکبر ہیں جو ججی کے عرف سے مشہور ہوئے۔ بہاولپور کے معروف قلمکار جناب مسعود حسن شہاب دہلوی جج محمد اکبر کا ذکر

کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"بعض لوگوں کے ساتھ ان کا عہدہ نام کا جزو بن جاتا ہے (جیسے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ڈپٹی کے عرف سے مشہور ہوئے) جج محمد اکبر بھی ان لوگوں میں تھے جن کی ججی ان کے نام کا سابقہ بن گیا۔ آپ نے چیف کورٹ میں شتہ دار کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا اور ترقی پاتے ہوئے ریاست کے چیف کورٹ بھی مقرر ہوئے لیکن اصل شہرت آپ کو بطور ڈسٹرکٹ جج کے حاصل ہوئی تھی جب آپ نے مرزائیوں کو ایک مقدمے میں خارج اسلام قرار دیا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا۔

جج محمد دین اکبر دینی فکر کے حامل ایک صالح بزرگ تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور سنت نبوی کے پیروی میں کوشاں۔ اکثر نماز محلّہ کی مسجد میں با جماعت ادا کرتے۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک عقیدت تھی۔ ہر سال "عید میلادالنبی" بڑی تزک و احتشام سے منایا کرتے تھے۔ چیف کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد ریاست کے محکمہ مذہبی امور کے ناظم مقرر کئے گئے۔ آپ ہی کی کوششوں سے "شعبہ افتا" قائم ہوا آپ نے ۵ مئی ۱۹۵۲ء میں انتقال فرمایا

(مشاہیر بہاولپور ص ۴۶-۴۸)

[۳]...میر سراج الدین کے صاحبزادے میر عبد الجلیل (م ۱۹۷۹ء) بھی تقویٰ طہارت میں اپنے والد کا نمونہ تھے۔ آپ بھی ۱۹۵۸ء تک ڈسٹرکٹ سیشن جج بہاولپور رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد میر صاحب کی دلی خواہش تھی کہ زندگی کے باقی ایام مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گذاریں۔ ان کا یہ سچا عشق آپ کو دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لے گیا اور زندگی کا بقیہ حصہ آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گذارا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

(مسعود حسن شہاب دہلوی، مشاہیر بہاولپور ص-۴۶)

[۴]... حضرت خواجہ غلام فرید ابن حضرت خدا بخش (م ۱۲۲۹ھ) ابن حضرت خواجہ احمد علی (م ۱۲۳۱ھ) چاچڑاں شریف میں (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء) میں پیدا ہوئے آپ کے والد سکھوں کے مظالم سے تنگ آ کر کوٹ مٹھن سے نواب صادق محمد خاں اول کی درخواست پر چاچڑاں تشریف لے آئے۔ ظاہر و باطنی علوم و معارف اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ فخر جہاں غلام فخر الدین (م ۱۲۸۸ھ) سے حاصل کئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ بھائی کے صال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت غلام فرید علیہ الرحمہ ریاست بہاولپور کی مقامی سرائیکی زبان کے بے تاج بادشاہ تھے آپ کو ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"جس قوم میں خواجہ فرید اور اس کی شاعری موجود ہے اس قوم میں عشق و محبت کا موجود نہ ہونا تعجب انگیز ہے۔"

خواجہ غلام فرید مسئلہ وحدۃالوجود کے بہت بڑے حامی تھے اور آپ نے اس کا برملا اظہار اپنی اردو، فارسی اور ملتانی زبان کی شاعری میں فرمایا۔ آپ شریعت مطہرہ اور سنت مبارکہ پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ نے چاچڑاں میں "جامعہ فریدیہ" کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ جہاں آپ خود بھی درس حدیث اور درس تصوف دیتے تھے مسلک اہلسنت و جماعت پر کسی کو فوقیت نہ دیتے۔ ایک دفعہ شوال ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری (م۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) نے "براہین قاطعہ" کی بعض عبارات پر گرفت کی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (مدرس اول جامعہ عباسیہ بہاولپور) سے ان عبارات پر مناظرہ کیا تو اس مجلس کے حکم (منصف) نواب بہاولپور نواب محمد صادق عباسی کے پیر و

مرشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ہی تھے۔ آپ نے فیصلہ دیا تھا کہ متنازعہ فیہا عبارات وہابیت کی ترجمانی کرتی ہیں اور وہ مسلک اہلسنّت کے خلاف ہیں۔

آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ہوا آپ کا مزار کوٹ مٹھن میں ہے۔

(عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنّت ص۔۳۲۱، ۳۲۴)

{۵}...استاذہ العلماء شیخ الحدیث و التفسیر، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد وقار الدین ابن حافظ حمید اللہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۱۵ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تحصیل علم مدرسہ منظر الاسلام کے علاوہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں کئی نامور علما کے نام آتے ہیں مثلاً مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا عبد الحق، مولانا محمد سردار احمد لائلپوری اور مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ وغیرہ۔ آپ نے ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۷ء مدرسہ منظر، السلام میں تدریسی خدمت انجام دی پھر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۱ء تک چٹاگانگ (بنگلہ دیش) کے جامعہ احمدیہ سنیہ میں تدریس فرماتے رہے اور ۱۹۷۲ء تا وصال مبارکہ دارالعلوم امجدیہ رضویہ میں دیگر فنون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسند افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ درالعلوم میں موجود ہے جو جدید مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آپ کا مجموعہ فتاویٰ سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ دارلعلوم کے ذمہ دار افراد اس کی طباعت کا اہتمام فرمائیں۔ آپ حجتہ السلام مفتی محمد حامد رضا خاں قادری سے ارادت رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے آپ نے سلسلہ بھی شروع کیا تھا۔آپ کا وصال ۱۹۹۰ء میں ہوا اور دارالعلوم امجدیہ کے احاطہ میں علامہ عبد المصطفیٰ الازہری ابن مولانا محمد امجد علی اعظمی کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی ذات مسلک امام احمد رضا کی پر تو تھی اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے آمین۔

(مجید)

{۶}...حضرت علامہ الشیخ السید محمد امین عابدین ابن السید الشریف عمر عابدین (م۱۲۵۲ھ) کی مشہور و معروف تصنیف رد المحتار کے نام سے ملقب ہے جو ۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ شامی کی اس کتاب پر امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جدا لممتار کے نام سے حاشیہ لکھا تھا آپ خود اس سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

"میں نے جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے اب تک جاری ہے کیوں کہ اس وقت میرا دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میرے ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیئے اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی۔ حنفی اصول فقہ کی کتاب "مسلم الثبوت" پر "صحیح بخاری" کے نصف اول پر "صحیح مسلم" اور "جامع ترمذی" پر "شرح رسالہ قطبیہ پر حاشیہ" امور عامہ پر اور "شمس بازغہ" پر حواشی اس وقت لکھے جب کہ طالب علمی کے زمانے میں اپنے سبق کے لئے مطالعہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں "تیسیرا" "شرح جامع صغیر" پر "شرح چغمنی اور "تصریح" پر اقلیدس کے تین مقالوں اور علامہ شامی کی رد المحتار علی الدار المختار" پر بھی حواشی لکھے۔ ان سب میں پچھلی یعنی "ردا لمحتار" کے حواشی سب سے زیادہ ہیں، مجھے امید ہے کہ اگر انھیں کتاب سے الگ کر دیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے حالانکہ ان میں اپنی دوسری کتابوں اپنے فتاویٰ اور اپنی تحریرات کا حوالہ دے کر اشارات بھی کئے گئے ہیں۔

(امام احمد رضا الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ و المدینہ (۱۳۲۴ھ) بحوالہ رسائل رضویہ دوم ص۔۳۰۹)

امام احمد رضا کا یہ حاشیہ "جدا لممتار علی رد المحتار" کے نام سے موسوم ہے اور مبارک پور سے اس کی ابتدائی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اول جلد کراچی سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے بھی ۱۹۸۵ء میں شائع کی تھی۔ یہ حاشیہ عربی زبان میں ہے اور عرب کے علماء نے اس کو بہت سراہا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں جب پاکستان میں عالمی سیرت کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی تھی تو وہاں بیرونی ممالک سے آئے ہوئے علماء کو ادارہ کی جانب سے کتاب تقسیم کی گئی تھی۔ جلد ہی ادارہ اس کی دوسری جلد شائع کر رہا ہے۔

(مجید)

{۷}...اندرون سندھ شہر سکھر کے قریب خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف کا قیام حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمہ (م ۱۳۰۸ھ) کے ذریعہ عمل میں آیا اس کی بنیاد ۱۲۵۸ھ میں رکھی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وادی مہران کی یہ عظیم خانقاہ بن گئی جہاں شریعت و طریقت دونوں کی پاسداری آج بھی جاری ہے۔ بانی درگاہ کی بھتیجے آپ کے وصال کے بعد جانشین قرار پائے اور ہادی گمراہان جیسے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت حافظ محمد عبد اللہ قادری نے ۲۵ برس کی عمر میں یہ ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کی ذات سے نصف صدی تک رشد و ہدایت اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور اپنے پیچھے ایک بڑی جماعت عارف اور درویش حضرات کی چھوڑی ان میں سید سردار احمد شاہ قادری بھی شامل ہیں۔ یہ سندھ ہی کی درگاہ تھی جس نے سندھ سے مسلمانوں کی تحریک ہجرت کے وقت مخالفت کی اور حضرت حافظ عبد اللہ قادری نے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے بھی استفسار کیا اور اپنے استفتا میں اعلیٰ حضرت کو مجد ماۃ حاضرۃ تسلیم کرتے ہوئے آپ کے رائے طلب کی اور جواب ملنے کے بعد اپنی پوری توانائی اور یکسوئی کے ساتھ ہجرت کی مخالفت کی۔ سید سردار شاہ صاحب کے صاحبزادے سید مغفور القادری بھی اسی درگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔

(امام احمد رضا اور علمائے سندھ ۴۷-۵۵)

{۸}...پیر سید مغفور القادری ابن سید سردار احمد شاہ قادری ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں گڑھی اختیار خان ریاست بہاولپور میں پیدا ہوئے تاریخی نام "مغفور" لکھا گیا۔ مولانا سراج احمد خانپوری اور مولانا عبد الکریم ہزاروی سے تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خانقاہ بھرچونڈی کی درس گاہ میں کئی سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین پیر عبد الرحمٰن ابن مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری کی قائم کردہ جماعت "جماعت احیاء السلام" کے ذریعے دو قومی نظریہ کی فضا ہموار کی اور شکار پور سے اخبار "الجماعت" کا اجرا بھی کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ منعقدہ کراچی ۲۴-۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء میں جماعت احیاء الاسلام کے نائب صدر کی حیثیت سے شرکت کی اور اسے آل انڈیا مسلم لیگ میں مدغم کر دیا۔ آپ نے مشائخ کو بھی منظم کرنے کے لئے "تنظیم المشائخ" قائم کی۔ آخر میں آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت اختیار کر لی اور بنارس کانفرنس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی سمیت ایک سو افراد کے ساتھ شرکت فرمائی۔ قیام پاکستان کے بعد سید مغفور القادری وطن مولوف میں آگئے۔ جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں میں بھی ایک سال تدریسی خدمت انجام دی آپ کا وصال ۵ صفر ۱۳۹۰/۱۹۷۰ء کو ہوا۔ حضرت سید احمد شرافت نو شاہی (گجرات) نے قطعہ تاریخ کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے۔

شرافت چو پر سند سال وصال
بگو ہادی عصر مستور شد

۱۳۹۰ھ

(تذکرۂ اکابر اہلسنّت ص ۵۲۸-۵۲۹)

"ماخذ و مراجع"

۱..... مولانا محمد حسنین رضا قادری بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۱ بزم قاسمی برکاتی ۱۹۸۶ء

۲..... مجید اللہ قادری "قرآن سائنس اور امام احمد رضا" دوسرا ایڈیشن ص ۱۷ المختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۴ء

۳..... امام احمد رضا محدث بریلوی "فتاویٰ رضویہ" جلد ۳ ص۔ ۳۳۰ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۹۰ء

۴..... مجید اللہ قادری "فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ص ۱۴ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء

۵..... مجید اللہ قادری "مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء ص ۷۷۔۸۳ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۶..... مجید اللہ قادری "معارف رضا" شمارہ ۱۴ ص ۱۴۷۔۱۶۶ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۴ء

۷..... مجید اللہ قادری "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" صفحات ۲۷ المختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۵ء

۸..... سید قاسم محمود "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" ص ۳۹۷ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی

۹..... ایضاً ص۔۔۳۹۷

۱۰..... احمد بدر اقبال "مزارات اولیاء بہاولپور" ص۔۹ مطبوعہ

۱۱..... ایضاً ص۔۲۰

۱۲..... مسعود حسن شہاب دہلوی "مشاہیر بہاولپور ص۔۴۱۔۴۳

۱۳..... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب' جلد اول ص ۲۰۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۸۰ء

۱۴..... مولانا عبد الحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص۔۱۴۸ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء

۱۵..... ایضاً ص۔۔۱۴۷

۱۶..... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "سراج الفقہاء" ص۔۱۹

۱۷..... مفتی وقار الدین "اعلیٰ حضرت کے علمی کارنامے' مقالہ معارف رضا شمارہ دوم ص ۹۹ ادارہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۲ء

۱۸..... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب حصہ دوم ۷۸۳

۱۹..... ایضاً ص ۷۲۶

۲۰..... مولانا الحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت' ص ۵۱۲' مکتبہ قادریہ

۲۱..... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" مکتبہ رحمانیہ' ص ۵۱۲

۲۲..... ڈاکٹر ناصر وحید "شہریار تصوف" مضمون بحوالہ حضرت خواجہ محمد یار فریدی ص۔ ۶۔۷ مطبوعہ ۱۹۹۲

۲۳..... سید محمد فاروق القادری "حضرت خواجہ محمد یار اور عشق رسول" ایضاً ص۔۱۱

۲۴..... بشیر حسین ناظم "کچھ یادیں کچھ باتیں" ایضاً ص ۲۹

۲۵..... مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" مکتبہ قادریہ' ص ۵۱۳

۲۶..... امام احمد رضا خاں قادری "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۷ ص۵۲۹) مکتبہ رضویہ کراچی

۲۷..... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" مکتبہ رحمانیہ' ص ۵۳۳

۲۸..... قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علمائے دیوبند" جلد اول ص ۳۵۸ مکتبہ عزیزیہ لاہور ۱۹۷۶ء

۲۹..... ایضاً ص ۳۵۹

۳۰..... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" مکتبہ رحمانیہ' ص۔۷۴۸

۳۱..... مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" مکتبہ قادریہ' ص ۱۵۸

۳۲..... سید مغفور القادری "عباد الرحمٰن" (تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف) ص۔۲۱۹ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱

۳۳..... جہان رضا ایڈیٹر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی شمارہ ۴۰

۳۴..... ایضاً

سرزمین سندھ میں امام احمد رضا کی مقبولیت

صاحبزادہ السید زین العابدین راشدی (لاڑکانہ)

محدث یگانہ الشیخ محمد عابد محدث مدنی سندھی قدس سرہ' (م۱۲۵۷ھ) (مصنف طوالع الانوار وغیرہا کتب) کے تلمیذ رشید امام کعبہ الشیخ حسین بن صالح جمیل اللیل مکی رحمتہ اللہ علیہ سے اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اجازت حدیث حاصل کی اور محدث سندھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضور غوث عالم خواجہ محمد زمان ثانی نقشبندی (م ۱۲۴۷ھ) قدس سرہ آستانہ عالیہ لواری شریف (ضلع بدین' سندھ) کے تیسرے سجادہ نشین سے بیعت تھے (کتاب صفات الضمائر ص ۔۳۰۳)

الشیخ ہدایت اللہ بن محمد بن سعید سندھی مہاجر مدنی قدس سرہ نے ۱۴ ربیع الاول شریف (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) کو امام احمد رضا بریلوی کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ سندھ کے مشہور شاعر و ادیب جناب سرشار عقیلی ٹھٹھوی مرحوم نے امام احمد رضا کے وصال پر اپنے ایک مقالے میں خراج عقیدت پیش کیا یہ مقالہ ستمبر ۱۹۲۲ء کو شائع ہوا۔ سندھ کے مشہور "درس خاندان" کے ممتاز عالم دین مولانا عبد الکریم درس (مدرسہ درسیہ' کراچی) سے امام احمد رضا کے خصوصی تعلقات تھے اسی تعلق خاطر کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی کراچی سندھ تشریف لائے۔ سندھ کے درج ذیل ممتاز علماء اہلسنّت نے اعلیٰ حضرت سے بالواسطہ فیض حاصل کیا اور آج کے نوجوان علمائے اہلسنّت انہیں حضرات سے شرف تلمذ رکھتے ہیں جو کہ آج مدارس و مساجد کی زینت ہیں۔ استاذ العلماء مولانا الحاج مفتی محمد صالح نعیمی مرحوم (بانی و مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاڑکانہ' سندھ) استاذ العلماء مفتی عبد الرحمٰن ٹھٹھوی (بانی و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ مجددیہ' ٹھٹہ)

استاذ العلماء مفتی محمد عبد اللہ نعیمی مرحوم (مہتمم اول دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر' کراچی) استاذ العلماء مفتی محمد رحیم سکندری (مہتمم دارالعلوم راشدیہ پیر جو گوٹھ) استاذ العلماء مناظر اسلام مفتی عبد الرحیم

سکندری (بانی و مہتمم دارالعلوم صبغتہ الھدیٰ' شاہ پور چا کر ضلع سانگھڑ) استاذ العلماء مولانا مفتی عبد الکریم سکندری (صوبائی خطیب اوقاف' میر پور خاص سندھ) استاذ العلماء مولانا مفتی محمد حسین قادری (بانی و مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر) خطیب اعظم سندھ سحر بیان مولانا قاضی دوست محمد صدیقی مرحوم المعروف مولانا بلبل سندھ لاڑکانہ استاذ العلماء مولانا مفتی الٰہ ڈنہ جمارانی (مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ) استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ (آریجونی بانی و مہتمم جامعہ حسنیہ رضویہ آریجہ ضلع لاڑکانہ) استاذ العلماء مولانا عزیز اللہ الجبوی مرحوم (بانی جامعہ رضویہ مخزن البرکات لاڑکانہ) استاذ العلماء مولانا قاری مفتی عبدالرحمٰن قاسمی (مدرس مدرسہ چراغ الاسلام گوٹھ بوبک تحصیل سیہون شریف ضلع دادو) استاذ العلماء مفتی خان محمد قادری (مہتمم مدرسہ سردار العلوم اہلسنّت جامع مسجد نوری باندھی ضلع نوابشاہ) استاذ العلماء صوفی رضا محمد قادری' (شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد) استاذالعلماء مولانا نصراللہ قادری (بانی و مہتمم دارالعلوم غوثیہ رضویہ درگاہ شریف حضرت عبداللطیف شکارپور) مولانا صاحبزادہ عبدالوحید جان سرہندی (مدرس مدرسہ دارالارشاد درگاہ مجددیہ سرہندیہ ٹنڈوسائینداد' ضلع حیدر آباد) مولانا پیر محمد طاہر بخشی غفاری (مہتمم دارالعلوم غفاریہ درگاہ اللہ آباد ضلع نوشہروفیروز) مولانا پیر محمد غفاری (بانی درگاہ نورپور شریف ڈاکخانہ کمال ڈیرہ تحصیل گمبٹ ضلع خیرپورمیرس) استاذالعلماء مولانا محمد شریف سرکی (بانی و مہتمم مدرسہ بحرالعلوم حمیدیہ رضویہ ٹھل ضلع جیکب آباد) مولانا نور محمد سکندری مولانا بخش سکندری (ڈہرکی) صوفی غلام حسین سکندری (سکرنڈ) مندرجہ بالا علماء و پیر صاحبان رضوی فیض سے کس طرح مستفیض ہوئے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مفتی محمد صالح نعیمی

مفتی محمد صالح نعیمی نے دورۂ حدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد (انڈیا) میں صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے پڑھا جو کہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ارشد تھے اور اعلیٰ حضرت کی عظیم علمی کاوش کنز الایمان فی ترجمتہ القرآن کے حاشیہ پر مختصر مگر جامع تفسیر خزائن العرفان نہایت عقیدت سے رقم کی تھی جس کا سندھی ترجمہ جامعہ راشدیہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد رحیم سکندری نے کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔

مفتی محمد عبد اللہ نعیمی

مفتی محمد عبداللہ نعیمی تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کراچی کے خاص شاگرد تھے جو کہ صدر الافاضل کے معتقد خاص اور تربیت یافتہ شاگرد تھے۔

مفتی عبد الرحمٰن ٹھٹھوی

مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹھوی شیخ القرآن مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی (بہاولپور) کے شاگرد ہیں جب کہ اویسی صاحب محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد رضوی رحمتہ اللہ علیہ (بانی جامعہ رضویہ منظر الاسلام گلستان محدث اعظم فیصل آباد) کے خاص شاگرد ہیں اور محدث اعظم اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حجتہ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی اور اعلیٰ حضرت کے شاگرد و خلیفہ صدر

الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) کے شاگرد رشید تھے اور حجتہ الاسلام نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا تھا۔

علماء سکندریہ

جامعہ راشدیہ کے فاضل تقریباً تین سو علماء سکندریہ' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے نواسہ و تلمیذ اور اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حجتہ الاسلام کے داماد و شاگرد و خلیفہ' یادگار سلف' افتخار خلف' شیخ الحدیث علامہ تقدس علی خان رضوی رحمتہ اللہ علیہ (سابق شیخ الجامعہ' جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس سندھ) کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں۔ ان میں چند معروف علماء کے نام درج ذیل ہیں :

مفتی در محمد سکندری (سانگھڑ) مفتی احمد صدیق سکندری (عمر کوٹ) مفتی غلام قادر سکندری (کراچی) مولانا کریم ڈنو سکندری (گمبٹ) مولانا قربان علی سکندری (پنوعاقل) مولانا عبدالجلیل سکندری (کاچھو) مولانا مولا بخش سکندری (کراچی) مولانا غلام عباس قادری (کراچی) مولانا محمد قاسم مصطفائی (میرپور ماتھیلو) مولانا علی شیر سکندری' مولانا عبداللطیف سکندری 'مولانا ارباب علی سکندری مفتی نذیر احمد سکندری (رحیم یار خان) مولانا عبدالرزاق سکندری (شہداد پور) وغیرہ

مفتی محمد حسین قادری :

مفتی محمد حسین قادری' محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب فیصل آبادی کے شاگرد ہیں۔

مولانا بلبل سندھ :

مولانا بلبل سندھ نے دارالعلوم رضویہ منظرالاسلام رضا نگر بریلی شریف (انڈیا) میں داخلہ لیا اور یادگار سلف علامہ تقدس علی رضوی کی شفقتوں میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔

مفتی الہ ڈنہ جمارانی :

مولانا مفتی اعظم سندھ مولانا مفتی محمد صالح کے شاگرد اکمل ہیں۔ مولانا ہدایت اللہ آریجوی مفتی اعظم سندھ اور محدث اعظم پاکستان فیصل آبادی کے ادیب شاگرد ہیں۔

مولانا عزیز اللہ الجبوی :

آپ محدث اعظم کے تلمیذ رشید' عاشق اعلیٰ حضرت رئیس التحریر مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور) اور مفتی اعظم سندھ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔

مفتی عبدالرحمٰن قاسمی :

آپ نے شیخ القرآن علامہ فیض احمد اویسی سے دورۂ تفسیرالقرآن اور خلیل العلماء مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی (بانی و مہتمم اول دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد) کے ہاں دورۂ حدیث پڑھا جو کہ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔

مفتی خان محمد رحمانی و دیگر اساتذہ کے علاوہ محدث اعظم پاکستان فیصل آبادی سے بھی شرف تلمذ رکھتے ہیں۔

صوفی رضا محمد عباسی قادری :

آپ مفتی اعظم سندھ مولانا محمد صالح نعیمی کے شاگرد ہیں

مولانا نصراللہ قادری :

آپ مفتی اعظم سکھر مولانا محمد حسین قادری کے شاگرد ہیں۔

صاحبزادہ عبدالوحید جان سرہندی :

آپ درگاہ مجددیہ سرہندیہ ٹنڈو سائینداد ضلع حیدر آباد سندھ کے سجادہ نشین پیر عبدالحمید جان فاروقی کے صاحبزادے ہیں۔ آج کل بیان الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن لکھنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت پانچ پارے کا ترجمہ منظر عام پر آچکا ہے۔ بیان الرحمٰن کی ابتداء میں درج ہے کہ مولانا عبدالوحید فاروقی نے دورۂ تفسیرالقرآن، شیخ القرآن علامہ فیض احمد اویسی سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی (بیان الرحمٰن ص ۱۴ مطبوعہ حیدر آباد)۔

پیر محمد طاہر بخشی عباسی :

تحفتہ الطاہرین (مطبوعہ اللہ آباد کنڈیارو) میں رقم ہے کہ طاہر صاحب نے دارالعلوم غفاریہ اللہ آباد میں مولانا رضا محمد اور جامعہ مجددیہ رکن الاسلام حیدر آباد میں استاذ القراء قاری محمد طفیل جماعتی اور المرکز القادری کراچی میں پروفیسر مولانا منتخب الحق قادری بہاری کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی ہے اور کتاب مذکور کے ص ۳۲ پر رقم ہے کہ مولانا عطا محمد بندیالوی کے شاگرد ہیں (تحفتہ الطاہرین ص ۲۲ ص ۳۶ ص ۲۷ ص ۴۰) استاذ الاساتذہ قدس سرہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "حضرت بریلوی قدس سرہ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں۔ جس مسئلے پر قلم اٹھایا الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تصانیف کا سرتاج، اردو ترجمہ قرآن پاک کنزالایمان ہے جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمہ مبارکہ میں مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسرین نے کئی صفحات میں جاکر بمشکل تحریر فرمائے اس محسن اہلسنّت نے ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا (مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۱ء ص ۴۶ مطبوعہ کراچی) اور علامہ کے استاد کا اسم گرامی فقیر عصر علامہ یار محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ (بانی جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع خوشاب) ہے جن کا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے عشاق میں شمار ہوتا ہے۔ اندرون سندھ علامہ عطا محمد بندیالوی کے دو اور بھی نامور شاگرد مصروف درس و تدریس ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم قادری شیخ الحدیث جامعہ انوار المصطفٰے سکھر دوسرے مولانا غلام مصطفٰے قادری گجل شیخ الحدیث جامعہ قادریہ نقشبندیہ درگاہ ہمایوں شریف ضلع شکارپور سندھ۔

مولوی پیر نور محمد غفاری :

آپ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد صالح نعیمی سابق نائب صدر جماعت اہلسنّت پاکستان کے اکمل شاگرد ہیں۔

مولانا محمد شریف سرکی :

علامہ مفتی عبدالرحمٰن قاسمی اور دارالعلوم امجدیہ (کراچی) کے علماء سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔

نوادرات

محسن ملت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے علمی خزانے سے مولانا محمد ریاض ہمایوں سعیدی زید مجدہ نے ہفت روزہ "الفقیہ" (امرتسر) کے دو صفحات ارسال فرمائے تھے جو تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم یہاں اس اخبار کی تین خبریں نقل کر رہے ہیں—— ایک خبر مولانا محمد عبد الباری فرنگی محلی کے وصال کی ہے، دوسری خبر دار العلوم (منظر اسلام) بریلی میں مولانائے مرحوم کی فاتحہ سوم کی ہے اور تیسری خبر کنز الایمان سے متعلق ہے۔ ادارہ مولانا محمد ریاض ہمایوں سعیدی کا تہہ دل سے ممنون ہے کہ انھوں نے یہ نادر اخبار عنایت فرمایا۔

ادارہ

آہ صد آہ! آکہ برجِ علم کا نیرِ اعظم غرق بحرِ فنا ہو گیا

خبر وفات حسرت آیات حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہلچل مچ رہی ہے آج دار العلوم منظر اسلام اہلسنت و جماعت بریلی کے ہر فرد کا قلب مجروح اور ہر قلب مجروح میں ایک ناقابل بیان درد ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسلام کے ایک رکنِ اعظم کا دنیا سے اٹھ جانا حقیقتاً یہ ایک ایسا حادثہ کبریٰ ہے کہ جس سے اہلسنت کے قلوب پر جس قدر بھی غم و الم کی بجلیاں گریں وہ کم ہیں۔ اس حادثہ کے اظہار تاسف میں ہماری زبان و قلم قاصر ہے۔ آج بتاریخ ۸ رجب حضرت مولانا مرحوم کا عرس سوم کیا گیا۔ تمام دار العلوم میں تعطیل کر دی گئی۔ نماز فجر کے بعد دس بجے تک قرآن خوانی ہوئی جس میں دار العلوم کے علماء کرام و جملہ طلبا شریک تھے۔ دس بجے حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہدایا نے ثواب کا ایصال کیا گیا اور شیرینی تقسیم ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ رب عزوجل حضرت مولانا کو مدارج عالیہ پر فائض فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور رحمائے اہلسنت اور آپ کے متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ از: مقدس علی خاں رضوی

(نائب مہتمم مدرسہ منظر اسلام اہلسنت و جماعت بریلی)

۱۱

[illegible] کا سب سے نفیس ترجمہ

رعایت کی مدت تھوڑی رہ گئی ہے!

ترجمہ کی خوبی حضرت مترجم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا قادری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رحمہ اللہ کی علمی جلالت سے ظاہر ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پاک کے بین السطور [illegible] ۲۶×۲۲ [illegible] ۱۲ پونڈ [illegible] کاغذ پر ۸۰۰ صفحات میں طبع ہوا ہے جو [illegible] تین روپیہ فی جلد کے حساب سے ہدیہ مقرر ہے بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں ۱۴ فروری ۱۹۲۶ء تک [illegible] اس کا ہدیہ بجائے تین روپیہ کے دو روپیہ کر دیا گیا ہے۔ رعایت کے دن اور قرآن پاک کی جلدیں دونوں کم رہ گئی ہیں۔ شائقین جلد طلب فرماویں ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار ہے۔ [illegible] زیادہ جلدیں منگانے میں محصول ڈاک کم پڑے گا۔ پتہ:

مینیجر نعیمی پریس مراد آباد یوپی [illegible]

ہندوستان کے تمام اہل سنت وجماعت کا واحد ہفتہ وار اخبار ہر ماہ کی ۷/۱۴/۲۱/۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

اخبار ہفتہ وار الفقیہ

امرتسر — تار کا پتہ الفقیہ امرتسر — پنجاب

قواعد وضوابط

(۱) چندہ بہرحال پیشگی آنا چاہئے یا د...
(۲) بیرنگ ڈاک واپس کیجائیگی۔
(۳) نمونہ کا پرچہ ۳/ کے ٹکٹ آنے پر ...
(۴) کوئی مضمون جسمیں تہذیب کے خلاف ... درج نہ ہوگا۔
(۵) جن مراسلات پر فرستادہ کا نام ... درج نہ ہوگا۔ وہ درج اخبار نہ ہونگے۔
(۶) بوقت خط وکتابت چٹ نمبر کا حوالہ ...
(۷) مضامین مرسلہ صاف اور خوشخط ... چاہئیں۔

(ایڈیٹر)

اغراض ومقاصد

(۱) اہل اسلام کی عموماً اور احناف کی خصوصاً ...
(۲) گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کی ...
(۳) اصلاح رسوم ...

شرح چندہ

(۱) ... سالانہ چندہ ...
(۲) عام خریداران ... للعہ/
(۳) ... ششماہی ... ۱/۸
(۴) ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ

(ایڈیٹر)

جملہ خط وکتابت بنام حکیم ابو الریاض معراج الدین احمد نقشبندی ایڈیٹر الفقیہ دراعین میگزین امرتسر ہونی چاہئے

مطلوبہ نمبر ۱۳ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۲۵ء یوم دوشنبہ — نمبر ...

آہ! مولٰنا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ

نہایت رنج اور قلق سے یہ خبر حوالہ قلم کی جاتی ہے کہ آفتاب علم غروب ہوگیا۔ یعنے حضرت مولٰنا مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی ۱۹-۲۰ جنوری کی درمیانی رات کو بوقت ۱۱ بجے اس دنیا پائدار سے ملک جاودانی کو رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا مرحوم کی مقدس شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ لکھنو کے اس علمی خاندان کے ایک روشن چراغ تھے۔ جو فرنگی محلی کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو اپنی خداداد علمی قابلیت کے سبب سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام اسلامی دنیا میں شہرہ آفاق ہے۔

آپ بڑے جید عالم تھے۔ اسلام کے سچے شیدائی ... ہمدرد ... تھے۔ آپکے کام اور اعمال میں خلوص نیت اور ہمدردی اسلام علل غائیہ ہوئی تھیں۔ خلافت کمیٹی کے قیام سے کچھ عرصہ تک ان کے طرز عمل سے مسلمانوں کو کسی قدر نقصان پہنچا خصوصاً تحریک ہجرت سے مسلمان برباد ہوئے۔ مگر مولانا مرحوم کی نیت نیک تھی۔ اگرچہ عمل میں غلطی ہی لیکن موجودہ حالات حجاز کے پیدا ہوتے ہی ان کو خدائے عز وجل نے حمایت حق کی جو توفیق عطا فرمائی۔ وہ تلافی مافات سے صدہا درجہ بڑھکر ثابت ہوئی۔ مرحوم نے نجدی غدار اسلام کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا۔ اور اس کی تکمیل کے لئے انجمن خدام الحرمین کی بنیاد رکھکر وہ اسلامی کام کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی کام نہیں ہوسکتا مسلمانوں کو ایک صحیح رستہ پر چلایا جس کے لئے نہ صرف مسلمانان ہندوستان بلکہ دنیا کے کل مسلمان ان کے ممنون احسان ہیں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ مرحوم نے اس کار ثواب سے عوض میں بارگاہ ایزدی سے اعلیٰ انعامات حاصل کئے ہوں گے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

مرحوم کی نماز جنازہ کی دو جماعتیں ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلی جماعت میں تقریباً بیس ہزار دوسری میں تخمیناً دس ہزار نمازی تھے۔ ہر فرقہ اور ہر ... کے لوگ آپکے ماتم میں شریک تھے۔ جو آپکی ہردلعزیزی کا ثبوت ہے۔ آپکی وفات سے مسلمانوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

مرحوم کی کرامت ہے کہ اخبار زمیندار جوان کو گالی دینا اپنے لئے باعث فخر وناز خیال کرتا تھا وہ بھی آپکی وفات سے متاثر ہوا۔ اور یہ مصرعہ صادق آیا ہے

یاد آئیگی انہیں میری وفا میرے بعد

امرتسر میں انجمن خدام الحرمین، انجمن نصرۃ الحق حنفیہ کی ... اظہار افسوس اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی میں جلسے کئے۔ پیر کے دن مدرسہ انجمن حنفیہ میں تعطیل رہی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو جوار رحمت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور تمام پسماندگان ... ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے ہفت روزہ "الفقیہ" کی اشاعت کی پذیرائی اپنے ایک خط مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ میں فرمائی جو الفقیہ کے شمارہ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں شائع بھی ہوا۔ ادارہ اس سلسلے میں خواجہ رضی حیدر کا ممنون ہے جنھوں نے یہ عکس ادارہ کو فراہم کیا۔

الفقیہ منسوبنا نمبر   رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۱۱۹ء

"الفقیہ" کی قدر دانی

الفقیہ کیلئے بڑے فخر کی بات ہے کہ عالیجناب معلی القاب حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا الحاج محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی ظلہ العالی کی نظر شفقت اثر الفقیہ پر پہنچی۔ آپنے مبلغ چھتیس روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائے اور ایک عنایت نامہ ارسال کیا جسکو بجنسہ درج ذیل کرتا ہوں۔ مولانا ممدوح کا اخبار الفقیہ کو اپنے خاندان کے ارکین تام جاری کرانا الفقیہ کیلئے ایک زبردست سند (سارٹیفکیٹ) ہے کہ الفقیہ خالص سُنی حنفی پرچہ ہے ہم مولانا ممدوح کی اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ مولانا ممدوح اس پرچہ پر خاص طور نظر عنایت رکھیں گے جو اسکے دائمی بقا کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔ مولانا ممدوح نے جو قواعد و ضوابط اخبار کی دفعہ ہشتم غیر معقولیت کا اشارہ فرمایا ہے اسکے متعلق گذارش ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مضمون دفتر الفقیہ میں آجاوے جسکا کچھ حصہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہو تو ایسے مضامین پر دفعہ ہشتم حاوی ہوگی لیکن بریلی سے جو مضمون آئیگا۔ اسکی نسبت ایسا گمان نہیں ہو سکتا اسلئے بہرحال دفعہ ہشتم کی قید سے مضامین بریلی آزاد ہیں۔ مولانا ممدوح کا عنایت نامہ یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مولانا المکرم اکرکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار روز شنبہ دوپہر کو آیا۔ کل یکشنبہ کو جواب لکھا۔ اتوار کو ڈاک صبح ایک ہی وقت جاتی ہے۔ لہٰذا آج مرسل ہے آپکے عنایت نامہ دربارہ امداد الفقیہ تشریف لائے ہیچ مرز ارش کروں اوّل تو یہ خیال رہا کہ آجکل بہت لوگ صرف غیر مقلدوں کو وہابی اور مقلد کو سُنی جانتے ہیں۔ حالانکہ دیو بندی درمیان تقلید اون سے اضل سبیل ہیں۔ اب بعض وجوہ نے بحمدہ تعالیٰ اطمینان دلایا ہے کہ الفقیہ پورا سُنی ہے لہٰذا کل اپنے گھر ہی سے میں نے ابتدا کی۔ بفضلہ تعالیٰ قادری گھر سے بارہ امدادوں کے چھتیس روپے حاضر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اخبار ہمیشہ حسام الحرمین و فتاوی الحرمین کے مطابق سنی رہے۔ مولانا! فقیر انتہا درجہ کا عدیم الفرصۃ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعض احباب امداد مضامین بھی کرتے رہینگے۔ اگر یہ قبول فرمایا جائے کہ یہاں کے مضامین قواعد و ضوابط کی دفعہ ہشتم سے آزاد رہیں گے جن صاحبوں کے یہ روپیہ ہیں ان کے نام درج کرتا ہوں۔ اس تقاضا سے اخبار اونھیں روانہ فرماویں۔ والسلام فقیر محمد احمد رضا خاں۔
یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

"فقیہ" امرتسر بابت ۱۴ جنوری ۱۹۴۴ء

||

ح	عربی تلفظ	
ح	حا	۹
ا	ا-ل-ف	۱۱۱
م	م-ی-م	۹۰
د	د-ا-ل	۳۵
ر	را	۲۰۱
ض	ض-ا-د	۸۰۵
ا	ا-ل-ف	۱۱۱
		۱۳۶۲

مستخرجہ عنایت محمد خاں غوری غفرلہ

۱۳۶۲ھ تاریخ وصال حضرت اقدس حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے نام نامی ہی میں مضمر اور یہ کرامت ظاہرہ ہے
زبیر بینات کے حساب سے
حامد رضا
۱۳۶۲ھ

عنایت اللہ خاں مشرقی
اور
سمت قبلہ

از۔۔ مولانا محمد ظفرالدین صاحب قادری، رضوی
استاد مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

علمی حلقہ میں جناب عنایت اللہ صاحب مشرقی کا تعارف سب سے پہلے ان کی تصنیف "تذکرہ" کے ذریعہ سے ہوا تھا، اب ان کی تحریک خاکساریت نے ان کی شہرت عام کر دی ہے، وہ یورپ کی درجنوں ڈگریوں کے مالک اور مختلف فنون میں علم و کمال کے مدعی ہیں اسے دیکھ کر یہ خیال تھا کہ مذہب کے متعلق ان کے معلومات و خیالات کیسے ہی ناقص و غلط ہوں لیکن جدید علوم سے ضرور ان کو واقفیت ہوگی، لیکن ان کے بعض علمی مضامین کو دیکھ کر یہ حسن ظن بھی غلط ثابت ہوا۔ عرصہ ہوا انہوں نے علم ہیئت کی رو سے ہندوستان کی مسجدوں کی سمت قبلہ کے غلط ہونے پر ایک مضمون لکھا تھا، اس کے علاوہ وہ مولویوں کی جہالت، کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً جن عالمانہ خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید علوم میں بھی ان کا پایہ مذہبی علوم سے کم نہیں ہے، اس مضمون میں ریاضی وہیئت اور تاریخی علوم میں ان کے علمی کمالات پر تبصرہ مقصود ہے، مولویوں کی جہالت کے سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں :

"آپ کی بلا جانتی ہے کہ مکہ کا رخ دریافت کرنا کسے کہتے ہیں ! آپ کو معلوم ہے کہ جغرافیہ کس بیل کا نام ہے، علم نجوم کسے کہتے ہیں، دوربین کیا ہوتی ہے، خط سرطان کس مرض کو کہتے ہیں اور آپ کو اس کا پتہ ہے کہ مغرب اور شمال کے دو طرفوں کے درمیان خود مسلمانوں ہی نے ۹۰ درجے قائم کئے تھے، ہر درجے کو ساٹھ دقیقہ (منٹ) اور دقیقہ کو ساٹھ ثانیوں (سیکنڈ) میں تقسیم کیا تھا۔"

مشرقی صاحب کی ریاضی کی واقفیت کا نمونہ

مشرقی صاحب کو اس دعوائے ہمہ دانی کے باوجود یہ بھی نہیں معلوم کہ مسلمانوں سے بہت پہلے یونانیوں نے اس فن کو مرتب کیا تھا، بطلیموس کی کتاب مجسطی اس فن میں معروف و مشہور ہے اس بارے میں آپ بھی

اور ملاؤں کے نقش قدم پر نکلے مغرب اور شمال کے دو طرفوں کے درمیان تخصیص بھی عجیب ہے' کیا مغرب اور جنوب کے دو طرفوں کے درمیان ۹۰ سے کم یا زیادہ درجے قائم کئے تھے یا اس کے درجوں کو ساٹھ دقیقوں سے کم و بیش پر تقسیم کیا تھا اور پھر ان دقیقوں کی ساٹھ ثانیہ (سیکنڈوں) سے کم و بیش پر قسمت کی تھی۔ علی ہذا القیاس نقطہ' شمال و مشرق کے دو طرفوں اور نقطہ مشرق و جنوب کے دو طرفوں کو کتنے درجوں اور ان درجوں کو کتنے دقیقوں اور ثانیوں پر تقسیم کیا' جب اس فن میں ہر دائرہ ۳۶۰ درجہ پر منقسم ہے' تو ہر ربع ۹۰ درجہ ہوا' خواہ وہ نقطہ مغرب و شمال کے درمیان ہو یا نقطہ شمال و مشرق کے درمیان' نقطہ مشرق و جنوب کے درمیان ہونا نقطہ جنوب و مغرب کے درمیان' کسی دو نقطوں کے درمیان جس کا فصل ربع دور ہو لامحالہ ۹۰ درجہ ہوگا' اور ہر درجہ ۶۰ دقیقہ اور ہر دقیقہ ۶۰ ثانیہ اور ہر ثانیہ ۶۰ ثالثہ اور ہر ثالثہ ۶۰ رابعہ اور ہر رابعہ ۶۰ خامسہ اور ہر خامسہ ۶۰ سادسہ اور ہر سادسہ ۶۰ سابعہ اور ہر سابعہ ۶۰ ثامنہ اور ہر ثامنہ ۶۰ تاسعہ اور ہر تاسعہ ۶۰ عاشرہ پر منقسم ہوتا ہے' اس لئے یہ تخصیص بالکل غلط اور بے معنی ہے۔

ایک اور نادر تحقیق

مشرقی صاحب فرماتے ہیں :

"مغرب اور شمال کی دو سمتوں میں تین لاکھ چوبیس ہزار مختلف طرفین مسلمانوں نے خود اسی قرآن کی تعلیم کو صحیح سمجھ کر قائم کی تھیں۔"

کیا فن کا حساب ثانیہ ہی تک محدود ہے' جو تین لاکھ چوبیس ہزار سمتیں ہوں گی۔ اس کا حساب تو در حقیقت عاشرہ سے بھی متجاوز ہے' اگر عاشرہ ہی تک مانا جائے جب بھی ہر ربع کی دو سمتوں میں پندرہ سنکھ ستائیس پدم چھبیس نیل چونسٹھ کھرب مختلف سمتیں متعین ہوتی ہیں' ایسی حالت میں ان کو صرف تین لاکھ چوبیس ہزار سمتیں بتانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ میں مشرقی صاحب کی اس خوش اعتقادی کی ضرور تعریف کروں گا' کہ قرآن شریف خواہ پڑھتے ہوں یا نہ پڑھتے ہوں اور سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں' مگر زبان پر دعویٰ قرآن شریف ہی کا ہے' ربع دائرہ کو ۹۰ حصہ اور ہر حصہ کو ۶۰ دقیقہ اور ۶۰ ثانیہ پر تقسیم کو قرآن شریف کی صحیح تعلیم کا نتیجہ بتانا بھی عجیب دعویٰ ہے' کاش مشرقی صاحب نے ان آیتوں کو بھی تحریر فرما دیا ہوتا' جن سے مسلمانوں نے یہ حساب قائم کئے کہ اس سے اوروں کو بھی فائدہ پہنچتا۔ آپ کے نزدیک گویا قرآن شریف فقہ و مسائل دینی کے بجائے ہندسہ و ہیئت کی تعلیم کی کتاب ہے اسی لئے فقہی مسائل م ف ت ی ب ط جو قرآن شریف سے مستنبط ہوئے ہیں وہ ان کے نزدیک مولوی اور ملا کا بتایا ہوا دین ہے اور ہیئت و ہندسہ کے مسائل قرآن کی تعلیم ہیں ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی است

ایک دعویٰ میں چار غلطیاں

آپ نے اپنے ایک دعویٰ میں چار غلطیاں کیں۔
(۱) مغرب شمال کے دو طرفوں میں ۹۰ درجہ مسلمانوں کا قائم کرنا (۲) مغرب و شمال دو سمتوں کی تخصیص (۳) ان دو سمتوں کے درمیان تین لاکھ چوبیس ہزار سمت بتانا

(۴) اس تقسیم کو قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ظاہر کرنا۔

ایک اور غلطی

پھر کہتے ہیں :

"اسی مغرب اور شمال کی سمتوں کے درمیان صرف ایک درجہ ۹۰/۱ حصہ پھر جانے سے دو ہزار تین سو میل کی دوری پر پورے چالیس میل کا فرق پڑ جاتا ہے۔"

یہاں بھی مغرب و شمال کی تخصیص بے معنی ہے، جن لوگوں کا سمت قبلہ منحرف بہ جنوب ہے، ان میں جو لوگ مکہ معظمہ سے دو ہزار تین سو میل کی دوری پر ہیں وہ اگر ایک درجہ صحیح سمت سے پھر جائیں تو کیا ان لوگوں کو چالیس میل کا فرق نہ پڑے گا؟ اسی طرح جو لوگ مکہ معظمہ سے پچھم ہیں اور ان کا سمت قبلہ نقطہ مشرق سے منحرف بہ شمال یا جنوب ہے وہ اگر دو ہزار تین سو میل کی دوری پر ہوں اور سمت قبلہ سے ایک درجہ پھر جائیں تو ان لوگوں کو بھی صحیح سمت سے چالیس میل کا فرق ہو گا یا نہیں، اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے اور اگر ہوگا تو یہ تخصیص غلط اور بے معنی ہوئی، پھر مکہ معظمہ سے لاہور کا فصل دو ہزار تین سو میل بتانا بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ فصل طول بہ لوفہ ہے، اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے جب بھی ایک درجہ پر چالیس میل کا فرق بتانا غلط ہے ورنہ ۶۰ درجہ کے زاویے پر جہاں مثلث متساوی الاضلاع ہوتا ہے اور شکل ترشی نمودار ہوتی ہے (جس جگہ کرہ عالم پر کھڑے ہونے والے دو متساوی القد انسانوں کے سروں کا فاصلہ قدموں کے فاصلہ سے بقدر ایک قامت زائد ہوتا ہے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے) وتر اسی قدر ہونا چاہئے، حالانکہ اس حساب سے وتر دو ہزار چار سو میل ہوتا ہے۔

مکہ سے سورت کی سمت کی تعین میں غلطی

مشرقی صاحب مزید فرماتے ہیں :

مکہ معظمہ سے سورت جہاں عرب پہلی صدی میں سب سے پہلے اترے تھے ٹھیک مشرق کی طرف تھا۔"

یہ بھی محض رجماً" بالغیب اور بالکل غلط ہے مکہ معظمہ کا عرض کقہ م ۲۱ درجہ ۴۰ دقیقہ ہے اور سورت کا عرض کقہ ۲۱ دقیقہ ہے الخ ۲۸ دقیقہ کا فرق ہے اور مکہ معظمہ کا طول م مہ یعنی ۴۰ درجہ ۱۳ دقیقہ اور سورت کا ع ۵ صہ یعنی ۳۷ دقیقہ ہے مابین الطولین قہ اس حساب سے دونوں شہروں میں شرقی غربی فرق دو ہزار ایک سو ستاسی میل ہوا، اتنی دوری پر ۲۸ دقیقہ یعنی تقریباً نصف درجہ فرق ہونے سے مشرقی صاحب ہی کے حساب سے سمت قبلہ میں ۱۹ میل کا فرق ہو جائے گا، پھر ٹھیک مشرق کہاں ہوا کہ سمت قبلہ ان کے خیال کے مطابق ٹھیک نقطہ مغرب ہو۔

تاریخی غلطی

مشرقی صاحب فرماتے ہیں کہ :

"عرب جیسی جاہل اور اجڈ قوم چند برسوں کے اندر اندر دو ہزار میل دور مقام کی صحیح سمت دریافت کر سکی، حالانکہ اس وقت جغرافیہ کا نام و نشان موجود نہ تھا اور نہ سطح زمین پر طول بلد و عرض بلد کے خطوط کوئی متنفس جانتا تھا۔"

بے خبری بھی کیا چیز ہے۔ اس کے طفیل میں انسان

جو جی میں آئے کہہ دے کوئی ذمہ داری نہیں' پڑھا لکھا آدمی ایسی بات لکھنی تو درکنار اسے بولتے بلکہ تصور کرتے شرمائے گا۔

علم جغرافیہ کب وجود میں آیا' موجد کون ہے؟ طول بلد عرض بلد کے خطوط اسلام سے کتنے سال پہلے کھنچے گئے' ان کے لئے کشف الظنون اور دائرہ المعارف دیکھئے' صاحب کشف الظنون علم جغرافیہ کی تعریف میں لکھتے ہیں :

ھو علم یعرف منہ احوال الا قالیم السبعت الواقعت فی الربع المسکون من کرۃ الارض و عروض البلد ان الواقعت فیھا و اطوالھا و عدد مد نھا و جبالھا و براریھا وبحورھا وانھارھا الی ذ لک من احوال الربع واول من صنف فیہ بطلیموس الفلوزی فانہ صنف کتابہ المعروف بجغرافیا ایضا بعد ما صنف المجسطی

"علم جغرافیہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ کرۂ ارض کے ربع مسکوں کی ساتوں' اقلیموں کے حالات اور ان کی آبادی کے عرض البلد اور طول البلد ان کے شہروں ان کے پہاڑوں' ان کی خشکی' ان کے دریاؤں' ان کی نہروں وغیرہ ربع مسکون کے حالات معلوم ہوتے ہیں' اس فن میں سب سے پہلے بطلیموس فلوزی نے کتاب تصنیف کی مجسطی کے بعد اس نے اس فن پر ایک کتاب لکھی ہے جو "جغرافیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فن جغرافیہ پر جس میں طول و عرض بلد وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے' سب سے پہلے بطلیموس نے کتاب لکھی جس کا زمانہ دوسری صدی عیسوی ہے' دائرۃ المعارف میں ہے۔

بطلیموس کلودیوس ریاضی فلکی جغرافی یونانی مصری یقال انہ ولد فی بیلو سوم و نشاء فی الاسکندریتہ فی القرن الثانی للمیلاد

بطلیموس کلو دیوس عالم ریاضی فلکی جغرافی یونانی مصری دوسری صدی عیسوی میں بیلو سوم میں پیدا ہوا اور اسکندریہ میں نشونما حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بطلیموس دوسری صدی عیسوی میں پیدا ہوا جب کہ مشرقی صاحب کے خیال کے مطابق جغرافیہ کا نام و نشان نہ تھا اور سطح زمین پر طول بلد عرض بلد کا کوئی جاننے والا نہ تھا۔

رہا عربوں کا صحیح سمت دریافت کر لینا' اگر در حقیقت "سورت" کی مسجدیں عربوں کی بنائی ہوئی ہیں یا اسی بنیاد پر ہیں اور بالکل صحیح سمت قبلہ کی طرف ہیں تو محض نور اسلام کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ٹھیک نقطہ مغرب کو ہیں تو ان کے قاعدہ سے ۱۹ میل خانہ کعبہ سے منحرف ہیں۔

سمت قبلہ کی تعین کا مشہور طریقہ

آگے چل کر مشرقی صاحب فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک شخص کو لاہور کے ملاؤں اور معماروں کے پاس بھیجا کہ وہ مسجد بناتے وقت قبلہ کا رخ کیوں کر مقرر کرتے ہیں۔ ایک بڑی عمر کے جاہل نے کہا واہ جی یہ تو بہت آسان ہے' قطب تارے کی طرف ہاتھ پھیلا کر اور کندھے کی طرف دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو ناک کی سیدھ میں قبلہ ہے' خیر میں سمجھ گیا کہ ملا کی نجوم دانی کس قدر بے خطا ہے اور اس کا مطلب

یہی ہے کہ جو آپ کہتے ہیں کہ شمالی ہندوستان کا قبلہ مغرب ہی کی طرف ہے۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ مشرقی صاحب کی ساری پرواز اور ہندوستان کی مسجدوں کے سمت قبلہ سے انحراف کی ساری عمارت انہوں نے کسی ملا کے بیان پر قائم کی ہے اور اسے غایت دیانت سے تمام مولویوں کی جہالت کے سرمنڈھ دیا ہے' لیکن افسوس ہے کہ وہ اسے ملا یا اس جاہل معمار کی موٹی بات کو بھی نہ سمجھ سکے' اگر وہ اس کے الفاظ پر غور فرماتے تو آسانی سے سمجھ میں آ جاتا کہ ہندوستان کے شہروں کی سمت قبلہ تین طرح کی ہے' بعض کا منحرف بہ جنوب اور ان سب کی پہچان "قطب تارہ" ہے جہاں کا قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب ہے وہاں مرکز قطب کو مونڈھے کی ہڈی کے مرکز کے سیدھ میں رکھنا ہوتا ہے اور جس کا قبلہ منحرف بہ شمال ہے وہ قطب تارہ کو مونڈھے کے اگلے حصہ کی طرف کرنا ہوتا ہے' اور جہاں کا قبلہ منحرف بہ جنوب ہو وہاں قطب تارہ کو مونڈھے کی پشت پر رکھنا ہوتا ہے مگر جسے اس کا علم ہی نہ ہو اور اس کی تفصیل سے ناواقف ہو تو وہ لامحالہ اپنی جہالت کا الزام دوسرے کے سرتھوپے گا۔

امام رازی کا طریق تعین سمت قبلہ

امام فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں :

المسئلتہ الرابعتہ فی د لائل القبلتہ ان الد لائل اما ارضیتہ اوھوائیتہ اوسمایتہ اما الارضیتہ والھوائیتہ فھی غیر منضبوطتہ ضبطا کلیتا اما السماویتہ فادلتھا منھا تقریبیتہ و منھا تحقیتہ اما التقریبیتہ فقد قالوا ھذہ الادلہ اما ان تکون نھاریتہ اولیلیتہ اما النھاریتہ فالشمس و اما لیلیتہ فھو ان یستدل علی القبلتہ بالکواکب الذی یقال لہ الجدی الرقہ فانہ کوکب کالثابت لاتظھر حرکتہ من موضعہ و اما الطریقتہ الیقینتہ وھی الوجوہ المذکورۃ فی کتب الھیتہ مختصرا

چوتھائی مسئلہ دلائل قبلہ کے بیان میں ہے دلائل قبلہ تین قسم کے ہیں' ارضی' ہوائی' سماوی' ارضی اور ہوائی کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے' سماوی دلیلیں دو قسم کی ہیں' تقریبی' تحقیقی' تقریبی بھی دو طرح کی ہیں' نہاری اور لیلی نہاری تو آفتاب ہے اور لیلی یہ ہے کہ سمت قبلہ پر اس کوکب سے استدلال کیا جائے جسے جدی الفرقہ کہتے ہیں' اس لئے کہ یہ کوکب اگرچہ حرکت کرتا ہے مگر اتنی کم بمنزلہ ثابت کے ہے' اس کی حرکت ظاہر نہیں ہوتی اور تحقیقی دلائل وہ وجوہ ہیں جو ہیت کی کتابوں میں مذکورہ ہیں۔

نجوم اور ہیت کیا ایک ہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ کوکب یعنی جدی الفرقہ قطب تارہ سے استدلال صرف لاہور کی بڑی عمر کے جاہل کی جدت نہیں بلکہ اکابر علمائے کرام امام فخرالدین رازی جیسے مشہور عالم دینی کی تحقیق ہے' بالفرض اگر جاہل ملا کا یہ جواب غلط بھی مان لیا جائے تو اس سے اس کی نجوم دانی سے ناواقفیت کا حکم کس طرح مشرقی صاح نے لگا دیا' کیا ان کے نزدیک علم ہیت اور علم نجوم دونوں ایک چیزیں ہیں' کہ ایک کی ناواقفیت سے دوسرے کی ناواقفیت لازم ہوتی ہے۔ حالانکہ اتنا تو ہر

پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے علم ہیت افلاک کی حرکات اور کواکب کے اوضاع اطوار سے بحث کرتا ہے اور علم نجوم میں ان اوضاع و حرکات کے آثار سے بحث ہوتی ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی صاحب علم ہیت و نجوم کے فرق سے بھی واقف نہیں' پھر اس غلط جواب سے یہ نتیجہ کہاں سے نکالا کہ "شمالی ہندوستان کا قبلہ مغرب ہی کی طرف ہے۔"

ایک ملا کے نہ جاننے سے تمام شمالی ہندوستان کا قبلہ مغرب کی سمت کس طرح ہو گیا' کیا شمالی ہندوستان کی تمام مسجدیں آپ کی بڑی عمر والے جاہل ہی کی رائے اور نقشہ سے بنی ہیں؟

بے بنیاد دعویٰ

اس کے بعد آپ کے قیمتی افادت یہ ہیں :

"نقشہ کے موٹے خط اب سے معلوم ہو گا کہ لاہور کی مسجدوں کا رخ صحیح رخ سے قریبا ۲۵ درجے جنوب کی طرف ہٹا ہے' ایک درجہ کا فرق دو ہزار تین سو میل پر میں نے ابھی چالیس میل بتایا ہے تو اس حساب سے ۲۵ درجوں کا فرق ۲۵ x ۴۰ یعنی ایک ہزار میل ٹھہرا۔"

یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں' اگر یہ بیان صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو لاہور کی تمام مسجدیں نقطہ' مغرب کو ہیں' حالانکہ نقطہ مغرب سے منحرف بہ جنوب ہونا چاہئے تو لاہور کی مسجدوں کا رخ صحیح رخ سے جتنے درجہ بھی ہو شمال کو ہٹا ہو گا' نہ جنوب کو پھر اسے ۲۵ درجے جنوب کو ہٹا ہوا بتانا بھی غلط ہے' لیکن اگر اسے بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بیت المقدس کی سمت میں نہ ہوں گی بلکہ اس شہر کی سمت میں ہوں گی جو لاہور سے جنوب کی طرف واقع ہو گا۔

ایک ہزار میل کا فرق بتانا بھی غلط اور بنا فاسد علی الفاسد ہے' لاہور کی مسجدوں کا رخ اگر ٹھیک نقطہ مغرب مان لیا جائے تب بھی مشرقی صاحب کے اصول کے مطابق جو صرف عرض البلد مکہ معظمہ کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی بنا پر وہ ہندوستان میں سورت' ناگپور' کٹک وغیرہ کا قبلہ ان کے خیال میں عرض البلد مکہ معظمہ پر واقع ہیں' نقطہ مغرب صحیح خیال کرتے ہیں بالکل غلط ہے سمت قبلہ جاننے کے لئے صرف عرض البلد کافی نہیں۔ اس کے ساتھ طول البلد کا معلوم کرنا بھی ضرور ہے کہ طول البلد ہی سے عرض موقع معلوم ہوتا ہے جس سے سمت انحراف پہچانی جاتی ہے' مشرقی صاحب چونکہ صرف عرض البلد کا لحاظ کرتے ہیں اس لئے گزارش ہے کہ لاہور کا عرض البلد لال قلعہ ہے' یعنی ۳۱ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے اور مکہ معظمہ کا کام قہ یعنی ۲۱ درجہ ۴۰ دقیقہ مابین العرضین ظ ۹ درجہ ۵۰ دقیقہ ہے اس حساب سے پچیس درجہ کا فرق بتانا بالکل بے اصل اور غلط ہے کیا ۳۱ سے ۲۱ کے تفریق کرنے سے ۲۵ بچتے ہیں جب یہ فرق ہی غلط ٹھہرا تو چالیس میں ضرب دے کر ہزار میل کا فرق بتانا بھی غلط ہوا صحیح تین سو ترانوے میل ہے :

سب سے بڑی غلطی مشرقی صاحب کی یہ ہے کہ انہوں نے جواب دینے سے قبل لاہور کی مسجدوں کو خود نہیں جانچا صرف ایک شخص کے کہنے پر ایمان لے آئے کاش اس شخص کو لاہور کے ملاؤں اور معماروں کے پاس بھیجنے بجائے آپ خود اس کی تحقیق کر لیتے تو اتنی

ٹھوکریں نہ کھاتے، یا کسی ایسے شخص کو بھیجتے جو یہ معلوم کر سکتا کہ کون کون سے مسجدیں ٹھیک قبلہ کی سمت ہیں اور کون کون کس قدر اور کس جانب منحرف ہیں تو بھی غلطیوں میں مبتلا نہ ہوتے، لیکن یہ ہوتا کیوں کہ، مشرقی صاحب کو خود ہی نہیں معلوم کہ سمت قبلہ کے معلوم کرنے کا کیا قاعدہ ہے اور مسجدوں کی صحت اور غلطی معلوم کرنے کا کیا اصول ہے۔

غلط سمتیں

وہ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں :

"اس نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ تمام ہندوستان میں ماسوا سورت، ناگپور، کٹک وغیرہ کے جو اسی عرض البلد پر واقع ہیں، جس پر کہ مکہ معظمہ ہے ہندوستان کی تمام نئی مسجدوں کا قبلہ غلط ہے، ایک مسجد ایسی نہیں جس کے نمازیوں نے آج تک ایک نماز قبلہ رو ہو کر پڑھی ہو۔ لاہور اور امرتسر والوں کا قبلہ بیت المقدس ہے، راولپنڈی والوں کا بغداد اور دمشق، پشاور والوں کا بیروت، دہلی والوں کا بو شہر، ملتان کا کوفہ، کراچی والوں کا مدینہ مدراس والوں کا عدن، بمبئی والوں کا بندرگاہ سوا کن وغیرہ وغیرہ۔"

یہ آپ کی معلومات کا نچوڑ ہے، جس کا ایک لفظ بھی صحیح نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سرے سے سمت قبلہ کے معنی ہی سے ناواقف ہیں اور نہ آپ کو اس کے جاننے کا اصول معلوم ہے، آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ نمازی کا منھ نماز میں جس سمت کو ہو جائے وہی سمت قبلہ ہے اسی سے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ لاہور اور امرتسر والوں کا قبلہ، بیت المقدس، راولپنڈی والوں کا بغداد اور دمشق ہے، اور دو شہروں کا جو طول و عرض میں مختلف ہیں ایک کا قبلہ یعنی بیت المقدس بتانا بالکل غلط ہے، جب دو شہر طول و عرض دونوں میں مختلف ہوں گے تو ان کا قبلہ بھی مختلف ہوگا، ایک ہرگز نہیں ہو سکتا، اس سے بھی بڑھ کر پر لطف بات روالپنڈی کا قبلہ، بغداد اور دمشق کا بتایا ہے، جو طول و عرض میں مختلف ہیں، کوئی ایسے دوشہر جو طول و عرض دونوں میں مختلف ہوں ایک شہر قبلہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ روالپنڈی کا قبلہ آپ نے صرف دو ہی شہروں بغداد اور دمشق ہی کو بتایا ورنہ آپ کے عامیانہ اصول پر تو مصلی کے سامنے جتنے شہر، درخت، مکان، پہاڑ، مندر، گرجا وغیرہ واقع ہوں وہ سب اس کے قبلہ ہیں ورنہ تخصیص بلا تخصیص لازم آئے گی۔

سطحی نقشہ سے تعین سمت کی سطحی غلطی

قبلہ میں مشرق صاحب کی غایت معلومات یہ ہیں کہ :

نقشہ اصلاح یا اس سے بہتر نقشہ یعنی اسکولوں کا نکالو اور جس شہر کا سمت قبلہ معلوم کرنا چاہتے ہو اس شہر اور مکہ معظمہ کے درمیان خط کھینچ کر جو سمت معلوم ہو ٹیڑھا یا سیدھا جس طرح کا خط ہو اسی طرح راست یا کج سمت قبلہ ہے۔

مشرقی صاحب نے اسے اپنے رسالہ "مولوی کا غلط مذہب نمبر۹" کے نقشہ میں خط ا ب ج دے کر سمجھایا ہے، شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے رسالہ یا اخبار

اصلاح کا نقشہ تو درکنار بڑے بڑے نقشوں میں سینکڑوں کیا ہزار لاکھوں بلکہ کروڑوں جگہیں دنیا بلکہ ہندوستان کی ایسی ہیں جن کا نام و نشان تک نہیں، اس کے لئے ساری دنیا کا نقشہ نہ سہی ہندوستان کے لئے کم از کم ایشیا کا نقشہ ضرور ہونا چاہئے جس میں ایک طرف تو وہ شہر ہو جس کی سمت مطلوب ہے دوسری طرف مکہ معظمہ اسے تو جغرافیہ کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ایشیا کے نقشہ میں ہندوستان کے سب بڑے بڑے شہر بھی درج نہیں ہوتے۔

سمتوں کے تعین میں سخت غلطیاں

اس کے بعد مشرقی صاحب نے اپنی خیالی بنیاد پر چند شہروں کی سمت قبلہ بتائی ہے، اس کی واقعی صحت تو الگ رہی خود ان کے خود ساختہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے، سورت، ناگپور، اور کٹک کا قبلہ نقطہ مغرب کو صحیح بتانا بھی غلط ہے۔

سورت کے متعلق اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مشرقی صاحب کے قاعدہ سے ۱۹ میل سمت قبلہ سے فرق ہے، ناگپور کا عرض ۹۰ ۵ ق یعنی ۲۱ درجہ ۵ دقیقہ ہے، اور مکہ معظمہ کا عرض ۷۰م یعنی ۲۱ درجہ ۴۰ دقیقہ مابین العرضین عالہ یعنی ۳۵ دقیقہ، طول ناگپور عط ہ یعنی ۷۹ درجہ ۵ دقیقہ مابین الطولین ۳۸ درجہ ۵۲ دقیقہ فصل طول ۲ گھنٹہ ۳۵ منٹ ۳۸ سیکنڈ، فرق دو ہزار پانچسو چورانوے میل، جب آپ کے حساب سے دو ہزار تین سو میل پر ایک درجہ کے فرق سے پورے چالیس میل کا فرق پڑتا ہے تو دو ہزار پانچ سو چورانوے میل ۳۵ دقیقہ پر ۲۸ میل کا فرق ہو گا، پھر ٹھیک نقطہ مغرب کہاں ہوا۔

علی ہذا القیاس کٹک کا عرضہ ک ج ل ق ۲۰ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے مابین العرضین ای ایک درجہ ۱۰ دقیقہ اور کٹک کا طول فوا ۸۶ درجہ ایک دقیقہ ہے مابین الطولین مہ رح ۲۵ درجہ دقیقہ ہے، فصل طول ۳ گھنٹہ ۳ منٹ، فرق مسافت تین ہزار بیالیس میل تو کٹک کا فرق نقطہ مغرب سے آپ ہی کے حساب سے ۷۰ میل ہوا، پھر کٹک کا سمت قبلہ نقطہ مغرب بتانا کس طرح صحیح ہو گا۔

نیز انہوں نے ہندوستان کے جن جن شہروں کا قبلہ غیر ممالک کے جن جن شہروں کو بتایا ہے وہ جس طرح واقعہ کے خلاف ہے خود ان کے اصول و قاعدہ کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان شہروں کے عرض میں بھی فرق ہے اور طول کا فرق اس پر مستزاد ہے

اگر بالفرض ان شہروں کے مسلمان ٹھیک نقطہ مغرب کی طرف بھی منہ کرکے نماز پڑھتے ہوں تب بھی سمت قبلہ کی طرف ٹھیک رخ نہ سہی مگر ان شہروں کی طرف بھی (جنہیں مشرقی صاحب نے ان شہروں کا قبلہ بتایا ہے) رخ نہ ہو گا، وہ لاہور اور امرتسر والوں کا قبلہ بیت المقدس بتاتے ہیں، اولا لاہور اور امرتسر دونوں ایک عرض پر نہیں لاہور کا عرض بلد۳۱ درجہ ۳۰ دقیقہ کا ہے اور امرتسر کا ۳۱ درجہ ۳۷ دقیقہ کا، دونوں شہروں کے عرض میں ۷ دقیقے کا فرق ہے اس حساب سے اگر بیت المقدس لاہور والوں کا قبلہ ہوگا، یعنی ان کے نقطہ مغرب کے ٹھیک جہت میں ہوگا تو امرتسر والوں کا قبلہ نہ ہوگا اور اگر امرتسر والوں کا قبلہ ہوگا تو لاہور والوں کا نہ ہو گا، حالانکہ واقعہ کے لحاظ سے بیت المقدس لاہور

والوں کا قبلہ ہے اور نہ امرتسر والوں کا' اس لئے کہ بیت المقدس کا عرض لام ۳۱ درجہ ۴۰ دقیقہ ہے۔ جس کا لاہور سے پورے دس دقیقہ اور امرتسر سے تین دقیقہ کا فرق ہے اور بیت المقدس کا طول لہ ید ۳۵ درجہ ۱۴ دقیقہ ہے اور لاہور کا طول عد کج ۷۴ درجہ ۲۳ دقیقہ مابین الطولین لط ط ۳۹ درجہ ۹ دقیقہ فصل طول دو گھنٹہ ۳۶ سیکنڈ' فرق مسافت دو ہزار چھ سو میل' گویا خود ان کے قاعدے سے ۱۰ میل کا فرق ہوا' پھر لاہور والوں کا قبلہ بیت المقدس کس طرح ہوا؟

علی ہذالقیاس طول امرتسر عدمح ۷۴ درجہ ۴۸ دقیقہ ہے تو بیت المقدس و امرتسر کا مابین الطولین لط لد ۳۹ درجہ ۳۴ دقیقہ اور فصل طول دو گھنٹہ ۳۸ منٹ ۱۶ سیکنڈ ہوا اور فرق مسافت دو ہزار چھ سو تیس میل ہوا اس لئے مشرقی صاحب کے قاعدے سے نقطہ مغرب سے ۳ میل کا فرق ہوگا۔ پھر امرتسر والوں کا قبلہ بیت المقدس کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

اسی طرح راولپنڈی والوں کا قبلہ بھی بغداد نہ ہوگا' کیونکہ راولپنڈی کا عرصہ لر' لر ۳۸ درجہ دقیقہ ہے اور بغداد کا لج مابین العرضین ب یر ۲ درجہ ۱۷ دقیقہ اور راولپنڈی کا طول عج و ۷۳ درجہ ۶ دقیقہ ہے اور بغداد کا مدلہ ۴۴ درجہ ۴۵ دقیقہ مابین الطول ح ما ۲۸ درجہ ۴۱ دقیقہ فصل طول ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ ۴۴ سیکنڈ فرق مسافت ایک ہزار نو سو سترہ میل' یہ فرق اگرچہ طول میں اور شہروں کے اعتبار سے کچھ کم ہے پھر بھی تقریبا دو ہزار میل ہے مگر عرض کا فرق ۲ درجہ ۱۷ دقیقہ ہے جب ایک درجہ پر مشرقی صاحب کے حساب سے ۴۰ میل کا فرق پڑ جاتا ہے تو دو درجہ سے زائد پر فرق ۹۱ میل ہوگا' پھر راولپنڈی والوں کا قبلہ بغداد کو بتانا کس قدر غلط ہے اور دمشق اور راولپنڈی کا مابین العرضین ب ر ۲ درجہ اور ۷ دقیقہ ہے اور مابین الطولین لونب ۳۶ درجہ ۵۴ دقیقہ ہے فصل طول دو گھنٹہ ۳۱ منٹ ۳۸ سیکنڈ اور فرق مسافت دو ہزار پانچ سو چودہ میل ہے اس میں بھی اس کے حساب سے ۲۸ میل فرق ہوا نہ ٹھیک نقطہ مغرب ہوگا کہ راولپنڈی والوں کا قبلہ دمشق قرار دیا جائے۔

اسی طرح پشاور کا قبلہ بیروت بھی صحیح نہیں اس لئے کہ پشاور کا عرض البلد لہ یہ ۳۴ درجہ ۱۵ دقیقہ ہے اور بیروت کا لج ند ۳۳ درجہ ۵۴ دقیقہ مابین العرضین کا یعنی ۲۱ دقیقہ طول پشاور عال ۷۱ درجہ ۳۰ دقیقہ طول بیروت لہ لا ۳۵ درجہ ۵۴ دقیقہ مابین العرضین کا یعنی ۲۱ دقیقہ طول پشاور عال ۷۱۔۳۰ دقیقہ طول بیروت لہ لا ۳۵ درجہ ۳۱ دقیقہ مابین الطولین لہ لط ۳۵ درجہ ۵۹ دقیقہ فصل طول ۲ گھنٹہ ۲۳ منٹ ۲۶ سیکنڈ فرق مسافت دو ہزار چار سو میل تو ۲۱ درجہ پر ۱۴ میل کا فرق ہوگا' اسی طرح دہلی کا قبلہ بوشہر نہیں ہوسکتا' دہلی کا عرض البلد کح مت ۲۸ درجہ ۴۲ بوشہر کا الط ۲۹ درجہ ۵۰ دقیقہ مابین العرضین ا ح ایک درجہ ۸ دقیقہ طول دہلی عزک ۷۷ درجہ ۲۰ دقیقہ طول بوشہر ۵۰ درجہ مابین الطولین کو ک ۲۷ درجہ ۲۰ دقیقہ فصل طول ایک گھنٹہ ۴۹ منٹ ۲۰ سیکنڈ فرق مسافت ایک ہزار چھ سو بیاسی میل پس ۴۵ میل فرق ہوگا۔

یہ بھی صحیح نہیں کہ ملتان کا قبلہ کوفہ ہے کہ ملتان کا عرض ل ج ۳۰ درجہ ۳ دقیقہ کوفہ کا عرض لب مد ۳۲

درجہ ۴۴ دقیقہ ہے مابین العرضین ب ما ۲ درجہ ۴۱ دقیقہ طول ملتان عال قہ ۱۷ درجہ ۳۰ دقیقہ طول کوفہ کد ۲۴ درجہ مابین الطولین مزل ۴۷ درجہ ۳۰ دقیقہ فصل طول ح ی تین گھنٹہ دس منٹ فرق مسافت تین ہزار ایک سو چھیاسٹھ یعنی مشرقی صاحب کے قاعدے سے ایک سو باسٹھ میل فرق ہوگا' پھر ملتان کا قبلہ کوفہ بتانا کیسے صحیح ہوگا۔

کراچی کا قبلہ مدینہ طیبہ بتانا بھی عجیب ہے کراچی کا عرض البلد کہ ۲۵ درجہ' مدینہ منورہ کا عرض لدکہ ۲۴ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے مابین العرضین م ۴۰ دقیقہ طول کراچی سز ۲۷ درجہ طول مدینہ طیبہ ۴۰ درجہ ۵۵ دقیقہ فصل طول ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ ۴۰ سیکنڈ فرق مسافت ۱۷۳۲ میل تو ۴۰ دقیقہ پر ۲۲ میل کا فرق ہوگا۔

مدارس کا قبلہ عدن بھی نہیں ہوسکتا' عرض مدارس ۱۳ درجہ ۲ دقیقہ' عرض عدن ۱۲ درجہ ۴۵ دقیقہ مابین العرضین ۱۷ دقیقہ طول مدراس ۸۰ درجہ ۲۲ دقیقہ طول عدن ۴۵ درجہ ۳ دقیقہ الطولین لہ یط ۳۵ درجہ ۱۹ دقیقہ فصل طول ۲ گھنٹہ ۱۲ منٹ ۱۶ سکنڈ فرق مسافت ۲۳/۳۳ میل یعنی ان ہی کے حسب سے ۱۱ میل کا فرق ہوگا' مدارس کا قبلہ عدن بتانا بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

بمبئی کا قبلہ بندرگاہ سواکن بتانا اگر مجذوب کی بڑ نہیں تو اور کیا ہے؟ عرض بمبئی تح نہ ۱۸ درجہ ۵۵ دقیقہ ہے' عرض سواکن یط ل ۱۹ درجہ ۳۰ دقیقہ مابین العرضین لہ لہ ۳۵ درجہ ۳۵ دقیقہ فصل طول دو گھنٹہ ۲۲ منٹ ۲۰ سکنڈ فرق مسافت ۲۳۷۵ میل تو آپ ہی کے حساب سے ۲۸ میل کا فرق ہوا۔۔ ایسی صورت میں بمبئی کا قبلہ سواکن بتانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

غرض جہاں جہاں کا قبلہ مشرقی صاحب نے جن جن شہروں کو بتایا ۔ہے کل کا کل غلط ہے۔۔ نہ واقعہ کے اعتبار سے یہ شہر قبلہ ہیں اور نہ مشرقی صاحب کے قاعدہ کے مطابق' سب سے کم فرق امرتسراور بیت المقدس کے نقطہ مغرب میں ہے وہ بھی ۳ میل ہے اور سب سے زیادہ ملتان اور کوفہ ہے جس میں ایک سو چھیاسٹھ میل کا فرق ہے۔

سمت قبلہ کی تعریف اور اس کے معلوم کرنے کے طریقہ سے ناواقفیت

حقیقت یہ ہے کہ مشرقی صاحب کو نہ سمت قبلہ کی تعریف معلوم ہے نہ وہ اس کے معلوم کرنے کا قاعدہ جانتے ہیں' نہ سمت قبلہ کے فقہی مسائل سے واقف ہیں' سمت قبلہ کی تعریف علمائے ہیت کے نزدیک یہ ہے :

ھی نقطتہ فی الافق من وجھھا وجہ الکعبہ

ترجمہ : سمت قبلہ افق میں اس نقطہ کا نام ہے جو اس کے مواجہ میں ہو گا وہ کعبہ کے مواجہ میں ہوگا۔

اسی نقطہ سے دائرۃ الافق اس دائرہ العظیم سے تقاطع کرتا ہے جو راس البلد اور راس مکہ معظمہ پر ہوتا ہوا گذرے اور قوس سمت قبلہ کی یہ تعریف ہے۔

و اما سمت قوس سمت القبلہ فھی قوس من الافق تقع بین ھذہ النقطہ واحدی نقطی الشمال و الجنوب بشرط ان لایکون اکثر من الربع او احدی نقطی المشرق و المغرب کذالک

وقد قوس انحرا فيها ايضا وهي قدر ما يجب ان يتحرف المصلي من مواجهه احدى النقاط الاربع ليواجه البيت ط ترجمہ : اور قوس سمت قبلہ افق کی وہ قوس ہے جو اس نقطہ اور نقطہ شمال یا جنوب کے درمیان یا اس نقطہ اور نقطہ مغرب و مشرق کے درمیان واقع ہوا بشرطیکہ ربع دور سے زیادہ نہ ہو' اسی کو قوس انحراف بھی کہتے ہیں' یعنی مصلی کو نقاط اربعہ مغرب مشرق اور شمال و مغرب سے کسی قدر انحراف کرنا چاہئے کہ وہ بیت اللہ کے مواجہ میں ہو۔

ہندوستان کے مختلف مقامات کے سمت قبلہ کا اختلاف

ہندوستان مکہ معظمہ سے مشرق میں ہے اسلئے ہندوستان کے قبلہ کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ٹھیک نقطہ مغرب میں ہو یا اس قدر کم فرق ہو کہ قابل التفات نہ ہو جیسے اٹاوہ' اناؤ' بہرائچ' جالون' سیتاپور' فرخ آباد' کانپور' کھیری' لکھنؤ' ہردوئی وغیرہ' ان کا انحراف ایک درجہ سے بھی کم ہے' خصوصاً اٹاوہ کہ اس کا انحراف فقط ۳ دقیقہ ہے' دوسرے انحراف شمالی ہو' جیسے بنگال' بہار' اڑیسہ کے تمام شہر اور صوبجات متحدہ کے بعض اضلاع تیسرے انحراف جنوبی ہو' جیسے پنجاب کے تمام شہر اور یوپی کے بعض اضلاع۔

لیکن کن کن شہروں میں کس قدر انحراف شمالی جنوبی ہوگا' اس کا جاننا مسلمانوں کے لئے از حد ضروری ہے' افسوس کہ نہ صرف عام مسلمان بلکہ علماء تک اس سے غافل ہیں' اسی ضروریات کو محسوس کرکے راقم الحروف نے اپنے رسالہ موزن الاوقات میں ہر عرض کے ایک مشہور مقام کے ہر مہینہ اور ہر دن کے جملہ اوقات روزہ نماز ہیئت و توقیت کے قواعد جدید و قدیم سے استخراج کرکے دے دیئے ہیں نیز اس عرض کے تمام اضلاع و قصبات اور مشہور دیہاتوں کا تفاوت جن کا طول و عرض مجھے معلوم ہو سکا دے دیا ہے اس لئے اس کتاب کا افادہ بہت بڑھ گیا ہے' شائقین اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

شہروں کی آبادیوں میں تو مسجد ایک حد تک اس سے مستغنی کر دیتی ہے' مگر جہاں مسجدیں نہیں ہیں یا نئی مسجد بنانی ہے' یا کسی کی سمت قبلہ غلط ہے' وہاں اس کی ضرورت پڑتی ہے' اس لئے صوبجات بنگال' بہار' اڑیسہ' ممالک متحدہ اودھ اور پنجاب کے اضلاع کا سمت قبلہ و قدر انحراف بقید درجہ و دقیقہ معہ جہت انحراف لکھ دیا ہے اس کے بعد دائرہ ہندیہ یا قطب نما سے سمت قبلہ نکال لینا بہت آسان ہے' جس شہر میں نقطہ مغرب سے جس قدر یا جنوب کو انحراف لکھا گیا ہے' اسی قدر شمال یا جنوب کو دیتے ہوئے نماز میں کھڑا ہونا چاہئے واللہ الموفق

قوس انحراف

صوبہ بنگال

نام شہر	دقیقہ	درجہ	جہت
باقر گنج	۳۹	۸	شمالی
بردوان	۱۹	۸	شمالی
پبنا	۵۶	۶	"
جیسور	۴۵	۶	"

دارجلنگ ۳۳ ۳ ″
ڈھاکہ ۳۵ ۷ ″
کلکتہ ۷ ۸ ″
بانکورا ۷ ۷ ″
بوگرا ۴۶ ۶ ″
جلپائی گوڑی ۱۵ ۴ ″
چاٹگام ۱۲ ۹ ″
دیناجپور ۷ ۵ ″
رنگپور ۱۱ ۵ ″
کوچ بہار ۴۲ ۴ ″
کھلنا ۱۲ ۸ ″
مدناپور ۲ ۸ ″
نادیا ۱۷ ۶ ″
ہوڑا ۵ ۸ ″

صوبہ بہار و اڑیسہ

مرشد آباد ۲۷ ۶ ″
میمن سنگھ ۴۴ ۶ ″
نواکھلی ۳۶ ۸ ″
ہوگلی ۴۷ ۷ ″
آرہ ۴۶ ۳ ″
بلاسور ۵۴ ۸ ″
پٹنہ ۵۶ ۳ ″
پوری ۲۹ ۱۰ ″
چھپرا ۳۷ ۳ ″
رانچی ۳۰ ۶ ″
مالدہ ۳۴ ۵ ″
مظفرپور ۲۵ ۳ ″
ہزاری باغ ۴۸ ۵ ″
اودے پور ۵۷ ۶ ″
بھاگلپور ۴۶ ۳ ″
پلامون ۲۳ ۴ ″
پورنیا ۳۴ – ″
دربھنگہ ۳۳ ۳ ″
گیا ۴۶ ۴ ″
مان بونگ ۱۰ ۷ ″
موتی ہاری ۳۹ ۲ ″

ممالک مغربی و شمالی

آگرہ ۳ ۱ جنوبی
الموڑہ ۲۳ ۳ ″
اٹاوہ ۳ ۰ ″
اناؤ ۵۴ ۰ شمالی
بارہ بنکی ۴۳ ۰ ″
بدایون ۱۰ ۲ ″
بستی ۳۳ ۱ ″
بلیا ۲۴ ۳ ″
بہرائچ ۱۷ ۰ ″
الہ آباد ۵۲ ۲ ″
اعظم گڑھ ۵۲ ۲ ″
ایٹہ ۱۸ ۱ جنوبی
باندا ۲۶ ۲ شمالی
بجنور ۸ ۴ جنوبی
بریلی شریف ۱ ۲ ″

بلند شہر	۵۶	۲	″
بنارس	۳۷	۳	″
پرتاب گڑھ	۲۸	۴	″
پیلی بھیت	۱۲	۲	″
جالون	۵۶	۰	شمالی
جھانسی	۳۶	۱	″
رائے بریلی	۳۸	۱	″
سلطان پور	۵۷	۱	″
سیتاپور	۲۲	۰	جنوبی
علی گڑھ	۷	۲	″
فتح پور	۵۲	۱	شمالی
فیض آباد	۱۹	۱	″
کھیری	۴۷	۰	جنوبی
گونڈا	۲۰	۱	شمالی
مراد آباد	۲	۳	جنوبی
مین پوری	۴۲	۰	″
میرزا پور	۴	۴	شمالی
ہردوی	۲۳	۰	″
ٹھری گڑھوال	۲۰	۵	جنوبی
جونپور	۵۰	۲	شمالی
دوہرادون	۱۹	۴	جنوبی
ریاست رامپور	۵۲	۲	″
سہارنپور	۲۱	۵	″
شاہجہانپور	۱۱	۱	″
غازی پور	۲۱	۳	شمالی
فرخ آباد	۳۸	۰	جنوبی
کانپور	۹۵	۰	شمالی
گورکھ پور	۷	۵	″
لکھنؤ	۴۱	۰	″
میرٹھ	۵۰	۳	جنوبی
متھرا	۴۰	۱	″
نینی تال	۲۶	۳	جنوبی
ہمہ پور	۳۲	۱	شمالی

صوبہ پنجاب

امرتسر	۴۰	۹	جنوبی
پشاور	۱۶	۱۶	″
جالندھر	۴۵	۸	″
حصار	۱۷	۵	″
ڈی جی خان	۱۰	۱۰	″
رہتک	۲۲	۴	″
شاہپور	۳۹	۱۲	″
فیروز پور	۴۹	۸	″
کوہاٹ	۴۲	۱۵	″
بنوں	۳	۱۲	″
جہلم	۳	۱۲	″
جھنگ	۶	۱۱	″
ڈی آئی خان		۱۰	۱۳
راولپنڈی	۱۳	۱۴	″
سیالکوٹ	۱۵	۱۱	″
شملہ	۱۴	۷	″
کرنال	۱۷	۵	″
گجرات	۴۳	۱۱	″

گجرانوالہ	-	۱۱	″
لاہور	-	۱۰	″
مظفر نگر	۵۲	۹	″
منٹگمری	۲۳	۹	″
گڑھ گاؤں	۵۶	۲	″
لدھیانہ	۵۲	۷	″
ملتان	۵۳	-	″
پیشاپور	۲۸	۸	″

پنجاب اور یوپی کے جن شہروں کا سمت قبلہ جنوبی ہے اسے تو مشرقی صاحب شاید تسلیم کرلیں مگر یوپی کے جن شہروں کا قبلہ شمالی ہے' یا بنگال' بہار اڑیسہ کے تمام شہروں کا جن کا قبلہ شمالی ہے' اس کو تسلیم کرنے میں شاید ان کو تامل ہو اور وہ یہ خیال کریں کہ یہ سب شہر مکہ معظمہ سے زائد العرض ہیں' اس لئے کہ ان کے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق خط ملانے سے کعبہ معظمہ جنوب میں آتا ہے نہ شمال کو' اس لئے فقیر اس مسئلہ کو مدلل کرنے کے لیے سمت قبلہ معلوم کرنے کا قاعدہ لکھے دیتا ہے۔

سمت معلوم کرنے کا صحیح طریقہ

فصل طول مکہ معظمہ اور بلد مفروض جس کی سمت قبلہ معلوم کرنا ہو' اگر وہ ۹۰ درجہ سے کم ہے تو عرض جنوبی میں وہ عمود جو سمت الراس مکہ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار بلد پر قائم کریں یعنی نقطہ اعتدال سے ایک دائرہ عظیم مکہ مکرمہ کی سمت گزاریں کہ نصف النہار پر آپ ہی عمود ہوگا کیونکہ اس کے دونوں قطب اعتدالین پر گزرا ہے۔

یہ سمت الراس سے ہمیشہ شمال کو گزرے گا' کہ اس عرض میں معدل سمت الراس شمالی ہے' اور سمت الراس مکہ معظمہ معدل سے شمالی تو عمود جو نقطہ اعتدال سے نکل کر سمت الراس مکہ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار سے ملا ہو قطعا سمت الراس بلد سے شمالی ہوگا' مگر عرض شمالی میں تینوں حالتیں ہوتی ہیں۔ اگر عرض عمود عرض البلد کے برابر ہے تو موقع عمود عین سمت الراس بلد ہے' یعنی بلد کا دائرہ اول السموت ہی سمت الراس مکہ پر گزرا ہوا ہے اور اگر اس کا عرض بلد سے زائد ہے موقع عمود سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اگر عرض بلد سے کم ہے تو جنوبی ہوگا جیسا اس شکل سے ظاہر ہے کہ ا ب ح افق شمالی ہے ب ہ د اس کا اول السموت ب ر د معدل النہار ح قطب شمالی ظاہر ہے کہ اول السموت کا معدل سے فصل اعظم دائرہ نصف النہار پر ہ ر ہے کہ عرض البلد سے پھر کم ہوتا گیا ہے' یہاں تک کہ نقطہ ب پر معدوم ہوگیا ح ر ح ل ح ک ح ی دوائر میلیہ ہیں جو قطب سے نکل کر معدل سے ملے ہیں' اور اول السموت کے نقاط ہ ع ط سہ کا معدل سی عرض بتاتے ہیں' جن میں سب سے بڑا ہ ر ہے' پھر ع ل پھر ک پھر س ی' غرض نصف النہار سے جتنا فصل بڑھتا گیا ہے عرض اول السموت گھٹتا گیا ہے۔

فرض کیجئے کہ تین شہر مساوی العرض ہیں، جن کا عرض، عرض حرم سے زیادہ ہے اور فصل طول ۹۰ سے کم تو بوجہ تساوی عرض مواقع مذکورہ پر ان کے اول السموت کے عرض یکساں ہوں گے۔ فرض کیجئے عرض ع ل ء ض عرض حرم سے زائد ہے، ط ک مساوی اور س ی چھوٹا، تو ان تین شہروں میں مکہ معظمہ سے جس کا فصل طول ل ر ہے، وہاں سمت الراس مکہ معظمہ ط نصف النہار ح ل پر ہے، اور چونکہ عہ ل عرض حرم سے زائد ہے، ط اول السموت اور معدل کے بیچ میں پڑے گا، تو عمود ب ن نقطہ اعتدال سے نکل کر سمت الراس حرم پر ہوتا ہوا نصف النہار سے ملا ہوا سمت الراس بلد سے جنوب کو پڑے گا، اور جس کا فصل طول ک ہے، وہاں ط نصف النہار ح ک پر ہے اور چونکہ ط ک مساوی عرض حرم ہے۔ اس لئے ط خاص اول السموت پر واقع ہوگا، اور ب ہ جو اول السموت ہے عمود ہو گا کہ ب سے نکل کہ ط پر گذرتا اور نصف النہار سے ملا ہوا ہے اور جس کا فصل طول ی ہے، وہاں ط نصف النہار ح ی پر ہے چونکہ س ی عرض حرم سے چھوٹا ہے، اس لئے ط اول السموت سے باہر شمالی حصہ میں رہے گا، اور عمود ب م سمت الراس بلد سے شمال کو پڑے گا۔ علامہ موسیٰ رومی شارح چغمینی فرماتے ہیں۔

اعلم ان راس مکہ فی ہذہ القسم (ای الذی طولہ، و عرضہ اکثر من طول مکہ و عرضها یمکن ان یقع علی دائرۃ اول السموت البلد فیکون سمت القبلہ نقطہ المغرب و الخط الذی علی صوبها خط المشرق والمغرب وان یقع شمالیا منها فیکون السمت فی الربع الغربی الشمالی من الافق وان یقع جنوبیا عنها فیکون السمت فی الربع الغربی الجنوبی کما یقتضیہ العمل بما فی الکتاب الا انہ لا یحب ان یکون الخط المذ کور علی

علامہ ہندی اس کے حاشیہ میں ارقام فرماتے ہیں :

توضیح المقام ان دائرۃ اول السموت تقطع معدل النهار علی نقطتی المشرق و المغرب و غایتہ البعد بینهما انما هی بقدر عرض البلد و کل من القسی الواقعہ بینهما من دوائر المیال بل من انصاف نهار سائر الافاق اصغر من عرض البلد و کل قوس البعد من غایتہ بعد اصغر من الاقرب و یجوز ان یکون عرض مکتہ فی هذه القسم بقدر قوس من هناه القسی فیکون سمت راس مکتہ علی اول السموات و سمت البلد و سمت القبلتہ نقطتہ المغرب و یجوز ان یکون عرض مکہ اعظم من تلک القوس فیکون سمت راس مکتہ فی جنوب اول السموت و حینئذ یکون سمت القبلتہ فی الربع الغربی الجنوبی من الافق کما هو مقتضی العمل الذی ذکرہ المصنف"

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس طرح یہ خیال غلط ہے کہ زائد العرض شہروں کا سمت قبلہ مطلقاً جنوبی ہوتا ہے اسی طرح مشرقی صاحب کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ جو شہر مکہ معظمہ سے ٹھیک پورب واقع ہیں ان کا

قبلہ نقطہ مغرب ہوگا جس بنا پر انہوں نے سورت کو جہاں عرب پہلی صدی میں سب سے پہلے اترے تھے، مکہ معظمہ سے ٹھیک مشرق کی سمت بتایا، اور سورت ناگپور، کٹک وغیرہ کو جو اسی عرض بلد پر واقع ہیں، جس پر ان کے خیال میں مکہ معظمہ واقع ہے، ان کی قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب کو صحیح بتایا، امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں دلائل قبلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

امام رازی کے دلائل قبلہ

وام الطریقیتہ الیقینیتہ وھی الوجوہ المذکورة فی کتب الھیئتہ قالوالسمت القبلتہ نقطہ التقاطع بین دائرة الافق و بین دائرة عظیمتہ تمربسمت رئوسنا و رئوس اھل مکتہ و انحراف القبلتہ قوس من دائرة الافق مابین سمت القبلتہ و دائرة نصف النھار فی بلدنا وما بین سمت القبلتہ و مغرب الاعتدال تمام الانحراف قالوا و یحتاج فی معرفتہ سمت القبلتہ الی معرفتہ طول مکتہ و عرضھا فان کان طول البلد مساو یا لطول مکتہ و عرضھا مخالف لعرض مکتہ کان سمت قبلتھا علی خط نصف النھار فان کان البلد شمالیا فالی الجنوب وان کان جنوبیا فالی الشمال و اما اذا کان عرض البلد مساویا لعرض مکتہ و طولہ مخالفا لطولھا فقد یظن ان قبلتہ سمت قبلہ ذالک البلد علی خط الاعتدال و ھو ظن خطاء"

دیکھیئے کس قدر روشن تصریح ہے، کہ جب عرض بلد عرض مکہ کے مساوی اور طول بلد طول مکہ کے مخالف ہوں تو خیال کیا جاتا ہے کہ اس شہر کا خط اعتدال یعنی ٹھیک مغرب کو ہے جیسا مشرقی صاحب نے خیال کیا مگر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے۔

استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ

اس تمہید کے بعد فقیر بعون المولی القدیر استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

قاعدہ یہ ہے، ظم عرض حرم+ ظم فصل طول = عرض موقع جم عرض موقع + ظل فصل طول= محفوظ جیب تفاضل = ظل انحراف۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ جس مقام کا سمت قبلہ معلوم کرنا ہو، پہلے اس کے طول کا مکہ معظمہ کے طول سے مفاصل لے لیا جائے۔ اس کے بعد ظل التمام عرض مکہ معظمہ کو جیب التمام فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے ۔ (ظل اور ظل التمام جیب اور جیب التمام وغیرہ کی لوگار ثمی اعداد میتھے میٹکل ٹیلس لوگار تھمس چیمبر صاحب میں ملیں گے، یہ کتاب رڑکی تامس کالج سے مل سکتی ہے، ۱۲ منہ) حاصل جمع کی قوس معلوم کرکے اس کا کل لے لیا جائے کہ عرض موقع ہے پھر اس کو عرض بلد سے تفریق کیا جائے اگر عرض بلد عرض موقع سے کم ہے تو انحراف شمالی ہو گا اور زائد ہے تو انحراف جنوبی ہوگا، اور برابر میں کوئی انحراف نہ ہوگا، بلکہ سمت قبلہ ٹھیک نقطۂ مغرب کو ہو گا اس کے بعد جیب التمام عرض موقع کو ظل فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے، حاصل جمع کو جیب تفاضل عرض موقع و عرض البلد سے کم کرکے اس ظل کی قوس لے کر ۹۰ تک اس کا تمام لیا جائے، یہ قدر انحراف ہوگا، سمت

قبلہ معلوم کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے۔

اس کے بعد اب میں پھر مشرقی صاحب کے افادات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، فرماتے ہیں :

"یہ کہنا کچھ بے جا نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی پچھلی کئی قرنوں نمازیں اور نقصوں کے علاوہ یقیناً اسی لئے قبول نہیں ہوئیں کہ وہ دین اسلام کے مقرر شدہ قبلہ کی طرف نہ تھیں، خدا اس کم نگاہ اور اندھی امت سے بجا ناراض ہے۔"

اور کمالات کے ساتھ اس دعویٰ سے مشرقی صاحب عالم غیب بھی ہو گئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی قرنوں کی نمازوں کو اکارت کر دیا، دیکھئے ان کی پرواز کہاں تک لے جاتی ہے، لیکن یہ دعویٰ بھی ان کے قصور علم کا نتیجہ ہے۔

فہم قرآن کا نمونہ

ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ استقبال قبلہ عام ہے خواہ عین کعبہ معظمہ کی طرف رخ ہو، جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لئے یا محض اس جہت کی سمت ہو جیسے اوروں کے لئے، کلام اللہ کے یہ الفاظ ہیں **فول وجوھکم شطر المسجد الحرام** اور **فولوا وجوھکم شطرہ** اگر عین کعبہ سے استقبال کا حکم ہوتا تو لفظ شطر کے بجائے **فولوا وجوھکم الی بیت اللہ** فرمایا جاتا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔

فی الایہ قولان الاول وھو قول جمھور المفسرین من الصحابہ و التابعین و المتاخرین واختار الشافعی رضی اللہ عنہ فی کتاب الرسالتہ ان المراد جھت المسجد الحرام و تلقائہ و جانبہ، و قراۃ ابی ابن کعب تلقاء المسجد الحرام۔

یعنی شطر کی تفسیر میں دو قول ہیں، پہلا جمہور مفسرین صحابہ و تابعین و علماء متاخرین اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا کتاب الرسالہ میں پسندیدہ قول یہ ہے کہ مراد جہت سے مسجد حرام ہے اور اس کے مقابل و محاذی ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات ہی **تلقاء المسجد الحرام** ہے۔

امام رازی نے اس کے بعد دوسرا قول معتزلہ کا بیان کیا ہے کہ شطر سے مراد نصف ہے، اس کے بعد دو دلیلوں سے اسے رد کیا ہے فرماتے ہیں، اگر شطر سے مراد طرف ہو تو لفظ "شطر" بڑھانے کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر **فول وجھک المسجد الحرام** کہا جائے جب بھی یہی مطلب ہو گا۔ البتہ اگر شطر کے معنی جہت لئے جائیں تو بے شک اس لفظ کے بڑھانے کا فائدہ ہو گا۔ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے، **البیت قبلتہ لاھل المسجد والمسجد قبلہ لاھل مکتہ والحرم قبلہ لاھل المشرق و المغرب**

ایک خوش اعتقادی

آگے مشرقی صاحب کی خوش اعتقادی مغربی قوم کے متعلق ملاحظ ہو۔

اگر یہی **فول وجوھکم شطر المسجد الحرام** کا حکم کسی مغربی قوم پر نازل ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ یورپ کے ہر حصہ میں کروڑوں نہایت باریک بین رصدی آلات اس مطلب کے لئے شہر بہ شہر نصب ہو جاتے کہ خدائے عزوجل کے آسمانی حکم کے رو سے شطر

المسجد الحرام صحیح طور پر دریافت کریں' وہ قوم ایسے دقیقہ رس اور نازک آلات ایجاد کرتی کہ شمال و مغرب کے درمیان تین لاکھ چوبیس ہزار سمتوں سے ایک گز کا بھی فرق نہ آنے پاتا' ان کے قبلہ کی سمت عین کعبہ کے سیاہ غلاف کے نصف پر آکر پڑتی' جو چھ فٹ لمبا اور چھ فٹ چوڑا ہے۔"

مشرقی صاحب نے خوش اعتقادی کی بھی حد کر دی' ان کو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کا یقین ہوا کرتا ہے جو بالکل واقعہ کے خلاف ہوں جنھیں اصلیت سے دور کا بھی علاقہ نہ ہو' مغربی قوموں کو **فول وجوھکم شطر المسجد الحرام** کا حکم تو نہیں لیکن **فول وجوھکم شطر البیت المقدس** کا حکم تو ہے' کہ وہ ان کا بھی قبلہ ہے۔ میں مشرقی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مغربی قوموں نے یورپ میں کتنے کروڑ باریک بین رصدی آلات بیت المقدس کی سمت معلوم کرنے کے لئے شہر بہ شہر نصب کر دیئے۔ کیا مسلمانوں کے لئے خانہ کعبہ کی جو اہمیت ہے مغربی قوموں کے لئے بیت المقدس کی اس سے کم ہے۔

سمت قبلہ معلوم کرنے کے طریقوں اور آلات سے ناواقفیت

مشرقی صاحب باوجود دعوئی ہمہ دانی اپنے گھر کی دولت سے محروم ہیں' انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ مسلمانوں کے پاس سمت قبلہ معلوم کرنے کے کیسے کیسے باریک آلات ہیں۔ آپ کے تخیل میں تو صرف مغربی قوم ایسے آلات ایجاد کرتی ہیں کہ شمال و مغرب کے درمیان تیں لاکھ چوبیس ہزار سمتوں سے ایک گز کا بھی فرق نہ آنے پاتا اور مسلمانوں کے پاس اس گئی گذری حالت میں بھی ایسے آلات و معلومات ہیں' کہ نقطہ شمال و مغرب کے درمیان پندرہ سنکھ ستائیس پدم چھبیس نیل چونسٹھ کھرب مختلف طرفوں کے درمیان ایک گز تو در کنار ایک انچ کا بھی فرق نہیں پڑ سکتا' اگر جناب کو اس کی خبر نہ ہو تو اس کا کیا علاج' میں بتاتا ہوں کہ اس آلہ کا نام "اسطرلاب" ہے' امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ادراک سمت قبلہ کے طریقہ یقینیہ کے بیان میں فرماتے ہیں۔

ولذلک طریق اسھلھا ان یعرف الجزء الذی یسامت رئوس اھل مکہ من فلک البروج وھورمح من الجوزاء ومح ح من السرطان فیضع ذلک الجزء علی خط وسط السماء فی الاسطرلاب المعمول لعرض البلاد و یعلم علی المرئی علامتہ ثم یدیر العنکبوت الی ناحیتہ المغرب ان کان البلد شرقیا عن مکہ کما فی بلاد خراسان و العراق بقدر ما بین الطولین من اجزاء الحعجزة (الی قولہ) ویخط علی ظل المقیاس خطا من مرکز العمود الی طرف الظل فذلک الخط خط الظل فیبنی علیہ المحراب۔

یہ آلہ آپ کی مغربی قوم کے آلات کی طرح بہت بیش قیمت بھی نہیں جس کا حصول ہر شخص کے لئے ممکن نہ ہو۔ رام پور لائبریری اور کتب خانہ خدا بخش خان مرحوم کے علاوہ دوسرے کتب خانوں میں بھی بہتیرے اسطرلاب ہیں۔ اسطرلاب کے علاوہ میں مشرقی صاحب کو ایک اور آلہ بتاتا ہوں جس سے نہایت

آسانی کے ساتھ سمت قبلہ معلوم کی جاسکتی ہے' اور مغرب و شمال کے پندرہ سنکھ حصوں میں اس کے ذریعہ بھی ایک انچ کا فرق نہیں پڑ سکتا۔ یہ آلہ خاص ہندوستان کی ایجاد ہے جس کی وجہ سے اس کا نام "دائرہ ہندیہ" رکھا گیا۔

علامہ ریاضی بہاؤالدین محمد عاملی اپنی کتاب "تشریح الافلاک" میں اسطرلاب والا طریقہ بتا کر لکھتے ہیں :

"طریق اخراسهل من الاول تاخذ یوم کون الشمس فی احد الجزئیں السابقین (ای ثامنته الجوزاء والثالثته و العشرین من السرطان) لکل خمس عشر درجته من التفاوت بین الطولین ساعته ولکل درجته اربع دقائق فاذا مضی نصف النهار بقدر ما معکم من الساعات والد قائق زاد طول البلد اوبقی له بقدره ان نقص فظل المقیاس ح خط سمت القبله وهی علی خلاف جهته الظل"

علامہ عصمت اللہ اس کی شرح میں اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں :

وذلک لان دائرة الارتفاع تمر حینئذ بسمت راس مکه ایضا و الظل یکون فی سطحها فخط الظل هو خط سمت القبله فما یحاذی احد طرفی هذا الخط من اجزاء الدائره الهندیته یکون نقطه سمت القبله۔"

سمت قبلہ کا معلوم کرنے کا ایک اور آسان طریقہ

یہ تو مشرقی صاحب کو سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے آلات کا پتہ بتانا تھا' اب عام مسلمانوں کے لئے سمت قبلہ نکالنے کی سہل ترین ترکیب لکھتا ہوں' ۲۹ مئی اور ۱۴ جولائی کی تاریخوں میں اپنے شہر اور مکہ معظمہ میں جتنے گھنٹے اور منٹ کا فرق ہو' نصف النہار کے بعد اتنے گھنٹے اور منٹ پر کسی عمود یا پایہ کا سایہ دیکھیں یا خود سیدھے دھوپ میں کھڑے ہو جائیں' اس وقت سایہ ٹھیک سمت قبلہ کو بتائے گا' مکہ معظمہ اور کسی شہر کے وقت میں گھنٹے اور منٹ کا فرق اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اطلس کے آخر میں شہروں کا طول و عرض دیا ہوتا ہے' اس سے مکہ معظمہ اور اس شہر کا طول معلوم کر کے چھوٹے کو بڑے سے تفریق کر دیں' حاصل تفریق کو ۴ میں ضرب دے کر ۶۰ پر تقسیم کریں اس سے گھنٹہ منٹ معلوم ہو جائے گا۔

کاش مشرقی صاحب لاہور کی مساجد کو کم از کم اسی قاعدہ سے دیکھنے کے بعد ان کی سمت قبلہ کے غلط ہونے کا حکم لگاتے۔

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے :

"میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے سب نمازی مسلمان اگر اپنی نمازوں کو بارگاہ خداوندی میں پھر قبول کرانا چاہتے ہیں' تو سب سے پہلے اپنے غلط قبلوں کو اس صحیح نقشے سے درست کر لیں جو میں نے الاصلاح میں دیا ہے یا اس سے بہتر نقشے سے درست کر لیں غلط قبلوں والی مسجدوں پر آلات رصدیہ کے ذریعہ سے صحیح قبلوں کی نشان از سر نو لگوائیں حتی الوسع پرانی مسجدوں میں جن کے قبلے یقیناً درست ہوں گے' اپنی نمازیں علی الخصوص جمعہ کی نماز ادا کریں۔"

نماز کی قبولیت اور چیز ہے اور شرائط و ارکان کے مطابق ہونا اور چیز ٹھیک سمت قبلہ پر نہ ہونے سے عدم مقبولیت کا حکم لگانا ہرگز صحیح نہیں۔

مشرقی صاحب کے نقشہ کی غلطیاں

الاصلاح کے نقشے سے قبلوں کی درستی کی بھی ایک ہی کہی آپ حکم تو تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو دے رہے ہیں اور نقشے میں صرف چند جگہ کے نام دیئے ہیں' اور وہ بھی غلط مثلاً پٹنہ کا طول ۸۵ ہے آپ کے نقشہ میں ۹۰ درجہ سے بھی پورب یعنی ۹۲ درجہ ہے اور عرض ۲۵ درجہ ہے مگر آپ کے نقشے میں خط سرطان کے قریب یعنی ۲۳ درجہ ہے اولا تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے اگر قاعدہ صحیح بھی ہو تو مشرقی صاحب کے نقشے میں ایسی فاش غلطیاں ہیں کہ ان پر بنیاد رکھنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اگر صحیح نقشہ بھی دستیاب ہو جائے تو اس میں گنتی کی چند جگہوں کے سوا تمام آبادیوں کے نام نہیں ہوتے پھر نقشہ میں اگر وہ جگہ جس کی سمت قبلہ معلوم کرنی ہے مل بھی گئی تو نقشہ میں مکہ معظمہ اور اس شہر کے درمیان خط کھینچ دینے سے اس شہر کی مسجدوں کی سمت قبلہ کس طرح معلوم ہو گی' پھر سطحی خط اور ہے کہ کروی خط اور نقشہ میں ان دونوں شہروں کے درمیان خط ملا دینے سے اس دائرہ کی ساخت پر کس طرح ہوگا جو سمت راس مکہ معظمہ پر گذرتا ہوا اور افق سے متقاطع ہوا۔

هزار نکته باریک تر زمو جاست
نه هر که مو بتراشد قلندری داند

ایک پر لطف تجویز

سب سے پر لطف آلات رصدیہ کے ذریعہ مسجدوں میں صحیح قبلوں کا نشان بنانے کی تجویز ہے۔ اولا ہر مسجد کے لئے قیمتی آلات آئیں گے کہاں سے' پھر ہر جگہ کے عوام ان کے استعمال سے واقف نہیں۔ مولویوں اور ملاؤں کو آپ ناواقف بتا چکے ہیں' تو کیا ہر جگہ آپ خود زحمت گوارا فرمائیں گے' جن جن مسجدوں میں آپ نے نمازیں پڑھی ہیں' کیا ان کی سمت آپ نے آلات کے ذریعہ سے درست کر لی تھی' اچھرہ کی مسجد کا جہاں آپ چار سال سے مقیم ہیں اور جس میں آپ نے ہزاروں(۱) نمازیں پڑھی ہوں گی سمت قبلہ کیا ہے۔ (یہ فاضل مضمون نگار کا حسن ظن ہے ورنہ مسلمانان اچھرہ سے پوچھ کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ مشرقی کو مسجدوں میں جانے کی توفیق ہی نہیں ملی۔ مدیر) نقطہ مغرب سے کس قدر اور کس جانب انحراف ہے' کسی ایسی تجویز کا جس پر خود عمل نہ ہو پیش کرنا مضحکہ انگیز ہے۔

کیا مسجد کی قدامت اس کے سمت قبلہ کی صحت کی دلیل ہے

مشرقی صاحب نے لاہور کے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی تمام ہی مسجدوں کو چھوڑ کر شاہی مسجد' سنہری مسجد اور مسجد وزیر خان میں نماز ادا کریں۔

کیا مشرقی صاحب نے ان مسجدوں کی سمت قبلہ کی تحقیق کرائی ہے یا محض قدامت کی بنا پر ان کی صحت تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے بیان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قدامت کی بنا پر ان کا قبلہ صحیح سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ لاہور کی تمام مسجدوں کے سمت قبلہ سے منحرف ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔

خاتمہ

مشرقی صاحب کا رسالہ "مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹" شروع سے آخر تک بالکل غلط ہے' جو مسجدیں سمت قبلہ کے مطابق ہیں' خواہ وہ نئی ہوں یا پرانی ان کی نمازوں کے سمت قبلہ کے موافق ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں' اور جن مسجدوں کے قبلے صحیح سمت میں نہیں ہیں تو اگر وہ ۴۵ درجہ کے اندر تک ہیں جب بھی نماز صحیح ہو جائے گی' گو ہمارے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق ان کی سمت قبلہ صحیح کرلینا ضروری ہے لیکن اگر ان کی موجودہ حالت میں بھی ان میں نمازیں پڑھی جائیں جب بھی ہو جائیں گی۔ سمت کعبہ کی جانب رخ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ رخ کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو' پس اگر کعبہ سے خفیف انحراف بھی ہو لیکن رخ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہو تو نماز ہو جائے گی۔ البتہ اگر ۴۵ درجہ سے زیادہ انحراف ہو گا تو استقبال نہ ہوگا' اور اس صورت میں نماز نہ ہو گی

مثلاً ا ب ایک خط ہے' اس پر ہ ج عمود ہے فرض کیجئے کہ کعبہ معظمہ عین نقطہ ح کے محاذی ہے۔ دونوں قائمے ا لا ج اور ج ہ ب کی تنصیب کرتے ہوئے خطوط ہ ر ہ ح کھینچے تو یہ زوایئے ۴۵-۴۵ درجے کے ہوئے۔ کیوں کہ قائمہ ب ۹۰ درجہ کو ہوتا ہے۔ اس شکل کے مطابق جو شخص مقام ہ پر کھڑا ہے اگر نقطہ ج کی طرف رخ کرے تو عین کعبہ کی جانب ہو گا' اور اگر داہنے یا بائیں ر یا ح کی طرف جھکے تو جب تک ح ر یا ج ح کے اندر ہے جہت کعبہ میں ہے اور جب ر سے بڑھ کر دا یا ح سے گذر کر ح ب کے درمیان ہو جائے گا' تو جہت بالکل بدن جائے گی' اور نماز نہ ہو گی۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم

محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

شعبان المعظم ۳۵۸ھ روز سہ شنبہ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۹ء

"امام احمد رضا نے دو قومی نظریہ کی علمی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنا وسیع حلقہ عقیدت پیدا کیا اور ان کے اس عظیم حلقہ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم کی بھرپور مدد کی گویا اس طرح آپ نے تحریک پاکستان کو تقویت بخشی۔"

(ڈاکٹر محمد شمس الدین' جامعہ کراچی)

سلسہ مربعات یا مربعات سلسلہ

از۔۔۔ پروفیسر ابرار حسین

مولانا ظفر الدین اپنے ریاضی کے ایک سوال کو اخبار "روزافزوں" میں کئی بار شائع کرا چکے تھے لیکن اس سوال کا حل کوئی شخص پیش نہیں کر سکا۔ ۲۲ فروری ۱۹۰۹ء کے "دبدبہ سکندری" کے شمارے میں "المعلم" علی گڑھ کے بارے میں تبصرہ شائع ہوا جس میں دعوے کیا گیا کہ اس رسالہ میں ریاضی کے مشکل مسائل کو آسان طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ مولانا ظفر الدین نے اپنا ریاضی کا سوال مدیر "دبدبہ سکندری" کو تحریر کیا جو "دبدبہ سکندری" میں ۱۲ اپریل ۱۹۰۹ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔

مولوی محمد الدین غریب مدیر "المعلم" نے اس سوال کو حل کیا اور اسے "دبدبہ سکندری" نے اپنے ۲۶ اپریل ۱۹۰۹ کے شمارہ میں شائع کیا۔ یہ حل غلط تھا۔ اس کا اظہار مولانا ظفر الدین نے بہت ہی مودبانہ انداز میں کیا اور اسے مدیر "دبدبہ سکندری" نے اپنے ایک نوٹ کے ساتھ ۳ مئی ۱۹۰۹ء کے شمارہ میں شائع کیا۔

مولانا کی اس تشریح کے تین ہفتہ بعد مولوی محمد الدین نے "دبدبہ سکندری" میں ہی اپنا نظرثانی شدہ حل پیش کیا۔ یہ حل درست تھا لیکن وہ بضد رہے کہ سوال کی عبارت مبہم تھی اور ان کا پہلا حل اس مفہوم کے عین مطابق تھا جو وہ اس عبارت سے سمجھ سکے۔ مولانا ظفر الدین کا تفصیلی مدلل جواب مدیر "دبدبہ سکندری" نے ۷ جون ۱۹۰۹ء کے شمارہ میں شائع کیا اور ساتھ ہی اس سلسلہ کو ختم کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔

یہ علمی بحث خاصی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ اب ہم ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" میں شائع ہونے والے اس مواد کو پیش کریں گے جو پروفیسر محمد مسعود احمد کو مل سکا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلہ کی بہت اہم کڑی یعنی مولوی محمد الدین کا جواب الجواب اس میں شامل نہیں۔ ہمیں یہ موصول نہیں ہوا۔ غالباً یہ ۲۴ مئی ۱۹۰۹ء کو نمبر ۱۸ میں شائع ہوا۔ یہ مل جائے تو پتہ چل جائے گا کہ مولوی محمد الدین کا درست حل کیا تھا۔

یقیناً کچھ قارئین کو اس سوال کے حل میں دلچسپی ہوگی۔ معارف رضا ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں انگریزی میں ایک مضمون شائع کیا گیا جس میں ایک حل پیش کیا گیا ہے۔ مولوی محمد الدین کا دوسرا حل اس سے کہاں تک ہم آہنگ ہے۔ مزید تحقیق اس پر روشنی ڈالے گی۔ یہ بحث خالصتاً علمی ہے اور اس میں ریاضی کا بہت زیادہ دخل نہیں۔

دبدبہ سکندری سے اقتباسات

(۱) علم ریاضی کا ماہواری رسالہ المعلم

محمڈن کالج علی گڑھ سے زیر ایڈیٹری جناب مولوی محمد الدین صاحب غریب مصنف "ہفت قسم دائمی جنتری" شائع ہوتا ہے جس میں عموماً ریاضی کا ایسا مضمون درج ہوتا ہے کہ رسالہ ہذا کے ایڈیٹر یا دیگر اشخاص نے وقتاً فوقتاً ایجاد و اختراع کیا ہو۔ نیز مشکل مسائل ریاضی کو آسان طریقہ پر حل کیا جاتا ہے اور مدرسین کے لئے اسباق ریاضی کے اشارات درج ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ صرف ۸۰ تقطیع ۲۲x۱۸ حجم ۱۲ صفحے۔ یہ رسالہ اپنی خوبی میں بے مثل ہے اور اس کا ایک نمبر ہمارے پاس بھی بغرض ریویو آیا ہے جس کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اگر ملک نے اس کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا تو یہ رسالہ بہت جلد ترقی کر جائے گا۔

جو حضرات شائق ہوں مولوی صاحب موصوف سے طلب فرمائیں۔

نمبر۔۱۱، جلد۔ ۴۵، صفحہ۔۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ بمطابق ۵ اپریل ۱۹۰۹ء

(۲) ایک ریاضی کا سوال

راقم "دبدبہ سکندری" کے ایک دوست لکھتے ہیں کہ ایک ریاضی کا سوال اخبار "روز افزوں" میں بارہا چھپا ہے مگر آج تک کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ کے پرچے میں علم ریاضی کا ماہواری رسالہ "المعلم" کی سرخی سے مضمون دیکھ کر مجھے امید ہے کہ شاید تب نہ سہی اب حل ہوجائے۔ وہ سوال یہ ہے :

سوال :

سلسلہ مربعات میں ایسا گیارھواں مربع بتاؤ کہ دو مربعوں کا مجموعہ اور اس کا ضلع کا فضل ان میں سے ایک کے ضلع پر گیارہ ہو اور ایسے چھٹے مربع کو اس گیارہویں سے کیا نسبت ہوگی۔ فقط

فقیر ظفرالدین قادری
از بریلی

نمبر ۱۲۔ جلد ۴۵، صفحہ ۸، ۱۲ اپریل ۱۹۰۹ء

(۳) ریاضی کے سوال کا جواب

ہم اپنے دوست جناب مولوی محمد الدین صاحب غریب ایڈیٹر "المعلم" (علیگڑھ محمڈن کالج) کا وہ جواب جو ان سے بذریعہ اخبار "دبدبہ سکندری" مطبوعہ ۱۲ اپریل استفسار کیا گیا تھا ذیل میں شائع کرتے ہیں۔

جواب :

گیارھواں مربع ۱۷۴۲۴ ہے اور پانچواں مربع ۳۰۲۵ ہے جس کے مجموعہ ۲۰۴۴۹ کا ایک ضلع ۱۴۳ ہے اور

پہلے مربع کا ایک ضلع ۱۳۲ ہے۔ جن دونوں کا فضل ۱۱ ہے۔ چھٹے مربع اور گیارہویں مربع میں ایک اور چار کی نسبت ہے۔ فقط

نمبر ۱۴، جلد ۴۵، صفحہ ۷، ۲٦ اپریل ۱۹۰۹ء

(۴) جواب سوال ریاضی پر نظر

ہمارے دوست جناب مولوی ظفر الدین صاحب قادری بریلوی حنفی نے جواب ریاضی پر ہمیں مندرجہ ذیل تحریر لکھی ہے :

مکرم دوستاں کرم فرمائے بیکراں جناب شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری زید لطفہم تسلیم۔ کل ٦ ربیع الاخر شریف کو ۵ ربیع الاخر شریف کا پرچہ آیا۔ جس میں میرے سوال ریاضی پرچہ ۲۰ ربیع الاول شریف کا جواب دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ایک ماہر مہندس نے جانب جواب توجہ فرمائی۔ اگرچہ اتفاقاً مطلب سوال سمجھنے میں فروگذاشت ہوئی اس کا اندیشہ نہیں۔ پہلی نظر بعض وقت لغزش کرتی ہے ممکن ہے نظرثانی فائز المرام ہو۔

سوال میں ایک ایسا سلسلہ مربعات لیا تھا جس میں ہر مربع ان دو مربعوں کا مجموعہ ہو کہ اس کی اپنی ضلع ان میں سے ایک کی ضلع پر گیارہ کا فضل رکھے۔ اس سلسلہ کا گیارھواں مربع پوچھا گیا تھا۔ اور اسی سلسہ کے چھٹے سے اس کی نسبت۔

اب ملاحظہ ہو :

(۱) ۱۷۴۲۴ سرے سے اس سلسلہ کا ہی نہیں کہ اس سلسلہ کا گیارھواں ہو۔

ثبوت :

اس کے ضلع

۱۳۲ ـ ۱۱ = ۱۲۱

کا مربع

۱۴٦۴۱ (ب)

۱۷۴۲۴ ـ ۱۴٦۴۱ = ۲۷۸۳

یہ کوئی مربع نہیں تو شرط مذکور پر دو مربعوں کا مجموعہ کب ہوا۔

(۲) سوال میں خود اس گیارہویں کو بروجہ مذکور دو مربعوں کا مجموعہ لیا تھا نہ یہ کہ اسے اور مربع سے ملا کر کوئی نیا مجموعہ پیدا کیا جائے۔ جیسا جواب میں واقع ہوا۔

(۳) سوال میں خود اس گیارہویں کے ضلع کو اس کے ایک جز مربع کے ضلع پر ۱۱ کا فضل لیا تھا نہ یہ کہ کسی اور مربع کے ضلع کو اس گیارہویں کے ضلع پر یہ فضل ہو۔ جیسا جواب میں بتایا۔

(۴) ۳۰۲۵ ہرگز اس سلسلہ کا پانچواں مربع نہیں۔ اس سے پہلے اصلا ایک مربع بھی اس شان کا نہیں بن سکتا نہ کہ اکٹھے چار۔

(۵) ۴۳۵٦ = الف جسے اس سلسلہ کا چھٹا مربع خیال کیا سرے سے اس سلسلہ ہی میں نہیں

ثبوت :

(٦٦ ـ ۱۱ = ۵۵)۲ = ۳۰۲۵ = ث

الف ـ ث = ۱۳۳۱

کہ اصلا مربع نہیں

(٦) جو ہمیں مربعات مذکورہ کو پانچواں چھٹا بتانا بتا رہا ہے کہ ۱۱ کہ جتنے امثال کا مربع ہو اسے اتنے مرتبہ کا مربع خیال کیا۔ یہ سوال کے کسی لفظ کا مطلب نہ تھا۔

بلکہ شرائط مذکورہ کے مربعات کا سلسلہ لیا تھا۔ ان میں جو سب سے پہلے ان شرائط پر آئے وہ پہلا اور جو چھٹے نمبر پر ہو وہ چھٹا **و علی ھذا القیاس۔**

(۷) نمبروں کا یہ مطلب جو خود خیال فرمایا اس پر بھی ۲۴/۷ گیارہواں مربع نہیں ہو سکتا بلکہ اب بارہواں ہوگا کہ ۱۱ کے ۱۲ مثل ۱۳۲ کا مربع ہے۔ میں نے اب سوال کی زیادہ تشریح کر دی ہے۔ لہٰذا نظر ثانی کے واپس حاضر۔ فقط

۲۸ اپریل ۱۹۰۹ء فقیر ظفر الدین قادری۔ از بریلی

نمبر۱۵، جلد ۴۵، صفحہ ۹، ۳ مئی ۱۹۰۹ء

(۵) جواب الجواب

مولوی محمد الدین غریب نے مولانا ظفر الدین کی تشریح کے بعد اپنے جواب پر نظر ثانی فرمای جو "دبدبہ سکندری" نمبر ۱۸، جلد۔۴۵، مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی۔ جو مواد ہمیں موصول ہوا۔ اس میں اس کا عکس موجود نہیں۔ اگر یہ مل جائے تو یہ سلسلہ مکمل ہو جائے گا اور مولوی محمد الدین کا صحیح حل بھی معلوم ہو جائے گا۔

(۶) جواب سوال ریاضی پر نظر

اس ہفتہ میں ہم اپنے دوست مولوی ظفر الدین صاحب قادری بریلوی کی ایک تحریر جو ۲۷ مئی کو وصول ہوئی تھی مگر بوجہ عدم گنجائش ۳۱ مئی کے پرچہ میں نہ شائع ہو سکی شائع کرکے اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے دونوں حضرات آئندہ ایسی تکلیف نہ گوارا فرما کر مشکوری کا موقع دیں گے۔

(اڈیٹر)

مکرم دوستان عنایت فرمائے بیکراں جناب شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری سلمہ، بعد ہدیہ سنت ملتمس۔ کل کے پرچہ میں صاحب اڈیٹر "المعلم" کی تحریر بعد انتظار کثیر جلوہ گر ہوئی جس میں آپ نے جواب اول سے عدول کرکے دوسرا جواب تو دیا مگر براہ بشریت شکر و شکایت کو شیر و شکر کیا اگرچہ انصافا شکایت میرے کلام سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا صاحب اڈیٹر (یہاں اور آگے بھی صاحب اڈیٹر سے مراد اڈیٹر المعلم یعنی مولوی محمد الدین ہیں۔۔ راقم) کے جواب اول کو میرے سوال سے۔ پھر بھی رفع شکایت دوستانہ ضرور اور ان کی انصاف پرستی سے کیا دور کہ جس طرح میرا پہلا کلام دیکھ کر اپنے جواب اول سے بیگانگی تسلیم فرمائی یوں ہی اس بیان کے ملاحظہ پر اپنی شکایت کا بیجا ہونا سمجھ لیں۔ خوبی و خوشی ہے خرد مندوں انصاف پسندوں کو جن سے غلطی ہو اور اقرار کو اصرار پر ترجیح دیں۔ اولا شکریہ لکھوں گا مگر نہ ان کا سا پہلودار کہ "انہوں نے کمال مہربانی سے مجھے اپنی غلط فہمی سے واقف کر دیا"۔ بلکہ ان صاف اور بے لوث الفاظ میں کہ الحمد اللہ میرا بیان ہفتم ربیع الاخر حق نما دافع خطا واقع ہوا جس سے میرے سوال بستم ربیع الاول شریف کا ٹھیک جواب ایک ماہر مہندس نے ۶ ہفتے بعد دیا۔ نکو گو اگر دیر گوئی چہ غم۔ ثانیا رفع شکایت کروں صاحب اڈیٹر کا۔ حاصل تحریر تین باتیں ہیں :

(۱) "میری نظر نے سوال سمجھنے میں لغزش نہ کی بلکہ

سوال کی عبارت بھی اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے"
(۲) "حل اس مفہوم کے مطابق بالکل صحیح"
(۳) "سوال کی عبارت اصلی مفہوم نہیں سمجھاتی"
صاحب ایڈیٹر غلطی کا اقرار تو کرتے ہیں مگریوں کہ اس کا الزام میرے سر دہرتے ہیں کہ تمہارا بیان ہی مطلب سے بہت علیحدہ اور اغل عبارت ہے جو مطلب اصلی ادا نہ کر سکا۔ اس کا مفہوم وہی ہے' جو ہم سمجھے اور اس مفہوم پر ہمارا جواب بالکل صحیح ہے' مگر افسوس یہ تینوں باتیں ویسی ہی غلط واقع ہوئیں جیسے ان کا پہلا جواب بلکہ حق یہ تین ہیں :
(۱) عبارت سوال کو اس مفہوم سے اصلا لگاؤ نہیں جو انہوں نے سمجھا۔
(۲) جو وہ سمجھے اسے مان کر بھی ان کو جواب وجہ صحت نہیں رکھتا۔
(۳) عبارت سوال اپنا اصلی مطلب افادہ کرنے میں قاصر نہیں۔ بیان سنیئے۔

امر اول کا بیان

عبارت سوال یہ تھی :
"سلسلہ مربعات میں ایسا گیارہواں مربع بتاؤ کہ دو مربعوں کا مجموعہ اور اس کے ضلع کا فضل ان میں ایک کے ضلع پر گیارہ ہو۔ اور ایسے چھٹے مربع کو اس گیارہویں سے کیا نسبت ہو گی۔"
صاحب ایڈیٹر اس کا یہ مطلب سمجھے۔
"مربعات کا ایسا سلسلہ لیا ہے جس کے اضلاع سلسلہ ہندسیہ حسابیہ سے ہیں اور ان میں سے گیارہویں اور کسی ایک کا مجموعہ ایک خاص مربع ہے۔ اس مجموعہ کے ضلع اور ان میں سے ایک مربع کے ضلع کا فرق گیارہ ہے۔"
(۱) سوال میں سلسلہ مربعات ہے نہ کہ مربعات سلسلہ تو یہ قید کہ جس کے اضلاع سلسلہ ہندسیہ حسابیہ سے ہیں آپ کا اپنا خیال ہے نہ کہ مطلب سوال۔
(۲) سوال میں تھا "ایسا گیارہواں مربع بتاؤ" اور کاف بیانیہ سے اس (ایسا) کے اظہار کو دو وصف ذکر کئے گئے تھے ایک یہ کہ دو مربعوں کا مجموعہ ہو۔ ظاہر ہے کہ امثال مقام میں "ایسا" کے بعد جو کاف آتا ہے وہ اپنے مدخول کے ساتھ اسی موصوف کے اوصاف بتاتا ہے یعنی ایسا امر مطلوب ہے جو یہ صفت رکھتا ہو۔
صاحب ایڈیٹر نے اس وصف کو توڑ کر ایک بیگانہ مربع پر ڈھالا کہ خود وہ گیارہواں تو دو مربعوں کا مجموعہ نہ ہو بلکہ کوئی اور مربع اس گیارہویں اور دوسرے کا مجموعہ ہو۔ میں یہ تو نہ کہوں گا کہ یہ مطلب فہمی ہوئی یا تراش وہمی۔ ہاں اسے صاحب ایڈیٹر کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔
(۳) جملہ "کہ" اس کاف بیانیہ کے بعد آئے حاجت اظہار مبتدا یا اسم نہیں رکھتا کہ ضمیر جو ربط جملہ و موصوف کے لئے ضروری ہے خود ہی مقدر ہوتی ہے یعنی ایسا گیارہواں کہ وہ دو مربعوں کو مجموعہ ہو مگر صاحب ایڈیٹر نے اسے گیارہویں کا وصف ہی نہ کہا۔ " دو مربعوں کا مجموعہ " اس ضمیر کی خبر نہیں ہو سکتا بلکہ خود اسم یا مبتدا ہو گا جیسا کہ اپنے بیان مفہوم میں فرمایا کہ ان میں سے گیارہویں اور کسی ایک کا مجموعہ ایک خاص

مربع ہے۔ دیکھئے مجموعے کو مبتدا کرنا پڑا مگر خیر سے خبر
کی خبر نہ فرمائے تو اب عبارت سوال میں اس اسم کے
لئے خبر کدھر۔ سوا اس کے کہ یہ معطوف علیہ اور فضل
معطوف مل کر مسند الیہ ہوں اور گیارہ مسند۔ اب
مطلب یہ ٹھہرے گا کہ دو مربعوں کا مجموعہ بھی گیارہ ہو
اور کل کی ضلع کا ایک جز کے ضلع پر فضل بھی گیارہ ۔
یہ خود بھی دو وجہ سے محال اور آپ کے جواب کا بھی
صریح ابطال کما لا یخفی۔

(۴)دوسرا وصف یہ تھا کہ "اس کے ضلع کا فضل ان
میں سے ایک کے ضلع پر ۱۱ ہو" صاحب ایڈیٹر نے اسے
بھی موصوف سے توڑ کر اس اجنبی پر ڈھال دیا۔

(۵) اب نہ وہ ضمیر رابطہ رہی نہ (اس) مرجع وہ
گیارہواں رہا بلکہ یہ مجموعہ ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ (ان)
کی ضمیر دو مربعوں کی طرف ہے تو گیارہواں مربع کہ
موصوف تھا جملہ میں اس کی طرف کوئی ضمیر نہ رہی۔ یہ
صریح باطل ہے۔

(۶) دو مربعوں کا مجموعہ صاف مطلق ہے کہ کسی دو کا
مجموعہ ہو۔ ان میں سے گیارہواں ٹھہرالینا اپنی بالائی
قرارداد ہے نہ کہ عبارت کا مفاد۔ غالبا رابطہ پیدا کرنے
کی مجبوری اس طرف لے گئی مگر ادنی زبان دان جانتا
ہے کہ رابطہ کی یہ شکل نہیں ہوتی۔ غرض صاف و پاکیزہ
عبارت کو محض مہمل و بے معنی بنا لینا مفہوم شریف کا
حاصل ہے اور اس پر جزم یہ کہ "سوال کی عبارت اسی
مفہوم کو ظاہر کرتی ہے جو میرے خیال ناقص میں آیا"

(۷) طرفہ یہ کہ بعد ایں ہمہ خرابی بصرہ بھی اپنے فرض
کو وہ سلسلہ کی تعین عبارت سے اصلا نہ نکال سکے اور
کیوں کر نکلتی کہ وہ سلسلہ نہ مراد قائل تھا نہ مفاد قول
بلکہ مفہوم شریف کا اپنا اختراع تو عبارت اس کا پتہ
کیوں دیتی۔ ناچار اپنے مفہوم کی تکمیل کو ایک اور پیوند
لگا کر اسے مفاد عبارت بنانا پڑا کہ "سلسلہ حسابیہ سمجھا
جائے گا یا ہندسیہ لیکن ہندسیہ میں کوئی عدد ایسے نہیں
جن کا فضل ۱۱ ہو پس سلسلہ مذکور سلسلہ حسابیہ خیال کیا
جائے گا۔ جس کا فرق عام گیارہ ہو"۔ عجب کہ سلسلہ لفظ
سلسلہ مربعات سے نکالا اور اسے سلسلہ حسابیہ پر
ڈھالا۔ مربعات میں سلسلہ ہندسیہ ممکن اور سلسلہ حسابیہ
محال۔ ممکن چھوڑ کر محال کی جانب انتقال۔ جب بنتی نہ
دیکھی سلسلہ مربعات کو سلسلہ اضلاع بنالیا۔ اگر سوال
ہو کہ سوال میں سلسلہ اضلاع کہاں تو جواب میں نفی
کے سوا کیا امکان۔

(۸) خود ہی بیان مفہوم میں سلسلہ حسابیہ ہندسیہ دونوں
محتمل مانے اس پیوند میں آکر ایک بلا دلیل باطل ہو گیا۔
کیوں نہیں ممکن کہ سلسلہ ہندسیہ لیا جائے۔

(۹) "سلسلہ ہندسیہ میں کوئی عدد ایسے نہیں جن کا فضل
۱۱ ہو"۔ اس سالبہ کلیہ پر کیا دلیل کسی دو عدد میں ۱۱ کا
فضل کیوں نہیں مل سکتا ہے۔ ہاں فاضل عام نا ممکن
ہے اس میں گیارہ کی خصوصیت نہیں۔

(۱۰) یہ فرق عام ۱۱ سوال کے کسی لفظ کا مطلب ہے۔ آیا
گیارہواں مربع کہنے سے سمجھا گیا تو آگے چھٹا کہنے سے
یہ سمجھا جائے گا کہ فرق عام چھ ہے حالانکہ محال کہ
سلسلہ واحدہ میں دو فرق عام ہوں یا مجموعہ کی ضلع کا
ایک جز کے ضلع پر فضل ۱۱ ہو اس سے سمجھ لیا جائے کہ
سارے سلسلہ کا بھی فرق عام ہو حالانکہ اسے اسی پر

اصلا دلالت نہیں۔ اپنا ہی فرمایا ہوا یاد کیجئے "لفظ (ایسا)" کا اطلاق صرف گیارہویں مربع پر ہو سکتا ہے نہ تمام سلسلہ پر۔

(۱۱) سوال میں تو لفظ سلسلہ ایک ہی جگہ تھا وہ بھی مربعات کی طرف مضاف ہو کر متعین مگر صاحب ایڈیٹر نے دو سلسلے بنا لیے کہ "مربعات کا سلسلہ جس کے اضلاع سلسلہ ہندسیہ حسابیہ سے ہیں" اب اس دوسرے سلسلہ کے تعین کے لالے پڑے۔ سرے سے قسم ہی متعین نہ تھی کہ سلسلہ ہندسیہ ہو یا حسابیہ ان میں ہر قسم کے نیچے بے شمار صفتیں۔ ان کی تعین کہاں سے آئی۔ لہٰذا یہ چارہ کار لیا کہ عبارت میں ۱۱ کا نام آ گیا تھا۔ اسی کو فرق عام مان لیا کہ قسم و صنف دونوں متعین ہو گئیں۔ غرض جہاں بنتی نہ دیکھی دل سے گڑھ لی۔ واقعی مطلب شناسی آسان ہے مطلب تراشی بڑے ماہروں کی شان ہے۔

(۱۲) لطف یہ کہ سوال میں کل اور اس کے ایک جز کی ضلعوں کا تفاضل ۱۱ مانا تھا۔ یہ اگر عام لیتے تو اصل مرام پر آ جاتے یعنی ہر مربع ایسا ہی ہو کہ دو مربع کا مجموعہ اور ضلع کل ضلع جز سے ۱۱ زیادہ ہو۔ صاحب ایڈیٹر نے تفاضل کو کہ ضلع مجموعہ و جز میں لیا تھا اضلاع سلسلہ پر ڈھال لیا۔ غرض طرح طرح مطلب وہ لیا کہ جس کی یوں ہی عبارت نہیں اور دعویٰ وہ کہ "عبارت اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے"۔

امر دوم کا بیان

(۱۳) ان تمام خرابیوں کے بعد آپ کا مفہوم مرغوم یہ ٹھہرا کہ ایسے مربعات کا سلسلہ جس کے اضلاع اس سلسلہ حسابیہ میں ہوں جن کا فرق عام ۱۱ ہے اس سلسلہ کا ایسا گیارہواں مربع لو کہ کسی اور مربع سے مل کر مجموعہ ایسا نیا مربع پیدا کرے جس کے ضلع اس گیارہویں اور اس کے ساتھ ملائے ہوئے دوسرے مربع میں کسی کے ضلع پر ۱۱ زیادہ ہو اور اسی سلسلہ کے چھٹے کو اس گیارہویں سے نسبت بتاؤ۔ عقلا جان سکتے ہیں کہ کہاں عبارت سوال اور کہاں یہ مفہوم محال ۔ یہ مفہوم اگر مان بھی لیجئے تو اب بھی جناب کا جواب جواب کو جواب عبارت کی کایا پلٹ ہو کر سب کچھ تومن مانتی بن لی مگر گیارہواں اور چھٹا اب بھی صادق نہ آ سکا۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ مفروضہ کے اضلاع ۱۱، ۲۲، ۳۳، تا آخر ہیں جن میں گیارہواں ۱۲۱ کا مربع ہے اور آپ نے ۱۳۲ کا لیا پھر شرائط کہاں پورے ہوئے۔

(۱۴) اس لاعلاج نقص کے معالجہ کو آپ فرماتے ہیں" ضروری نہیں کہ اعداد سلسلہ ۱۱ سے شروع کئے جائیں۔ ہمارا اختیار ہے کہ ۲۲ کو ابتدا مان لیں۔ اس صورت میں ۱۳۲ گیارہویں کا ضلع ہو گا اور ۵۵ چوتھے اور ۷۷ پانچویں کا"۔ یہ اختیار آپ کو سہی مگر سوال واحد میں تبدیل مبدء کا اختیار کس نے دیا۔ جب ۲۲ مبدء ہے تو ۱۳۲ کا مربع گیارہواں ہوا مگر ساتھ ہی ۶۶ کا مربع جسے آپ نے چھٹا ٹھہرایا ہے پانچواں رہ گیا۔ حالانکہ سوال میں گیارہویں اور چھٹے کی نسبت پوچھی تھی۔ غرض ۱۱ مبدء ہے تو ۱۷۴۲۴ بارہواں مربع ہے اور سوال گیارہویں سے اور ۲۲ مبدء ہو تو ۴۳۵۶ پانچواں ہوتا ہے اور سوال چھٹے سے۔ بنتی کسی طرح نہیں۔

(١٥) مزہ یہ ہے کہ ۷۷ کو پانچویں کی ضلع بتایا۔ یہ ایک ہی سوال کے سلسلہ میں تیسرا مبدء بنایا۔ ۴۳۵۶ چھٹا ہوا اور ۱۷۴۲۴ بارہواں اور ۵۹۲۹ پانچواں یعنی ایک ہی سلسلہ سوال میں ۱۱ '۲۲' ۳۳ تین مبدء عیاں۔ ظاہر ہے کہ ۲۲ مبدء ہو تو ۷۷ چھٹے کی ضلع ہے مگر شاید یہ اس لئے نہ فرمایا کہ جواب میں ٦٦ کو چھٹے کی ضلع بنا چکے ہیں۔ صریح تناقض کھل نہ جائے اگرچہ یہیں کا یہیں اور تناقص وقوع پائے۔

(١٦) ہم حضرت کے گر کی بتائیں۔ اپنا مفہوم مزعوم گڑھا گڑھا کر یاد آئی کہ وتر قائمہ کا مربع مربعین ضلعین کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہاں ہمیں ایسا ہی مربع درکار ہے۔ اب اعداد اضلاع قائمہ پر نظر کی تو نسبت اول میں ۳' ۴' ۵ ہیں اور کام ضلع وسطانی سے ہے کہ اس کو ضلع کل سے بقدر مطلوب تفاضل رہے گا۔ وہ یہاں ۴ ہے تو سلسلہ کا چوتھا ہی مربع ہو گا کہ گیارہویں سے بہت کم ہے اور نسبت سوم ۷' ۲۴' ۲۵ میں ۲۴ گیارہ سے بہت زیادہ اور آگے جتنا بڑھے بعد بڑھتا جائے گا۔ نسبت پنجم میں اگرچہ ۱۱ خود ایک ضلع ہے مگر ضلع اصغر نہ اوسط۔ ناچار دوم کی ضلعیں ۵'۱۲'۱۳' اختیار کیں کہ ۱۲' ۱۱' میں کچھ ایسا بہت سا فاصلہ نہیں۔ سوال ایسا بھی کیا بے مروت ہو گا کہ وہ گیارہواں پوچھے ہم بارہواں بتائیں۔ اتنے سے فرق پر راضی نہ ہو آم اور املی میں ایسا تفاوت ہے۔ خصوصا وہ بھی اس حالت میں کہ دنیا چھان ڈالی گیارہویں کے لئے کوئی نسبت نہ پائی۔ ناچار گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ جو مفہوم ان شدید خرابیوں پر بنایا تھا جواب اسی پر بھی ٹھیک نہ آیا۔

امر سوم کا بیان

(١٧) تقریر امر اول میں واضح ہو لیا کہ عبارت سوال کا صاف صاف مفہوم یہ ہے کہ جو مربع دو مربعوں کا مجموعہ اور اس کے ضلع کا اس مین ایک کے ضلع پر فضل ۱۱ ہو' ایسے اوصاف کا گیارہواں اور چھٹا اور ان کی نسبت مطلوب ہے۔ یہ کتنا کھلا ہوا مطلب ہے۔ اس پر صاحب ایڈیٹر کو یہ وہم ہوا کہ لفظ (ایسا) کا اطلاق صرف گیارہویں مربع پر ہو سکتا ہے نہ کہ تمام سلسلہ پر۔ ایسے سلسلہ کے تمیز کے لئے کوئی مخصوص صورت نہ رہی اس کی نظیر یہ کہیے کہ زید کہے اخبار "دبدبہ سکندری" کا ایک ایسا تیسرا پرچہ بتاؤ جس میں اس سوال ریاضی کی بحث ہے۔ عمرو کہے اس میں بحث سوال مذکور کا تعلق صرف تیسرے پرچے سے ہوسکتا ہے نہ کہ ان تمام پرچوں سے جن کا یہ تیسرا ہے۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے یہ واضح معنی ہیں کہ اخبار کے وہ پرچے جن میں اس سوال کی بحث ہے ان میں تیسرا پرچہ مطلوب ہے۔

(١٨) جب کہ صفت کا تعلق صرف گیارہویں سے رہا تو اس کا گیارہواں ہونا اس صفت کے لحاظ سے نہ ہوا اور سوال میں اس کے سوا کوئی اور حیثیت متعین نہیں جس کے لحاظ سے گیارہواں لیجئے مثلاً مطلق مربعات کا گیارہواں' مربعات افراد کا گیارہواں' مربعات ازواج کا گیارہواں وغیرہ وغیرہ ہزاروں صورتیں محتمل ہیں تو لحاظ صفت سے گیارہواں نہ لینا سوال کو محض مجمل و مہمل

معنے پر حمل کرنا ہے۔ خود فرماتے ہیں "تمیز کی کوئی مخصوص صورت نہ رہی" پھر عجب ہے کہ وجہ تمیز صراحتہ سوال میں موجود ہوتے ہوئے عدم تمیز کا اختیار کیا معنے۔

(۱۹) یہ وجہ مرجح بھی نہ ہوتی جب بھی یہ معنے برابر کا احتمال رکھتے کہ اس صفت کے لحاظ سے گیارہواں مطلوب ہو یعنی اس شان والوں کا گیارہواں یا گیارہواں کسی اور لحاظ سے کہا ہو اور یہ صفت صرف اسی سے متعلق ہو پھر یہ حکم لگا دینا کہ "(ایسا) کا اطلاق صرف گیارہویں پر ہو سکتا ہے۔" کیوں کر وجہ صحت رکھتا ہے۔

(۲۰) سب جانے دیجئے آخر چھٹے کے ساتھ بھی تو (ایسے) کا لفظ موجود تھا کہ ایسے چھٹے کو کیا نسبت ہو گی۔ (ایسا) کا تعلق گیارہویں سے تھا (ایسے) کا تعلق چھٹے سے کہاں گم گیا۔ آپ نے جسے چھٹا بتایا وہ ایسا کب آیا۔ یہ تو ایک بہت سیدھی سی بات ہے۔ بہر حال عبارت کی صریح نا فہمی قائم اور جواب کی کھلی غلطی لازم۔

(۲۱) صاحب ایڈیٹر اگر ان وجوہ کو ملاحظہ کرتے جو پرچہ سابقہ میں گذارش کیں تو ہرگز اس مفہوم کا نام نہ لیتے کہ وہ وجوہ ہی اس کے ابطال کروانے کو کافی تھیں۔ جواب اعتراض کا نام لینا اور اعتراضوں کا اصلا جواب نہ دینا بلکہ وہی بات جس پر وہ اعتراض تھے۔ اعادہ کرنا ایک ذی علم سے بہت بعید ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہا اس ایضاح مبسوط کے بعد صاحب ایڈیٹر ضرور اپنی رائے واپس لیں گے اور نہ منظور ہو تو میرے ہر نمبر کا جدا جدا جواب ضرور پہلے کی طرح نہ ہو۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ ہم نے ان کی دوستانہ شکایت رفع کردی۔ اب جانے دیں اور اجازت فرمائیں کہ کچھ اور سوال پیش ہو کہ اخبار دبدبہ سکندری کے کالم اس مذاکرہ عامہ سے پر بہار ہوتے رہیں۔ آئندہ اختیار فقط

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ از بریلی پنج جمادی الاول روز چہار شنبہ ۷ ۱۳۲۳ھ

نمبر ۲۰، جلد ۴۵ صفحات ۵-۸، ۷ جون ۱۹۰۹ء

اس علمی بحث سے مولانا ظفرالدین کی علوم ریاضی میں مہارت اور ان کے عالمانہ طرز استدلال کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے پہلے جواب کو سات دلائل سے رد کیا جو اصول ریاضی پر مبنی تھے۔ سوال کی عبارت کے بارے میں اعتراضات کے بطلان میں اکیس دلائل پیش کئے۔ یہ قواعد زبان، منطق اور ریاضی سے متعلق ہیں۔ مولانا ظفر الدین کے انداز میں امام احمد رضا کی جھلک نظر آتی ہے۔

مولانا ظفر الدین کی ریاضی میں مہارت محققین کو دعوت فکر دیتی ہے کہ انہوں نے علوم ریاضی میں جو کارنامے انجام دیے ان کی جستجو کی جائے۔

ریاضی کا یہ سوال بھی مزید تحقیق کا طالب ہے۔ سوال سادہ تھا اور اس کا جواب بھی مشکل نہ تھا یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ سوال کہاں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق کس دینی مسئلہ یا علم توقیت، علم نجوم، علم ہندسہ، فن تعمیر، یا کسی اور شعبہ سے ہے۔ نیثا غورث کے مسئلہ سے اعداد کا متعلق ہونا علم ہندسہ سے اس کا رشتہ جوڑتا ہے۔ یہ کسی خاص شکل کی جانب لے جاتا ہے۔ سلسلہ مربعات لا انتہائی ہے۔ اس کے ابتدائی گیارہ ارکان لئے گئے اور ان میں آخری اور درمیانی کو خاص اہمیت دی گئی۔ گیارہ کا تفاضل کیوں لیا گیا۔

کوثر نیازی

(سابق وزیر امور مذہبی حکومتِ پاکستان و چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد ــــ مشہور مصنف و قلمکار اور شاعر و ادیب)

○

اُردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام مَیں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے ــــ مَیں بلا خوف تردید کہتا ہُوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پُورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام

ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف ــــ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جُھکا رہے گا ــــ مَیں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اُردو زبان کا قصیدہ بُردَہ ہے تو اس میں ذرّہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا ــــ جو زبان و بیان۔ جو سوز و گداز، جو معارف و حقائقِ قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں ــــ مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجّہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

(کوثر نیازی : الامام احمد رضا الحنفی البریلوی و شخصیتہ الموسوعیہ، (معترجہ ممتاز احمد سدیدی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۴۲ - ۴۳)

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

(ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی ۔ لاہور، پاکستان)

اُردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعرا نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کیے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات ہے ــــــــــ مولانا اُردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو پُوری طرح اپنے فنِ نعت میں برتا۔ ــــــــــ تبحرِ علمی، زورِ بیان اور وابستگی و عقیدت کے عناصر، اُن کی نعت میں یُوں گھُل مِل اور رچ بس گئے ہیں کہ اُردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتا۔

("اُردو میں نعت گوئی"، مقالہ ڈاکٹریٹ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور شائع کردہ اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، ص ۴۰۹۔ بشکریہ پروفیسر رضاء اللہ حیدر فریدی، اوکاڑہ۔ پنجاب)

in his book *Islamic concept of Knowledge.*"

(vi) SAJDAH BEFORE ALLAH ALONE

A'lahazrat has given us a lesson not to make a *sajdah* (prostration) before anyone other than Allah. Sajdah before non-Allah is strictly inadmissible in Islam. A'lahazrat makes it clear that sajdah of worship before non-Allah amounts to *Kufr,* whereas *sajdah* of respect before non-Allah is inadmissible. A'lahazrat says that *sajdah* before a *Mazar* is *Haram.* It is wrong to say that according to A'lahazrat *sajdah* before non-Allah is premissible. what to say of sajdah before *Mazar,* A'lahazrat does not permit even to kiss it. He advises the people to stand before *Mazarat* a distance of about yards or so. The stand of A'lahazrat is clear. What do the people actually do at *Mazars'* A'lahazrat is not responsible for that. No savant of the world has ever allowed drinking or gambling to the people but the people do so. Then what to do? As they do, so shall they reap. Savants are supposed to teach the people, they are not supposed to run after the people. A'lahazrat has not allowed to lay *chadar* (sheet of cloth) or to light up the candles on the tombs of Tom, Dick and Harry. He has allowed to do so only on the tombs of *Aulia and Ulema* with some reasonable restrictions. A'lahazrat has written a lot against *bid'a (innovations).* Please see the followings books and treatise for further details.

1. *Al-Zubda al-Zakiyya li Tahrim-i-Sajud al-Tahiyya*
2. *Murawwaj al Naja li khuruj al-Nisa*
3. *Hadi al-Nas fi Rusum al-A'ras*
4. *Jali al-Sawt li Nahi al Da'wat amam al-Mawt etc.etc.*

A'lahazrat kindled the torch of *sunnah* in the subcontinents. It is a fact admitted by the scholars and savants of the world. *Sunni* Islam is the true Islam, true religion and the only religion. The anti Islam lobby try their best to disintegrate the unity of *Ahl-i-Sunnat.* Please remember the last word of advice by A'lahazrat felowmen!"You are the simple and innocent sheep of dear Mustafa (Allah's Grace and Peace be upon him) and walrus are around you. They want you to drag you to Hell with them. Beware of them! Be far from them!" The only targets of the anti Islam lobby are the *Sunnis* and the *Sunni* states throughout the World. For the *Sunnis* it has coined the terms of Fundamentalist, Militant, Terrorist etc. etc.

Dr. Muhammad Haroon a newly converted Muslim of UK rightly says:- "The real key to the future of Islam is to realise the value of *Sunni* Islam and restore it. *Sunni* Islam sets up the rule of Allah alone. This is something infinitely precious. It is something beyond price...... I pray that my readers may come back to *Sunni* Islam and if they are already *Sunni* I pray that they work hard to show to the World the beauty of *Sunni* Islam and work hard to set up the rule of Allah alone. This was the aim of the Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him), this was also the aim of such great *Sunni* Muslims as Imam Ghazali and Imam Ahmad Riza Khan Bareilwi."[6]

6 The Islamic Times, UK, Feb P.24

one's knowledge.

(V) ILM-I-GHAYB

A'lahazrat has given us a lesson that the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) possessed the knowledge of Ghayb (the unseen) as given by Allah, that is, certain amount of knowledge of not total knowledge. Allah bestows the knowledge unseen (Ilm-i-Ghayb) to the selected ones as clarified in the Holy Qur'an. Qur'an says:-

"And this messenger is not miserly in telling about the knowledge of the unseen."[4] There are so many verses in the Holy Qur'an which tell about the knowledge of unseen given to the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him).[5] Allah was not short of Ilm-i-Ghayb to give it to the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) and the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) was not short of anything from Allah. How much Allah may have gifted and how Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) may have got, A'lahazrat presents a beautiful idea about it. What makes one not gift, A'lahazrat has solved. He has attributed three reasons to it:

(i) If the donor is not competent to make a gift.
(ii) If the donee is not competent to receive a gift.
(iii) If the donor wishes to preserve it for somebody else, that is, if the donor feels that he would lose what he would gift.

A'lahazrat goes on to say that as far as gift from Allah to the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) is concerned, all these three factors can create no obstruction what so ever. As for the competence to make gift, Allah has the absolute power to gift. Who can check Him from making the gift if He desires? As far as competence of the donee is concerned, ours is the chosen Prophet of Allah. He is *Mehboob* of Allah. He is Ahmad as well as Muhammad (Allah's Grace and Peace be upon him). That is to say, he is one who praises Allah most and he is one who is praised most by Allah, the very question of his being incompetent to receive a gift from Him does not arise. As regards the third point, our Prophet is the Last Prophet and, hence, there is no occasion for Allah to preserve *Ilm-i-Ghayb* for any subsequent Prophet. If a man makes a gift, he loses that much of his possession. But unlike man, Allah never loses anything. Thus, there being no factor at all to obstruct the gift, Allah knows better how much *Ilm-i-Ghayb* He may have gifted to Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) or the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) knows better how much *Ilm-i-Ghayb* he may have been gifted. Who has the power to question it? A'lahazrat has elaborated this point very scholarly in his book *Al-Dawla al-Makkiyya fi Madda al-Ghaybiyya* written in Arabic at Mecca in 1324/1906. Prof. Dr. Muhammad Hanif Akhtar Fatmi of London University elaborated the views of A'lahazrat on *Ilm-i-Ghayb*

---

4 al-Takwir. 24

5 Please see Al-i-Imran:44, 179; Hud; 49; Ysuf:102 etc

(iii) GIFTED KNOWLEDGE OF THE HOLY PROPHET

A'lahazrat has given us a lesson that the knowledge of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) was gifted knowledge from Allah. It is wrong to say that A'lahazrat has said otherwise. A'lahazrat declares: *Ilm—i-Zati* (Personal knowledge) is a feature of Allah only. For non—Allah, it is strictly impossible and whosoever accepts even an iota of *Ilm—i-Zati* for non-Allah, he is a *Kafir*.'[2]

(iV) INFINITE KNOWLEDGE OF ALLAH

A'lahazrat has given us a lesson that the Knowledge of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) is no match for Knowledge of Allah and the Knowledge of entire creation is no match for Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) knowledge. He has made it clear in unequivocal terms that the Knowledge of the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) has no relation or comparison whatsoever with that of Allah, the Most High. Not only this, A'lahazrat clarifies to the extent that if the knowledge of all Awwaleen (the ancients) to Akhreen is put together, even then this aggregate knowledge can have no such relation with the knowledge of Allah which a 1/1 crore of a drop may have with a crore of oceans because such relation is of finite with finite, where as the knowledge of Allah is infinite. Finite can have no relation with infinite, A'lahazrat elaborates.[3]

2 Khales al-Etqad
3. Almalfooz Pt.I

Now after such micro scanning put forth by A'lahazrat, can anybody still feel anything wrong about A'lahazrat. Thanks to A'lahazrat, even from Mathematical angle, calculators which fail to calculate as to what has been said by A'lahazrat exactly. How many drops does an ocean suppose to contain? Even taking a crore drops only, the figure to be arrived at, as he talks of crore ocean would be as under:-

$$\frac{\frac{1}{1}\text{ Crore}}{1\text{ Crore x }1\text{ Crore Crore}}$$

$$=\frac{\frac{1}{1}\text{ Crore}}{1\text{ Crore x }1\text{ Crore x }1\text{ Crore}}$$

$$=\frac{\frac{1}{10000000}}{1000000000000000000000}$$

$$=\frac{1}{10000000000000000000000000000}$$

$$=0.0000000000000000000000000001$$

This figure though too negligible is not even exact as it is based on mere assumption regarding number of drops in an ocean. The exact figure is incalculable And if it is calculable, then A'lahazrat says not to this extent even. In the nutshell, A'lahazrat admits that the knowledge of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) is nothing before the knowledge of Allah but he does not admit that the knowledge of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) is nothing before the knowledge of the Devil as is admitted and propagated by the Deobandi savants. After all, one can acknowledge the knowledge of someone according to

TEACHINGS OF A'LAHAZRAT

By: Zahoor Ahmed

To give a vivid account of his teachings, a team of teachers is required as he was skilled in all sciences. For detailed study of his teachings, please study "*Talimat-i-A'lahazrat*" written by Hazrat Mawlana Muhammad Meekayeel Ziayee, published from Al-Mujahid Academy, Kanpur. Some of his teachings are as under:

(i) LOVE FOR THE HOLY PROPHET

A'lahazrat has given us a lesson of love for the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). It is his teaching of teachings. A'lahazrat is a by word for the Holy Prophet's love. He practiced love. He preached love. He admired love. He loved the love. This is why Hazrat Obaidullah Khan 'Azami calls him "*Imam-i-Ishq-o-Muhabat*" (Leader of Love). In the eyes of A'lahazrat, *Iman* is the name of love with Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). Love means utter love, that is, love without any element of disrespect. According to A'lahazrat, love and disrespect cannot co-exist. A Muslim is not a Muslim unless he loves the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) by heart and mind and mind and heart. The more he loves, the more perfect Muslim he happens to be.

(ii) MATCHLESS MAN

A'lahazrat has given us a lesson that the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) is certainly a man but such a man that there is no man like him. The opponents of A'lahazrat say that he has denied the man—hood of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) altogether. It is wrong and totally wrong. A'lahazrat has declared in very clear terms that whosoever denies the manhood of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) altogether, is *Kafir*.[1] It is funny that everybody calls his beloved matchless. Then why can't we call the *Mehboob* of *Allah*, that is, Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) matchless. A'lahazrat himself writes the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) to be a man but a matchless one. He says as translated:

From top to bottom grace of Allah he is
Like him no man, such a man he is.
Qur'an holds him to be *Iman*
And *Iman* says its soul he is

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
اُن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

1 Fatawa—i-Rizawiyya Part VI.

of treatises, annotations and commentaries etc. written by Ahmed Riza on different branches of arts and sciences[30]. I have read these notes cursorily. Sayyid Sahib has published from Karachi, the annotations on logarithm in 1980 and for knowledgeable people they are worth reading. On trigonometry also there are notes and he intended to publish them too. There is nobody in Pakistan who can understand his Arabic and Persian books on mathematics. I drew the attention of the Noble laureate Prof. Abd al-Salam but he pleaded his inability and said, "I shall be happy but I can't understand Arabic"[31].

---

30. Late Syed Hiyat Ali Qadri (d 1412/1992) was founder and life president of Idara-i-Tahqeequat-e-Iman Ahmed Riza, Karachi.
31. Sahibzada Syed Wajahat Rasool Qadri, the sitting President of Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Riza, has visited India in 1981, 1989 and 1992 and brought photo copies of some 200 manuscript of treatise, annotation and commentary written by Imam Ahmed Riza in Arabic, Urdu and Persian, and they are available at library of Idarah.

HAZRAT RIZA BAREILWI

(Prof. G. D. Qureshi, Newcastle, U.K.)

Instead he sang the praises of Prophet Muhammad (Allah's Grace and Peace be upon him) through inimitable lyrical poems. This choice was intuitive and most appropriate. I often feel that he could not have done justice to this subject if he had not adopted poetry as his medium of communication. His profound emotions of love for the Islamic ways of life in general and the personality of the Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) in particular needed the depth of poetry to attain a satisfactory expression. I have noted with immense joy that this choice of words, rhymes, metaphors, similies and the general drift of his style reflect the profoundity of his love for every aspect of our beloved Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). Poetry was the ideal medium for him and he chose it, and I am happy he did.

phonoghraphia" 1326/1908. The subject out worldly appears to the *Fiqh* but in truth it is scientific. All the discussion in this treatise are related to science. He has pointed out in this treatise the difference between the photography and the phonography. He has written two preludes, discussing phonography. In the first prelude he discusses:

1) What is sound?
2) How it is produced?
3) How it is heard?
4) After its production, whether it remains or disappears?
5) Whether it exists outside the ear or originates with in the ear?
6) What is its relation to the Soniferous (one that makes sound)? Whether it is its intrinsic property or extrinsic?
7) Whether it continues to exist or not after its disappearance?[27]

In the second prelude he discussed:

1) Existence in the eyes.
2) Existence in the mind.
3) Existence in the print.
4) Existence in the book.

After these two preambles, the main discussion begins.

Ahmad Riza had special expertise in *'Ilm al-tawqit* (chronometry). Zafar al-Din Rizawi collected the speeches of Ahmed Riza on *'Ilm al-tawqit* and published them in the form of a treatise under the name, *"Al-Jawahir walyawaqhith Fi 'Ilm al- tawqit"* This treatise is also known as *'Tawzih al-Tauqit'*. This treatise was printed and published from Na'imi press, Moradabad (India). Among the letters of Ahmad Riza we find his research on various branches of arts and sciences. In one letter written on 5 Safar 1333/ 1915, he discussed *'Asr-i-Hanafi* in about 10 pages.[28] Zafar al-Din Rizawi, shedding light on Ahmad Riza's mastery of *'Ilm al-tawqit*, writes:

> "Along with astronomy, his mastery of ilmal-tawqit was so great that it would be apt if he is called the forerunner in it".[29]

Students from Hijaz and Russia used to come to Ahmad Riza to study modern subjects. Mawlana Sayyid Hussain Madani (Son of Sayyid Abd al-Qadir Shami) came from Madina and stayed with him for 14 months and learnt *'Ilm-i-taksir*. It is for him Ahmad Riza wrote the treatise of *'Ilm-i-taksir*, called, *'Ata'ib al-Iksir fi 'Ilm al-Taksir*. His letter dated 27 Muharram 1306/ 1888 addressed to Zafar al-Din Rizawi is full of discussion on *'Ilm-i-taksir* in 6 pages.

Ahmad Riza had a keen insight in *'Ilm-i-Jafar* also Abd al-Ghaffar al-Bukhari came from Russia and stayed with him to learn this science from him. Ahmad Riza's treatise 'Safr al-Safr-'an al-Jafr bi al-Jafr' is on this topic.

My friend date Sayyid Riyasat Ali Qadri has brought from Bareilly 40 Arabic, Persian and Urdu manuscripts

27 Ahmad Riza, Al-Bayan-i-Shafiyya Li Phonografiyya, Lahore, pp5-6
28 Hayat-i-A'lahazarat, vol. pp.235-261
29 ibid. p.159

Qur'an Bi Sukun-i-Zamin-o- Aasman" 1338/1920. In this treatise, he discussed the movement of the earth and opposed the views of Prof. Hakim Ali. His angle of view about the modern and ancient philosophies, was not imitative or apologetic but it was very creative and sincere. He had unshakable faith in Qur'an and the *Hadith*, and no vicissitudes of time could affect him.

Once he wrote to Prof. Hakim Ali:

> "My friend! It is obligatory that our hearts should be filled with honours of *Sahaba*, the companions of the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). They learnt Qur'an from the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) and understood its meaning from him. Before them we appear to be unlettered, my friend! If we think that meaning we have understood of Qur'an is correct, and the honour of Sahaba, particularly Hazrat Huzayfa and Hazart Abdullah Ibn-i-Mas'ud understood them wrongly, the *Sahaba* is slighted. I give you in the protection of Allah that even such a thought passes through your heart."[25]

After this, Ahmad Riza continued in that letter:

> "My friend! Science would not be Muslimised by adjusting problems and *ayah* to Science. In this way, May Allah save us. Islam accepted Science and not Vice Versa. If Science is to be made Muslim, all the Islamic problems with which science is apparently in contradiction, have to be highlighted inquiring into the weakness of the reasoning of science. Science should be employed to emphasise the positive features of Islamic stand and rebut the un-Islamic views of modern science. This is not difficult for an intelligent man like you. You love such things."[26]

If we had accepted the approach of Ahmad Riza our educated Muslims youth today would not have been so enamoured of modern thought and skeptical about Islamic views. I feel that if the scientist would have sought guidance from the Qur'an they would have reached centuries back where they reached now. Life in Plants, echoes of sound in space, speed of light, magicalities of land and ocean. the colourfullness of the earth and heaven, and the disintegration that goes on in the universe are not new for a student of Qur'an. They are very old. It is the magical spell of the West that even the. acquainted appears to be quaint.

Properties of sound were discovered much later but Muslim sufis and *ulama* had discovered quite early and pointed out things which would perhaps be surprising to modern man. Ahmad Riza wrote a treatise "*Al-bayan-i-Shafia li-*

25 ibid, p.3
26 ibid, p.24

tronomer became the impetus of two other treatises on the subject, i.e. (i) *Al-Kalima al-Mulhama.* (ii) *Fawz-i-Mubin.* Ahmad Riza wrote the reason for writing his treatise "*Al-kalima al-Mulhama Fi al-Hakima al- Mohkama*" thus:

> "It so happened on 18 *Safar* 1338, Mawlana Mawlavi Zafar al-Din Rizawi sent one question, stating that some American astronomer had claimed that as a result of the conjugation of planets a large hole would be formed in the Sun and it would cause earthquakes and storms, and many countries would be devastated. In short, a mini doomsday was predicted. In a few pages it was answered whether the prediction was right or wrong. The prediction was wrong. The conjugation of the planets he had claimed would neither occur on that date nor would gravitation have any value. In this connection, I discussed certain evidence, contradicting the rotation of the earth. When it became too lengthy, it was separated and published as separate book under the name '*Fawz-i-Mubin*' in which many premises of modern philosophy have been rebutted. This motivated me to rebut the Ancient Philosophy and (Allah be praised), the book "*Al-kalima al- Mulhama*" was formed".[22]

Dilating on *Fawz-i-Mubin,* he writes:

> "By the grace of Allah, I wrote a comprehensive book under the chronogrammatic name *Fawz-i-Mubin dar Radd-i-Harkat-i-Zamin* (1338/1919) contradicting the modern philosophy. In it I had furnished 105 evidences, opposing the premises of the rotation of the earth and the theory of attraction and repulsion".[23]

Prof. Hakim Ali (d. 1364/1944) was teaching mathematics in Islamiyya College, Lahore. He was exceptionally brilliant in his field. Aqa-i-Bedar Bakht (Principal, *Dar al-Ulum Al-Sina al-Sharqiyya*, Lahore) was disciple of the former, Prof. Hakim Ali had reverence for Ahmad Riza and used to visit him and exchange thoughts on intellectual matters. Both had correspondence with each other about the rotation of the earth. On 14 *Jamadi al-awwal* 1339/1921, Prof. Hakim Ali wrote a letter to Ahmed Riza and from this letter it could be inferred that both were carrying on correspondence on it for a long time. Professor Sahib wrote to Ahmad Riza:

> "If you kindly agree with me, Allah willing, Science and the Scientists could be Muslimised".[24]

In reply to this letter, Ahmad Riza wrote the treatise "*Nuzul-i- Ayah-i-*

---

22 Al-Kalima al Mulhama etc., Delhi, 1947, p.7
23 ibid, p.5
24 Ahmad Riza, Nuzul-i-Furqan etc., Lucknow, p.4

his life in the study of mathematics. I wondered what he would ask. On the contrary, I had multifarious engagements. Allah Knows whether I would be able to give him a convincing answer or not. Allah be praised, he was satisfactorily convinced and felt happy".[20]

At the time Dr. Zia al-Din visited Ahmad Riza, Sayyid Ayub Ali and his brothers Sayyid Qana'at Ali were both present. They have recorded what they witnessed. Sayyid Ayub had written when Doctor Sahib presented the problems, Ahmad Riza solved that in no time. Then Doctor Sahib mentioned one Arabic book on mathematics which was then in the library of the Muslim University, Aligarh. Doctor Sahib said he would send the book through one knowledgeable person and requested Ahmed Riza to explain the book to him. He would then understand the book with the help of that person and translate the book in English. That person brought the book and Ahmad Riza explained the book to him.

During his stay in Simla, Mawlavi Muhammad Hussain (Proprietor of Tilismi Press) in 1929, asked Dr. Zia al-Din about his meeting with Ahmad Riza he said:

"My problem was so complicated and insoluble but he solved it in no time as if he had been working on it for a long time. Now in India there is no one so knowledgeable" .[21]

Knowledge of mathematics is closely related to *'Ilmal-Fara'iz*. Without understanding mathematics no *fatwa* could be given about *'Ilm al-Fara'iz*. That was the reason many muftis of Indo Pak refrain from giving such *fatawa*. Among the successors of Shuch knowledegable Muftees Ahmad Riza Khan Bareilwi and Mufti Muhammad Mazharullah Dehlawi were experts in *'Ilm al-Fara'iz* because they had comprehensive knowledge of mathematics. This could be realised by the perusal of *Fatawa-i-Rizawiyya* and *Fatawa-i-Mazhari*.

Apart from mathematics, Ahmad Riza had deep knowledge of astronomy also. Prof. Albert, an American astronomer, made a predication and the same was reported in the newspaper "India Express" (dated 18th October 1919) that on 17th December 1919, a hole would appear in the Sun and as a result there would be storms and earthquakes on earth. This report caused panic in India. Zafar al-Din Rizawi sent the newspaper cutting of this report to Ahmed Riza. In the light of his astronomical knowledge, he considered the mathematical evidence and proved the American astronomer was utterly wrong. He, in his letter dated 1st *Rabi'al-Awwal* 1338, to *Zafar al-Din. Rizawi*, had discussed this in detail, spread over 8 pages. Later, what Ahmed Riza said proved to be right. The prediction of the American as-

20 ibid, p.155
21 ibid, p.155

paid to him by Mawlana Abu al-Hasan Ali Nadwi, *Nazim of Nadwat al-Ulama*, Lucknow in *Nuzhat al-Khawatir* (Vol.VII, Hyd. A.P. India):-

Ahmad Riza is matchless in his understanding of *Hanafi* jurisprudence and its minutiae. His collection of *fatawa* is an evidence of this claim. (Eleven volumes have been published in India Pakistan. Recently Riza Academy Bombay, India has also published the two twelth volume) His book "*Kiflal-Faqih al-Fahim fi Ahkam-i-Qirtas al Darahim*" which he wrote in Makka in 1323 is another evidence."[18]

In another place he writes:

> "During his stay in *Haramayn Sharifayn* he wrote some treatises. When the *ulama* of *Haramayn* asked some question, he wrote the answers for those question. In the subject of *Fiqh* and its controversial problems, his comprehensive Knowledge, his felicity of writing and his intelligence left everybody wonder struck".[19]

From these, it is evident that not only in Pakistan and India but even in *Haramayn Sharifayn* he had left the indelible mark of his genius in jurisprudence.

Besides *Ulum-i-Manqula* (Traditional Sciences) Ahmad Riza had masterly perfection in *Ulum-i-Ma'qulath* (Rational Sciences) also. Zafar al-Din (pupil and Khalifa of Ahmad Riza) has written that Sir Zia al-Din, Vice Chancellor of Muslim University, Aligarh, had published a question relating to quadrangular geometry (*Ilm al-Murabba'at*) in the newspaper *'Dabdabai Sikandari'* before 1329/1911, requesting that any Mathematician, if possible, could help him in solving it. Ahmad Riza solved the problem and published the solution. Along with the solution, he set another mathematical question and published this question also. Dr. Zia al-Din saw the solution and the question with a surprise that *Mawlavi* could not only solve the problem but could set a question too. Dr. Zia al-Din solved the question but Ahmed Riza found fault with it and left Doctor Sahib wide with wonder.

Thus they were introduced to each other in absentia. Doctor Sahib had another mathematical problem which was defying a convincing answer. He wanted to go to Germany to solve it. At the suggestion of Prof. Sayyid Sulayman Ashraf Bihari, Head of the Department of Islamic Studies, Muslim University, Aligarh, he called upon Ahmad Riza. Professor Sahib was the *Khalifa* of Ahmad Riza.

When Ahmad Riza heard that Doctor Sahib was about to visit him, he wondered how a man who has spent his life studying mathematics, Allah knows, would ask what sort of quaint question. Expressing his apprehension, Ahmad Riza told Sayyid Ayub Ali:

> "Before the visit of Doctor Sahib, I thought he had spent

18 Abu al Hasan Ali Nadvi: Nuzha al-Khawatir etc., Hyderabad (A.P.), 1970, pp.39-41

19 Abu al Hasan Ali Nadvi: Nuzha al-Khawatir etc., Hyderabad (A.P.), 1970, pp.39-41

domination" — I am indebted to Shafique Ahmed Khan who while comparing with other translation has drawn the attention to the translations of 'A'lahazrat,' and thereby, has rendered a useful service.[14]

Many scholars have written learned thesis on Ahmad Riza's translation, and the following among them, are noteworthy:

1. Sayyid Muhammad Madani: "Imam Ahmed and comparative study of Qur'an's Urdu translation".
2. Sher Muhammad Khan Aawan: "Ahmad Riza and the merits of *Kanz al-Iman*".
3. Akhtar Riza Khan Azhari:" Ahmad Riza Khan's translation of Qur'an in the light of realities".
4. Hakim-ur-Rahman Rizawi: "Ahmad Riza Khan and the peculiarities of his translation of Qur'an".[15]
5. Allama Muhammad Abd al-Hakim Akhtar Shahjahanpuri Mazhari has published commendable work on *Kanz al-Iman* with the title of *Tashil Kanz al-Iman*. (Lahore: 1993)
6. Prof. Majeedullah Qadri: *Kanz al-Iman aur digar Ma'ruf Urdu Trajim Ka Taqabuli ja'iza.* (Doctoral dissertation, Karachi University, Karachi, 1993).

Apart from translating the Qur'an Ahmed Riza has written a commentary. of the Qur'an in parts. On the *Urs* occasion of Shah Abd al-Qhadir Badayuni (1319/1901-2) he spoke for six hours on *Surah al-Dheeha*. Then he said that he had written commentaries on some *ayah* of this holy *surah*; he left it off after writing 80 *juz*, as it was time-consuming, and he could not find time for writing the commentary of the whole Qur'an.[16] Had he written The commentary it would have been doubtlessly a work of singular distinction like his translation.

Beside Qur'an Ahmed Riza had deep grasp of *Hadith* too. Appreciating his grasp of *Hadith* Shaykh Yasin Ahmad Al-Khiyari Al-Madani had written that he was *a Imam of Mohaditthin* (Leader of Traditionalists).

The following treatises of Ahmad Riza testify to his comprehension of *'Ilm-i- Hadith*:

1) *Al-Nahi al-Akid 'an-salath wara'al-Taqlid* (1305/1887)
2) *Al-Had al-Kaf-fi Hukm al-Zi'af* (1313/1895)
3) *Hajiz al-Bahrayn Al-Waqi'an Jam'i Al-Salathayn* (1313/1995).
4) *Madarij-i-Tabqhat al-Hadith* (1313/1895).
5) *Al-Fazal al-Mohibi fi Ma'na iza sih a al-Hidith Fa huwa Mazhabi* (1313/1895).[17]

Ahmed Riza's deep understanding of *Fiqh* could be seen by the tributes

14 ibid, 30 September

15 Al-Mizan, Bombay, March 1976, pp.85-156

16 Hayat-i-A'lahazarat, vol. 1, p.97

17 Mr. S.M. Khalid Hamidi (research scholar of Jamia Millia University New Delhi) has mentioned 40 books of Ahmad Riza Khan on Hadith in his doctoral dissertation.

of the limits of heaven and earth (we will also see) go out! But without power you cannot go out (And you have no power).[11]

Ahmad Riza Khan (1340/1921) translates:

"Oh group of jin and men, if you could cross over the limits of the heaven and earth, Where-ever you go, you would find but His own saltanat (authority and control).[12]

In the above translations, the word 'Sultan' was translated as *ghaliba* by Shah Rafi al-Din, as *Zoar* by Nazir Ahmad Dehlawi and Ashraf Ali Thanwi but Ahmad Riza Khan translated it as *'Saltanat'*. This has solved all the confusions produced by the space research of modern times.

The columnist Miyan Abd al-Rashid of *'Nawa-i-Waqat'*, Lahore, translated *'Illa-bi-Sultan'* *as* but through Sultan'. Captain Shafique Ahmed commenting on it wrote:

"After reading this translation our friends opined how the American and the Russian spacecrafts crossed the limits of earth and landed on the moon. Such thoughts may occur to others also."

In order to know the truth I looked into three or four authentic translation of Qur'an, and found Ahmed Riza Khan's translation as more appropriate and I have presented the same before the readers.

Quite early he has translated this *ayah* as," Oh group of jin and men, if you could, cross over the limits of heaven and earth, where-ever you go, you would find but his own *saltanat*." The word *'Illa-bi-Sultan'* is aptly translated as 'but His own *Saltanat*'. The English version of Sultan is authority or control. The meaning is whenever man can go he will not be able to go beyond the control or authority of Allah.[13]

Dilating on the views of Captain Shafique Ahmad, Dr. Muhamad Baqqar wrote in his letter to the editor of *Nawa-i-Waqt* under the Caption "Explanation of the *ayah* of *Surah al-Rahman*".

"Sir,

When Captain Shafique Ahmad Khan drew the attention in the columns of your esteemed newspaper, I looked for the meaning of the word *"Sultan"* and came to know the meaning is *"Saltanat"* (Domination) in the dictionary (Crown, P.422; Richardson P.701). Therefore, A'lahazrat Mawlana Shah Ahmed Riza Khan, by translating sultan......has made the understanding of the aforesaid *ayah* simple and easy. That is, Allah says, "however you may go beyond the earth and the heaven, you will be within My

---

11 Quran, Urdu Translation (1325/1908) with text, Karachi, p,481

12 Kanz al-Iman (1330/1912) (Urdu) Karachi, p.633

13 The Daily Nawa-i-Waqat, (Lahore 16 September 1975

Inheritance)

After listing these disciplines he writes:

"I seek Allah's refuge that I have not said these things as a matter of pride or to promote myself but I have counted the blessings of the Munificent Allah. It is not my claim that I am an expert in these disciplines."[7]

Because of his astonishing sagacity and astounding acumen Ahmad Riza had qualified himself at the earliest age. He himself writes:

"When I had finished my studies and I was counted among the qualified *ulama* it was in the middle of *Sha'ban* 1286. At that time I was 13 years, 10 months and 5 days old. On the same day *namaz* became obligatory on me and *shari'a* commands and prohibitions became effective on me."[8]

Ahmad Riza Khan had exceptional insight in most of the disciplines he has mentioned. This can be testified by his published books and the unpublished manuscripts. The Xerox copies of the more than one hundred manuscripts are in my personal library at Karachi (Sindh, Pakistan). In Qur'anic studies, his Urdu translation of Qur'an *"Kanz al-Iman"* appeared in 1330/1911. Then his *Khalifa* Muhammad Na'im al-Din Moradabadi in 1367/1948 wrote notes *on this translation under the name "Khaza'in al-Irfan Fi Tafsir al-Qur'an"*. The English translations of *Khaza'in al-Iman* by Prof. Dr. M.H.A. Fatimi and Prof. Shah Farid al-Haque are also available at Stockport (UK) and Karachi (Pakistan). Prof. Majeedullah Qadri has been conferred the degree of Ph.D. by Karachi University, Karachi (Sindh, Pakistan) in 1993 on the comparative study of *"Kanz al-Iman"* and other noted Urdu translations of the Holy Qur'an. He completed the thesis under my supervision.

The extreme care Ahmad Riza had employed in his translation is rare to find in other translations. Here an *ayah* No.17 of *Surah al-Rahman* is presented for comparative study.

Shah Rafi al-Din Mohaddith Dehlawi (1233/1818) translates this *ayah* as :-

"Oh Group of jin and men: if you have powers, cross over the corners of heaven and earth; cross, But you could not cross without 'power'.[9]

Nazir Ahmad Dehlawi (1332/1914) translates it like this:

"Oh group of jin and men, if it is possible, run away from the borders of heaven and earth (to anywhere) if you could run-away, try to leave. If you have such 'powers', leave (and it is not in you it cannot be.)"[10]

Ashraf Ali Thanwi (1362/1943) translates it as follows:

"Oh group of jin and men if you have this power to go out

---

7 ibid, pp301-315

8 ibid, p.309

9 Qur'an, Urdu Translation (1203/1788) with text, Delhi, 1942 p.979

10 Qur'an, Urdu Translation (1313/1895) with text, Delhi, 1905, p.594

21. *'Ilm-i-Hindsa* (Geometry)

About the 21 aforesaid disciplines he writes: "These 21 disciplines I mastered from my revered father."[2]

After this he mentioned the following disciplines:

22. *Qhir'ath* (Art of recitation of Qur'an)
23. *Tajwid* (Knowledge of right pronunciation)
24. *Tasawwuf* (Islamic Mysticism)
25. *Suluk* (Knowledge of manners in Islamic Mysticism)
26. *Akhlaqh* (Ethics)
27. *Asma al-rijal* (Science of names of tradition-narrators)
28. *Siyar* (Biographies)
29. *Tawarikh* (Chronology)
30. *Loghath* (Lexicon)
31. *Adab Ma'jumla Fanun* (Literature with all crafts)

About these 10 disciplines, he writes:

"I was given *ijaza* in these disciplines too, which I have not studied under any teacher but I have *ijaza* in these from discerning *ulama*. [3]

Then he has mentioned these disciplines:

32. *Arsma-tiqi* (Arithmetic)
33. *Jabr-o-Moqhabila* (Algebra)
34. *Hisab-i-Satini*
35. *Logharasamath* (Logarithm)
36. *'Ilm al tauqith* (Chronometry)
37. *Manazir-o-Maraya* (Science of Sight etc.)
38. *'Ilm al-Ukur* (Knowledge of the spheres)
39. *Zijath* (Astronomical Tables)
40. *Muthallath-i-Kurrawi* (Spherical Trigonometry)
41. *Muthallath-i-Musathah* (Plian Trigonometry)
42. *Hay'ath-i-Jadida* (Modern Astronomy)
43. *Murabba'at* (Quadrangular)
44. *Jafr* (Art of making Cipher)
45. *Za'ircha* (Horoscope)

About these 14 disciplines of learning he writes:

"I give *ijaza* in these which I have not learnt from any useful teacher, either by reading or by listening or by mutual conversation."[4]

Then he says in the last:

"The knowledge of these 19 disciplines I got by the Heavenly Blessings". [5]

After these, he has mentioned the following disciplines which he has not read from any teacher.[6]

46. *Nazm-i-Arabi* (Arabic poetry)
47. *Nazm-i-Farsi* (Persian poetry)
48. *Nazm-i-Hindi* (Urdu poetry)
49. *Nathr-i-Arabi* (Arabic prose)
50. *Nathr-i-Farsi* (Persian prose)
51. *Nathr-i-Hindi* (Urdu poetry)
52. *Khath-i-Naskh* (Arabic Calligraphy)
53. *Khath-i-Nastha'liqh* (Persian Calligraphy)
54. *Tilawath Ma' Tajwid* (Recitation of Holy Qur'an with right pronunciation)
55. *'Ilm al-Fara'iz* (Knowledge of

2 ibid, p.301,
3 ibid, p.303
4 ibid, p.307
5 ibid, p.315
6 ibid, p.315

Imam Ahmed Raza
A Scholar of high perfections

Prof. Dr. Muhammad Masood Ahmed

Ahmad Riza Khan studied under various teachers but with personal study he perfected himself in more than 55 different disciplines of knowledge. He has given these details in the *'Arabic Sanad-i-ijaza'* which he had given to Hafiz Kutub al-Haram Mawlana Sayyid Isma'il Khalil Makki. On 8 *Dhi al-Hijja* 1323 oral *Ijaza* was given, on 6 *Safar* 1324, the manuscripts of the *ijaza* was prepared, on 8 *Safar* 1324, a fair copy was finalised. The chronogramical name of this *sanad* is *"Al-Ijaza al-Rizawiyya Li-mubjali Makka al-bahiyya"*.[1]

In his *sanand,* Ahmad Riza has mentioned the following disciplines:-

1. *'Ilm al Qura'n* (Knowledge of Qur'an)
2. *'Ilm-i-Hadith* (Knowledge of Traditions)
3. *Usul-i-Hadith* (Principles of Traditions)
4. *Fiqh-i-Hanfi* (Hanafi Jurisprudence)
5. *Kutub-i-Fiqh Jumla* (All books of Jurisprudence)
6. *Usul-i-Fiqh* (Principles of Jurisprudence)
7. *Jadal-i-Muhazab*
8. *'Ilm-i-Tafsir* (Knowledge of interpretation of Holy Qur'an)
9. *'Ilm-al-Akalam* (Scholastic theology)
10. *'Ilm-i-Nahaw* (Syntax)
11. *'Ilm-i-Sarf* (Grammar, Accidence and Etymology)
12. *'Ilm-i-Ma'ani* (Elocution)
13. *'Ilm-i-Bayan* (Rhetoric and Eloquence)
14. *'Ilm-i-Badi* (Style)
15. *'Ilm-i-Manthiq* (Logic)
16. *'Ilm-i-Munazara* (Knowledge of argumentation)
17. *'Ilm-i-Falsafa* (Knowledge of Philosophy)
18. *'Ilm-i-Taksir* (Carrying Figures)
19. *'Ilm-i-Hay'ath* (Astronomy)
20. *'Ilm-i-Hisab* (Arithmetic)

1. Rasa'il Rizawiyya, vol. 11. p.301 (Lahore: 1976)

9) Ahmed Rida Khan, *al - Ataya l-Nabawiyya fi l- Fatawa l Redawiyya*, Lahore 1986, vol. X,part 1, pp. 152 f.
10) Ahmed Yar Khan, *al- Ataya l-ahmadiyya fi Fatawa- na imiyya*, Lahore 1976 vol. I, pp 305 f.
11) Muhammad Nur allah, *Fatawa-* i Nuriyya, Basirpur 1977, vol.11 pp. 151 ff.
12) Ahmed Rida Khan, *Fatawa al-Haramayn bi- rajf nudwat al-mayn*, Lahore 1974, p.394.
13) *Mufti* Ghulam Sarwar Qadiri, *Mas'ala- a Taswir* Lahore 1991,pp. 15 f.
14) Rashid Ahmed, *Ahsan al-Fatawa*, Karachi 1986/7, vol. 111,p. 288.
15) *Mufti* Muhammad Mazhar Allah (d. 1966), Fatawa-i Mazhar i, Karachi 1970, pp. 280-4.
16) Kifayat Allah, *Kifayat al-mufti, Dehli* 1977, vol. IX, p. 234.
17) Ghulam Sarwar, *Mas ala- i Taswir*, p.5.
18) Mawlana Abu l- Wafa Thana allah Amritsari, *Fatawa-i Thanaiyya*, Lahore 1972, vol.11 p.195.
19) *Fatawa-i dar al- ulum Deoband, Deoband* 1963, vol. II,pp. 1012 f.
20) Abd al-Rahim Lajpuri, *Fatawa-i Rahimiyya* Rander *1968*,vol. I,.96.
21) Saiyid Athar Abbas Rizvi, *Shah abd al- Aziz*, Canberra 1982, p. 475.
22) Abd al -Hayy Lakhnawi, *Majmua-i-Fatawa-i abd al- Hayy*, Kartachi 1983, vol. II,p. 286.
23) Mawlana Rashed Ahmed Gangohi, *Fatawa-i Rasidiyya*, Delhi 1944, vol. III, p. 103.
24) *Kifayat al- Mufti*, Delhi 1982, vol. II, pp. 79 f.
25) M. Gaborieau, *The Description of Sufism in Siratu l-Mustaqim*, Paris 1994, p.103.
26) Muhammad Isma il al- Salafi, *Fatawa-i Salafiyya*, Lahore 1987,p.
27) Kifyat al-*Mufti*, Delhi 1977; vol, IX, p. 512.
28) Twenhtieth century! As late as 1882 *shaykh Muhammad al-Inbabi* (1884)-96), holder of the Rectorat of the azhar univesity, confirmed in a *fatawa* the desirability of a removal of the statues of lions, situated at both ends of the Qasr al-Nil bridge (R. Peters in a paper delivered in 1992 at a conference in Salamanca).
29) Muhammad Mutawalli al-Sha rawi, *al-Fatawa, Beirut 1981*, vol. I, part 3,p. 44.
30) id. vol. II, part 8, pp.80 f.
31) Dr. Ahmed al- Sharabasi, *Yas alunaka fi l-din wa i- hayat*, cairo 1977, vol. I, pp. 620 f.
32) id. vol. I,pp. 644 f.

Egyptian *ulama* replied: 'After a lot of work'. Thereupon the *mufti* observed: 'What is the difference between treatment of material with one's hands and a lot of work?! The Egyptian *ulama* admitted: 'Indeed, it is the same thing'[27]). Here the more liberal view of the Egyptian *ulama* by comparison with the Indian *mufti* is a proper illustration of the standpoint found in the 20th century [28]) writings of Azhar scholars. In present day Muslim world the al-Azahar university in Cairo represents the classical Islamic tradition at its best. So by way of conclusion contemporary fatwas of Azharis will be quoted in order to locate and characterize the position taken by the *muftis* of the Subcontinent.

Shaykh al-Sharawi (b. 1911), a member of the Azhar elite, declares in one of his fatwas: "There is no objection to photos being replicas of the original, as they are no products of creativity" [29]). In another fatwa we read: "The use of television is justified if its is for the cultivation of one's mind, and improper if it leads to immorality, moral depravity and deviations"[30]). An analogous example of a fairly moderate attitude with respect to the prohibition of images is furnished by the Azhar scholar Dr. al-Sharabasi who, for instance, sets forth that "it is allowed to make drawings of animated beings for the purpose of teaching. It is for the general good" [31]). Of similar import is his maxim: "The show of a theater or the film of a cinema fulfills a nice target if it aims at analysing vices that should be avoided, or praiseworthy virtues that should be adopted, and it does not evoke sensuality" [32]).

In the light of these rather progressive views of representatives of al-Azhar, one is driven to the conclusion that broadly speaking an unmistakeably conservative position is taken up by the Indo-Pakistani *muftis* in the matter of visual culture and possible deviations from a rigorously enforced standard with regard to image worship.

Notes:

1) Abd al-Haqq al-Haqqani Dihlawi, *Tafsir-i-Haqqani*, Lahore 1945, vol.VI, p.11
2) In sura iii, 49 we are told that Jesus as a child made clay models of birds, and then made them alive. It is not a disapproved act but on the contrary mentioned here as a happy sign that proves his prophetic mission.
3) In Hans Wehr's Dictionary of Modern Written Arabic one of the possible meanings of *musawwir* is 'cameraman'.
4) *Thaqafat-i-Lahore*, March 1960, p. 17.
5) Bu. *BAD' AL-KHALQ* 17.
6) Niharranjan Ray, *Mughal Court Painting*, Calcutta 1975, p.32.
7) *The World of Islam*, ed. B. Lewis, London 1976, p.62
8) Yasin Akhtar Minshahi, *Imam Ahmad Rida awr Radd-i Bid at-o Munkarat*, Karachi, 1985, p. 511. I owe this text and that of *Mas'ala-i Taswir* to my Pakistani friend Prof. Muhammad Mas ud Ahmed.

offer the public entertainment;

b) a lot of *hajj* rituals are often difficult to fathom by outsiders, and if they are at the same time enemies of the Islam they may poke fun at them[19]). And probably intended for the government of Saudi Arabia which by means of films advertises the *hajj*, the remark is made by *mufti* Abd al-Rahim Lajpuri (b. 1903): "There are surely alternate mediums available to propagate the *hajj*" [20]).

Formation of pictures is not only effected by material instruments. Images can also be evoked by men's mind. A peculiar application of it is met in the field of sufism. A essential requirement for anybody desiring to follow the life of a sufi is to place himself under a guide, a *shaykh* or pir. The latter is believed to be able to 'transmit' spiritual power to his disciple. In order to attain this, the novice (murid) must keep to the forefront of his mind a mental image of his director. The technical term for this exercise is *tasawwur-i-shaykh*, visualization of the guide. In a fatwa Abd al-Hayy al Lakhnawi (d. 1886), associated with the famous seminary of Farangi Mahal in Lucknow, states that *tasawwur* as is practiced by *sufis* is correct. Major Muslim authorities (as e.g. Shah Abd al-Aziz, son of Shah Wali Allah [21]) went in for it [22]). Deobandis, on the other hand proceed with caution when discussing the legitimacy of this practice. Rashid Ahmad Gangohi (d. 1905) observes: "Although it might be preferable to refrain from it, there is no serious objection to availing oneself of *tasawwur*..... in behalf of psychotherapy, if one keeps to the limits the *shaykhs* put to it [23])". And the Deobandi Kifayat Allah (d. 1952) remarks casually: "No more importance should be attached to *tasawwur* then deeming it a possible preventive against forbidden acts[24])". For obvious reasons Muslim puritans denounce this institution. The well-known reformer Sayyid Ahmad Barelwi (d. 1831) "says it is forbidden because it is a form of idol worship"[25]). In a fatwa of 3-11-67 al-salafi, a representative of the Ahl-i-*hadith*, discusses the *tasawwur* of Mohammed during the *salat*, said to be an article of faith specific to the followers of ahmad Rida Khan (d. 1921). "in worhsip", al-salafi contends, " the mere mention of the Prophet as God's slave and messenger does not damage the majesty of God. But if the image of a favurite of God, holy man or prophet emerges, the implicit notion of their grandeur will damage the majesty of the perception of God"[26]).

The *mufti* Mawlana Abd al-Haqq, attached to a *madrasa* in Muradabad relates the following anecdote: "when leaving India visiting *ulama* from Egypt expected that in accordance with the custom of their country a group photo would be taken. However, the *mufti* who acted as host declined to come up to this wish. The Egyptians retorted: 'Pictures that are prohibited have to do with workmanship and treatment of a material with one's hands. A photo is merely a reflected image.' Subsequently, the Indian *mufti* asked: 'How is this reflection through a lens of a camera passed on photographic paper?' The

losed their form altogether, and consequently remained no longer pictures [13]).

On the other hand, toys and dolls of children are not prohibited. In a tradition, reported by Abu Daud (*Adab* 54), Aisha told: "I used to play with dolls. Sometimes the Prophet entered. Then he laughed so heartily, that she could see his molar teeth when discovering dolls in her storeroom".

Modernity with its abundant visual materials, consisting of photographics films, television and cinemas, furnishes Indo-Pakistani *muftis* a lot of polemical labour. In a fatwa published in 1970 the Deobandi Rashid Ahmad (b.1922) states that it is most objectionable (*makruh tahrimi*) to perform a *salat* behind an *imam* who uses to watch television[14]). In a collection of fatwas issued by Muhammad Mazhar Allah Dihlawi (d. 1966) the institute of photography is combated with the following arguments:

a) it is not correct to contend that the prohibition of images by the *hadit* literature only regards idols. For the prophet ordered before he would enter the Kaaba that besides the idols also the effigies of Ibrahim and Ismails had to be removed (Bu. *Hajj* 54).

b) unsubstatntial is the postulate that the picture reflected on the lens of a camera does not differ from mirror image. In the latter case there is no question of a human manufacture;

c) reference to the datum that even *ulama* do not object to have one's photo taken is invalid in view of the fact that making of pictures was an abomination to Mohammad because of its imitating in this way the creative power of God [15]).

In the opinion of the Deobandi *mufti* Kifayat Allah (d. 1952) only permissible is a small picture of a person on which no limbs are discerned and its use is unavoidable as in the case of coins with the portrait of a human being [16]).

Less explicit is the standpoint of Ghulam Sarwar Qadiri, *mufti* at the Jamia Ridawiyya in Lahore. "Views of *ulama*", he explains, "differ about pictures of objects without a three-dimensional body which do not cast a shadow. Some of them consider such products totally prohibited, and refer to the warning of the Prophet: 'Anybody who during his earthly life makes a representation of living creatures will be told on the Day of Resurrection of breathe life into what he has created, but he will not manage it' (Bu. *Ta'bir* 45). This is, however, "Ghulam Sarwar argues, "a conclusion mistakenly drawn from the *hadith* in question, because for the infusion of life the availability of a body is always required. A picture on a cloth or a paper has nobody. It is merely a painting" [17]).

Mawlana Thana Allah al-Amritsari (d. 1948) like the majority of the *muftis* condemns cinema attendance, branding it a lewd practice [18]). Within the scope of this repudiation even falls the performance of a film of the *hajj*. In a fatwa issued by Ashraf Ali Thanawi in 1939 the line of argument taken in this rejection is:

a) the intended purpose of it is to

ban on images can be drawn form the *hadiths*, Traditions. Accordingly, Indo-Pakistani *muftis*, in supports of orthodoxy, base their arguments not on the Word of God, but on the statements of the Messenger of God provided by the *hadiths* when they are tied up with verifying the interdiction of making images. Here the best known dictum is : "Angels do not enter a house where there are dogs or representations of living creatures[5]).

We as students of Indian Islam all go into raptures when gazing at the wonderful products of Mughal court painting. The patrons of it, the sultans, in spite of their unassailable position had still to defend themselves against expectable allegations from orthodox quarters. If reading for instance, a plea of His Majesty Akbar, one may meet with to one's suprise an argument that could not be unfitting for a present day modernist; "It appears to me", Akbar confesses, "that as if a painter had a quite peculiar means of recognizing God; for a painter sketching anything that has life...., must come to feel that he cannot bestow individuality upon his work, and is thus forced to think of God, the Giver of life......"[6]).

In those ages, Richard Ettinghausen remarks, artists engaged in figural work theologically "stood on the lowest level, otherwise reserved for usurers, tat.ooers and buyers of common, non-hunting dogs"[7]). In our cenntury the Indian Barelwi *mufti* Yasin Akhtar Misbahi warns his public: it is a serious offense to produce a representation of living creatures, irrespective whether it is done with one's hand or by means of a camera... And it is a sin to appoint such a person as an *imam* (minister of a mosque [8])". Out of consideration of local religion, the Barelwis make an exception for the pictures of the shrine or sandal of the Prophet, claiming that "from the time of Mohammad's Successors till today '*ulama*' of every generation use to derive blessings from such prints by kissing them [9]).

A second exceptive provision these *muftis* accept alongwith colleagues of other denominations regards the passport photo required for participation in the *hajj* (pilgrimage to Mecca), for according to the Muslim fiqh (jurisprudence) a prohibited matter may become permitted in case of emergency [10]). Furthermore, another *mufti* soberly observes, one need not worry about the necessity of a passport photo since a human being cut in half cannot be alive, and is alike a tree which has no *ruh* (breath of life) at his disposal [11]).

A third exception the Barelwis agree to concerns images treated with disdain like those made in a carpet on which people place their feet [12]). Yet, as another *mufti* notifies discretely, one should bear in mind that in several traditions mention is made of the Prophet's order to pull away curtains having portraits of animals attached to a wall, stating: "Take the curtains with pictures of birds away from me. Whenever I see them, it brings to my mind the pleasures of worldly life". Thereupon Aisha prepared cushions out of them, on account of which the figures

Indian muftis and the prohibition of images

Dr. Johannes M.S. Baljon , Leiden.

For the adherents of the three Abrahamic religions the divine command to Mosses and his people: "Thou shalt not make unto thee any graven image" lies, as everybody know, at the root of the prohibition of participation in pictoral activities. It is basically an illicit arrogation of the divine creative power by humankind. Furthermore, the prohibition is an effective antidote against idolatry as it is primarily concerned with sculpture. By means of magical devices, an icon may serve as a useful tool to get control over the god ahead. In the Old Testament, nevertheless, there is no question of an elaborate application of a ban on graven images. On the contrary, the Israelites are instructed to make two cherubs, angelic beings, of gold on the ark (exodus xxv, 18).

Curiously enough, in spite of the profound iconoclasm Islam is credited with we read in the Koran commentary of *Abd al Haqq al-Haqqani Dihlawi (d. 1977) that the* statues (*tamathil*) which, according to Sura xxxiv, 12/13, *jin* in the service of Salomon, had carved were Bronze images of cherubs[1]. In this way, present-day Pakistani Muslims may find a scriptural justification for painting on trucks and buses, as a kind of protective charm. Pictures of al-Buraq, the flying steed on which Mohammed is said to have ridden when he made his miraculous "night-journey". The Koran, actually, is not the most suitable instrument for Muslim fighters of depicting livings forms[2]. It is almost in passing that in certain passages the Holy book denounces the worshippers of idols: "O believers, wine, gambling with arrows, and stones set up and worshipped in preference to the true God are an abomination....; so avoid it" (Sura V, 92). Hence it is no great matter of surprise that so-called modernists, in favour of visual arts, quote the Koran in support of their viewpoint. In sura lix, 24 God is characterized as the *Musawwir*[3]), the Designer. The Pakistani modernist Muhammad Ja'far Shah Phulwarwi points in this context to Sura ii, 132, where man is incited to take on the *sibgha* (dye) of god, i.e. to acquire the divine attributes[4]).

Much more scriptural proof of a

were annihilated and nothing could save them.

17. Allah raised another generation which should take lesson from previous one, they were destroyed though they were strong, wealthy and prosperous.
18. This verse was revealed concerning Nazar-bin-Harith, Abdullah bin Ummaya and Nofal bin Khuwailad. They told that they would never believe unless the Book of Allah was brought to us and four angels should be witness for confirming that the Book was from Allah and Muhammad (Sallalho alaihe wasallam) was Messenger of Allah. The verse tells that all these things are their guile and excuse, they would never believe even if written Book is given in their hands. The would call it a magic. They did not believe even after seeing and confirming the splitting of moons and called this miracle a magic.
19. Polytheist.
20. Prophet Muhammad (Sallalaho alaihe wassalam).
21. They would not have believed.
22. The torment would have been certain then. After demanding sign from Allah, the torment becomes obligatory.
23. Not for a single moment the torment would have been tarried.
24. This is in reply to the infidels who used to say the prophet as an ordinary man like them, so they were deprived of believing. Human being can take guidance from a prophet who is from among them and he should be present among them looking like human being. Ordinary human beings can never see any angel in his true shape.
25. If angel would have been sent, then he would have been necessarily in a human shape, then again they would have raised same objection that a human being has been sent as a prophet.
26. They faced severe torment. The consolation has been given to prophet that previously too the infidels did the same with the prophets, consequently they were punished. The polytheists are being warned to take lesson from previous nations.

EXPLANATORY NOTES FROM KHAZAENUL IRFAN

By: Maulana Syed Naeemuddin Muradabadi
Translation: Prof Syed Shah Faridul Haque

AL-ANAAM-VI (1-10)

1. It is a Meccan Chapter. Hazrat Abbas says that entire chapter was sent down in one night at Mecca, and seventy thousands angels came with it, and they filled the horizons of the sky. Another saying is that the angels came glorifying and sanctifying Allah and the Prophet fell in prostration saying: Sanctified is Allah, the Great.
2. Kab Ahbar says that the first verse in Taurat is this very verse. This verse teaches bondmen to praise Allah knowing that He is Carefree. The creation of heavens and earth has been mentioned as there are many miracles and wisdom of Allah in it and various advantages for the people.
3. He created every darkness and light, whether the darkness be of non-believing or night or illiteracy, or hell, and every light whether it be of the day or believing, or guidance, or knowledge or be of Paradise. Darkness is many but the light is one, the path of guidance, that is only Islam.
4. Inspite of seeing the signs of His Authority and being informed of solid arguments the infidels deny the Authority of Allah.
5. They prefer others over Allah and worship stones though they accept Allah as the Creator of heavens and earth.
6. A human being belongs to the lineage of Adam who was made with clay. When Allah can make in the beginning He can do the same next time and make the dead alive.
7. After fulfilling the time all would be dead.
8. Raising after death.
9. No one is associated with Him.
10. Here truth refers to the verses of Quran or Prophet and his miracles.
11. How grand it is and how severe was the torment of mocking at.
12. Previous nations.
13. We established them by giving them strength, wealth and abundance of worldly goods.
14. For the greenery of cultivation.
15. For nursing gardens and one could get the necessaries for worldly comfort and ease.
16. They belied prophets, so they

5. Have they not observed how many a generation[12] We have destroyed before them? We gave them such establishment in the earth[13] which We gave you not, and We sent them rain in torrents[14] and caused rivers flow[15] beneath them, then We destroyed them on account of their sins,[16] and after them raised up another generation.[17]

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن
قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ
نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم
مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي
مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ
وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

7. And if We had sent down on you something written[18] on paper so that they would have touched it with their hands, even then the infidels would have said, this is nothing but manifest magic!

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ
فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾

8. And they said,[19] Why not any angel has been sent on him.[20] And if We would have sent an angel[21] the affair would have been finished,[22] and they would not have been given time.[23]

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَ
لَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ
لَا يُنظَرُونَ ﴿٨﴾

9. And if We had made the Prophet an angel,[24] even then We would have made him a man,[25] and they would have the same doubt in him as they have now.

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا
وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ ﴿٩﴾

10. An assuredly, O beloved Prophet! Messengers before you were mocked at; then those who were mocking at them; their mockery surrounded themselves.[26]

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ
فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ ع

AL-ANAAM-VI
(The Animal)

From Kanzul Iman by Imam Ahmed Raza Khan Barelvi
Translated by Prof Syed Shah Faridul Haque

Allah in the Name of the most Affectionate the Merciful[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

SECTION: 1

1. All Praise to Allah, "Who created the heavens and the earth[2] and brought into being the darkness and the light.[3] Yet the infidels[4] ascribe equals to their Lord.[5]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬
ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾

2. It is He Who created you from clay,[6] then He decreed a term,[7] and there is a determined promise with Him,[8] thereafter you doubt.

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ
قَضٰۤى اَجَلًاؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ
ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾

3. And He is the very Allah of heavens and earth.[9] He knows all your secrets and what you reveal and knows your doings.

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِؕ
یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾

4. And there comes to them no sign of the signs of their Lord, but they turn away, their faces from it.

وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ
اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴﴾

5. Then undoubtedly, they belied the turth[10] when it came to them, so now they are to be informed of that they were mocking at.[11]

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْؕ فَسَوْفَ
یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾

IMAM AHMED RAZA'S RELIGIOUS POETRY

Prof G.D. Qureshi

1. Thank God! That moment of starting the journey has luckily arrived;
On which the essence of welfare and success can be easily sacrificed.
2. The hardships of heat, headache, fever and journey stare into your face;
O ungrateful man! Just realize you are going to see the most magnificent place.
3. O soil of Taybah! You possess a soothing power for our hearts and feet;
4. Every drop of the holy river "Zarqa" senders us pious and sturdy;
Every particle of Taybah's dust makes our hearts pure and healthy.
5. The Prophet brought us here in the shade of his compassion safely;
This journey is full of dangers for those who do not believe in his mercy.
6. We heard that the travellers are robbed and killed in the way;
you have really given us an ideal sense of security during night and day.
7. Look! The night and the moon are still shining brighter;
It is the twenty-fourth of the month of Safar-ul-Muzaffar.
8. O moon of Merinah! Bestow upon your spiritual light sublime;
The ordinary moonlight is bound to fade away with time.
9. "He who visits my grave will enjoy the reward of my intercession";
O Allah! shower your blessings on the prophet who gave us a hope of our salvation.
10. Allah has given me the honour of performing Hajj as acts of mercy and grace;
The real purpose of my visit is to pay my regards to the Prophet's resting place.
11. I never said Kaabah but started Taybah as my aim;
When somebody asked me as to what was my destinations name.
12. Kaabah is also a shadow of his divine light;
His reflection has made the Black Stones pupil bright.
13. Where would Abraham, Kaabah and Mina in our culture stand?
Oh Merciful Master! The first and final authority lies in you holy hand.
14. Hazrat Ali sacrificed his prayer over the sleep of Allah's messengers.
It was the Asr prayer, which is the most delicate and important prayer.
15. Hazrat Siddique sacrificed his life over him in the cave;
He defended the messenger of Allah because he was honourable and brave.
16. Oh Najdis! Trying to glorify Allah without praising His beloved Prophet's greatness;
Is not an act of glorification but a key to stark madness.
17. That Allah will ever give anything without His Prophet's intercession;
Is an errant lie and the cry of a blind man in frustration.
18. Adam, Noah, and Abraham reflected our Prophet's spiritual light;
The fruits carry forward the radiance if the seed is inherently bright.
19. His Prophethood and parentage is for the entire humanity;
The mother of human kind is his son's bride in matrimony.
20. He is my flower in appearance by my tree in reality;
Adam (peace be upon him) praises him and pronounces this decree.
21. Remember him first and then your prayer will become bright;
This is what the call to prayer says at dawn with the first ray of light.

Hymn (Hamdi-i-Bari Ta'ala)

Muhammad saleem ullah Judran
Bhoa Hassan (M.B.Din)

Glorify the name of Your Lord the Most High,
He gives life to everything and causes to die.
He is the Esteemed One and the Wise
Created you and made for you hearts, ears and eyes
He is the Sanctified who made all pairs,
Towards Him is the return of all affairs.
He made earth a bed and sent rain from sky,
Brought forth varied vegetation thereby.
He is the Creator; The Bestower of form to everyone,
Subdued to us the day and night, the moon and sun.
He is the First, The Last, and the Manifest,
His is the whole kingdom; The Lord of East and West.
Beg to Him all that in heavens and eart
He is very Gracious to mankind; there is no dearth.
Lo! Glorify the Name of your Lord and Magnify,
Which, then, of His favours will you deny?

SOURCE: English Translation of "KANZ-Ul-IMAN" By Prof.Shah Farid-ul-Haq
(1).S.AL-ALA:1.
(2).S.AL-HADID: 1,2.
(3).S.AL-MULK :23.
(4)..S.YASEEN :36.
(5).S.AL-HADID :5.
(6).S.TAHA :53.
(7).S.AL-HASHR :24.
(8).S.AL-NAHL :12.
(9).S.AL-HADID :3,5.
(10).S.AL-RAHMAN :29
(11).S.AL-M'OMIN :61.
(12).S.Al-RAHMAN :30.

10. "Teaching of *A'ala Hazrat*" is an exerpt form "*A'ala Hazrat* At a Glance" written by Mr. Zahoor Ahmed Azhar Office Secretary of monthly digest "*DAMAN-I-MUSTAFA* ISLAMIC DIGEST", Bareilly (U.P) India.

 The book was published for the second time by Riza International Publications, P.O.Box No. 13235 Karachi we are publishing the above article with complements of both the above institutions.

11. Lastly we again express gratitude to all those learned writers whose articles are being published in our present issue and also offer thanks form depths of our hearts to all our respected well wishers who have rendered valuable assistance to us in the form of finance and suggestions. May Allah bless them all for this noble cause and provide us strength and sincerity to keep enlighten and uphold high the torch of beneficial knowledge and love for beloved Prophet Muhammad (Allah's Grace & Peace be upon him) till the last hours of our life.

12. At the end we request and appeal our respected readers to favour us with their valuable comments and suggestion to improve things still better and to make this English portion more attractive and informative

(IDARA)

Translation and publishing these lines with the courtsey of monthly "The Message International".

5. Mr. Mohammad Saleemullah Jundran is a professor of English Literature at Post Graduate Govt. College, Gujranuwala and President of English Literature Society in the same college. He is a regular writer for our this magazine. We are publishing a beautifully composed *"Hamd-e-Bari-Ta'ala"* (Hymn) by him in this issue.

6. Prof . D. G. Qureshi is a name now known to every lover of Imam Ahmad Riza as he is the only person who has the credit of translating Imam Ahmed Riza's collection of *Na'atia* poetry into English language in poetry form. Prof D. G. Qureshi is also a research scholar at new Castle University, England and is engaged in preparation of his Ph.D. thesis on "Imam Ahmed Riza's *Na'atia* Poetry — as a source of reform among Muslim society". We are reproducing his English translation of Imam Ahmed Riza's famous Na'aat *"Shukr-e-Khuda ki aaj ghari us safar ki hai"* with the courtsey of Haji Mohammad Ilyas Kashmiri, Chief Editor "Islamic Times", Edgeley Stockport, England.

7. Dr J.M.S Baljon, an orientatist and scholar of international fame, is professor of Islamialogy in University of Leiden Holland. He is writing a thesis on the Nineteenth century *Fatawas* in Indo-Pak Subcontinent, with special reference to the contributions of Imam Ahmed Riza Khan. We have included his article "Indian Mufties" in this issue.

8. Prof Dr. Mohammad Masa'ud Ahmed has the honour to be the first renowned scholar who has initiated research work on Imam Ahmed Riza on modern lines and by virtue of his compilations and treatises on Imam Ahmed Riza, scholar of International Universities came to know about the personalty and achievements of Imam Ahmed Riza Khan; and as a result, research work is now being conducted in almost more than twenty Universities of the world. We are presenting to our readers a piece form his writings on Imam Ahmed Riza entitled as "Imam Ahmed Riza, A Scholar of High Prefection"..

9. This article has been taken from English translation of his treatise *"Hayat-e-Maulana Ahmed Riza Khan Barielvi"*. Its English version entitled as "The Reformer of the Muslim World", is also being published by us separately.

   IDARA is grateful to Mr. V. Rahmtullah, M.A., Senior Lecturer in English, Islamiyya College Vaniymabadi (Tamil Nadu) India for its conversion into English language.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

FOREWORD

1- "A number of cyclopedic personalities, have passed in the Indo-Pak Subcontinent, but when an impartial critic takes the stock of the profiles, he finds no other omnigenous person but that Shah Ahmed Riza Khan's versatile and compendious personalty." This is the concerted opinion of renowned scholar Maulana Kausar Niazi like all other unprejudiced and truth loving scholars and personalities of the Islamic world.

2- Despite being a versatile personalities of his age, an author of more than 1000 books and master of more than 70 branches of science & knowledge, he is widely known, recognised and respected for his profound love which he had for the personality of our Beloved and Holy Prophet Mohammad (Allah's grace & peace be upon him). For the last 16 years our institution is making consistent effort to publish master piece works of Imam Ahmed Riza on different fields of Islamic studies and other modern sciences and also to introduce his genius personality to the scholars of Islamic studies the world over .Hence we publish books in Urdu, English and Arabic languages every year on the occasion of Death Anniversary of this great Imam.

3- Al-Hamd-o-lillah, our sincere efforts are now being awarded and English section of our annual publication "*MA'ARIF-E-RAZA*" and other English publications have not only earned appreciation of our valued readers but also succeeded in dispelling the clouds of doubts and propaganda against Imam Ahmed Riza in general and inviting the attention of renowned scholars of international fame like Dr. Baljon of Holland and Dr. Babra Matcalf of U.S.A. to initiate and augment research work on his versatile personality.

4. The "*MA'ARIF-E-RIZA*" 1995 as usual, begins with the verses from Holy Quraan: this time 10 initial verses from *Sura Al- ANA'AM V* (The ANIMAL) alongwith English version of Imam Ahmed Riza's Urdu translation "*Kanz-ul-Iman*" and its commentary "*Khaza-i-nal-Irfan*" (by Maulaua Naimuddin Muradabadi). We are thankful to Prof. Shah Fareedul Haque for this English

CONTENTS

MA'ARIF-E-RAZA

Vol. XV 1995

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED RAZA (Regd.)
25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400.
P.O. Box 489 Karachi-74200, Phone: 7725150-7771219
Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)

MA'ARIF-E-RAZA

Vol. XV 1995

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED RAZA (Regd.)
25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400.
P.O. Box 489 Karachi-74200, Phone: 7725150-7771219
Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)